تصحیح واضافہ شدہ دوم ایڈیشن: ماہِ شوال المکرم 1443ھ / مئی 2022

فقہ حنفی کے متعدد مسائل کا مدلل اور مفید مجموعہ

مسائلِ احناف

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

پیش لفظ

اپنے ''سلسلہ اصلاحِ اغلاط'' کے تحت بندہ نے فقہ حنفی کے بہت سے مسائل واضح اور مدلل انداز میں بھی تحریر کیے ہیں جن کے ذریعے فقہ حنفی پر ہونے والے بے بنیاد اعتراضات کی حقیقت بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب ان میں سے متعدد منتخب مضامین کا مجموعہ ہے، جب اس کا پہلا ایڈیشن عام ہوا تو اس کو بہت زیادہ پسند کیا گیا الحمدللہ، اب غیر معمولی اضافے کے ساتھ اس کا دوم ایڈیشن پیشِ خدمت ہے، اس اضافے کی وجہ سے اس کی ضخامت دُگنی ہو گئی ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ ایک بات یہ واضح رہے کہ متعدد مقامات پر احادیث مبارکہ کا ترجمہ تحریر کرنے کا موقع نہ مل سکا لیکن اس کے باوجود بھی ایسے مضامین کی اشاعت فائدے سے خالی نہیں، البتہ آئندہ موقع ملا تو ایسی تمام روایات کا ترجمہ بھی ذکر کر دیا جائے گا ان شاءاللہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ چوں کہ یہ مضامین الگ الگ طور پر مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں اس لیے بسا اوقات مجبورًا بعض باتیں مکرّر بھی آگئی ہیں۔

حضرات اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیرًا

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل وعیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، مشائخ کرام، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ مبین الرحمٰن

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

ماہِ شوال المکرم 1443ھ / مئی 2022

03362579499

اجمالی فہرست

اجتہاد و تقلید

حقیقت - ضرورت - شبہات کا اِزالہ

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

تفصیلی فہرست

قرآن وسنت دین کے مرکزی دلائل اور اصول ہیں:

لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن وسنت دو بنیادی اور مرکزی دلائل اور ستون ہیں۔ عقائد، مسائل اور اخلاقیات سمیت تمام تر دینی علوم اور تعلیمات کا سرچشمہ یہی دو اصول ہیں۔ حضرات صحابہ کرام بھی اصولی طور پر انھی دو ہدایت کے سرچشموں سے فیضیاب ہو کر انعاماتِ الٰہیہ کے مستحق بنے، اور یہی امت کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ صحابہ کرام، تابعین کرام اور ائمہ مجتہدین کے علوم اور اجتہادات میں انھی دو دلائل کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔

شرعی دلائل چار ہیں:

جہاں تک شرعی دلائل کا معاملہ ہے تو حضرات صحابہ کرام، حضرات ائمہ اربعہ سمیت اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام جلیل القدر اہلِ علم کے نزدیک شرعی دلائل چار ہیں جو کہ بالترتیب یہ ہیں: قرآن وسنت اور اجماع وقیاس۔ ان چار دلائل میں بنیادی اور مرکزی دلائل قرآن وسنت ہی ہیں، البتہ جو دینی بات قرآن وسنت میں انھیں نہ ملے یا نصوص میں ظاہری طور پر تعارض اور ٹکراؤ سامنے آئے تو پھر اس کا حل امت کے اجماع میں تلاش کیا جاتا ہے، لیکن اگر اس بات سے متعلق اجماع بھی موجود نہ ہو تو پھر امت کے مجتہدین اپنے خداداد علوم واستعداد اور مجتہدانہ بصیرت کی بنا پر قرآن وسنت میں اجتہاد اور قیاس سے کام لیتے ہیں۔

اس سے یہ غلط فہمی بھی دور ہو جاتی ہے کہ حضرات ائمہ کرام قرآن وسنت کے مقابلے میں اجتہاد سے کام لیتے ہیں یا قیاس کو لے کر قرآن وسنت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ زیرِ نظر تحریر میں اجماع وقیاس سے متعلق دلائل دینا مقصود نہیں، البتہ سرِ دست ایک غلط فہمی کا اِزالہ مقصود ہے، اور وہ یہ ہے کہ بعض حضرات سمجھتے ہیں کہ دین میں قرآن وسنت کے علاوہ کسی امام مجتہد کی بات ماننے کا ذکر ہی نہیں بلکہ ان کی بات ماننا قرآن وسنت کی خلاف ورزی ہے۔ یہ غلط فہمی اس لیے پیدا ہوئی کہ ان حضرات نے۔۔۔ معاذ اللہ۔۔۔ امام مجتہد کو قرآن وسنت بلکہ حضور اقدس ﷺ کے مدِّ مقابل لا کھڑا کیا اور یہ تأثّر دینے کی کوشش کی کہ گویا امام مجتہد کی بات ماننے کا مطلب

یہ ہے کہ قرآن وسنت اور حضور اقدس ﷺ کو ترک کیا جارہا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون! اور یہ وہ غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے نجانے کتنے ہی سادہ لوح مسلمان شرعی اور ضروری تقلید کا انکار کر بیٹھے!! زیرِ نظر تحریر سے اس غلط فہمی کا بخوبی ازالہ ہو سکے گا ان شاء اللہ۔

تقلید کی تعریف:

دین میں کسی معتبر مجتہد امام کی بات پر اعتماد کر کے اس کی پیروی کرنا اور ان سے دلیل کا مطالبہ نہ کرنا؛ تقلید کہلاتا ہے۔ اس لیے کہ ہمارے اعتماد کے مطابق وہ مجتہد قرآن وسنت اور شرعی دلائل ہی کی روشنی میں مسائل کا حل بتلاتا ہے۔

اس تعریف سے تو بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ تقلید کا معنی یہ ہر گز نہیں کہ قرآن وسنت کو چھوڑ کر کسی امام کی بات مانی جائے بلکہ قرآن وسنت پر عمل کرنے کے لیے ہی امام کی بات مانی جاتی ہے۔

تقلید درج ذیل امور میں کی جاتی ہے:

۱۔ قرآن وحدیث کو سمجھنے میں۔

۲۔ اُن مسائل میں جو قرآن وسنت میں صراحت سے بیان نہیں ہیں۔

۳۔ جو مسائل قرآن وسنت میں بیان تو ہوئے ہیں لیکن ان میں بظاہر تعارض اور ٹکراؤ نظر آتا ہے۔

ان امور میں مجتہد کے ذمّے اجتہاد جبکہ مقلد کے ذمّے ان کی تقلید واجب ہوتی ہے۔

تقلید کیوں کی جاتی ہے؟

دین ودنیا کے ہر معاملے میں دیکھا جائے تو دو ہی طبقے سامنے آتے ہیں: ایک تو ماہرین کا طبقہ، اور دوسرا وہ طبقہ جو خود ماہر نہیں ہے البتہ ماہرین کی پیروی کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ جو لوگ ماہر نہیں ہیں وہ ماہرین کی پیروی ہی کرتے ہیں اور یہی ان کے لیے ضروری ہے۔ ہم تقلید اس لیے کرتے ہیں کہ ہم مجتہد نہیں ہیں، ہمیں قرآن

وسنت کے تمام تر علوم حاصل نہیں ہیں، اسی طرح وہ علوم جو قرآن وسنت کو سمجھنے کے لیے اہم ہیں ان سے بھی ہم کماحقّہ واقف نہیں ہیں، ہم قرآن وسنت کو کما حقہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی مجتہدانہ صفات رکھتے ہیں، بلکہ ہم اگر قرآن وسنت کو براہِ راست کچھ کچھ سمجھ بھی جائیں تب بھی ہماری ناقص سمجھ اور فہم پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اور پھر یہ بات تو بالکل ہی ظاہر ہے کہ ہماری حد درجہ ناقص سمجھ کے مقابلے میں امت کے ائمہ مجتہدین کی سمجھ نہایت ہی عالی اور قابلِ اعتماد ہے، اس لیے ہماری بات کے مقابلے میں ان کی بات کی اہمیت زیادہ ہے، بلکہ ہماری فہم کی کیا مجال؟؟ امت کے جلیل القدر اہلِ علم، حضرات محدثین کرام، اولیاء اللہ، بزرگانِ دین، حضرات فقہائے کرام بھی انھی چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کے پیروکار رہے ہیں، جن کا علم وفضل امت میں تسلیم شدہ تھا، جب وہ تقلید پر عمل پیرا تھے۔۔۔ حتیٰ کہ خود حضرات صحابہ کرام میں سے بھی مجتہدین چند ہی تھے جبکہ باقی دیگر انھی کی تقلید کرتے تھے، دیکھیے: اِعلام الموقعین للامام ابن القیم رحمہ اللہ۔۔۔ تو آج کے مسلمان کے لیے ائمہ کرام کی تقلید کے سوا اور کیا چارہ ہو سکتا ہے؟؟ اور یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اگر ہر ایک مسلمان کے لیے براہِ راست قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنا اور خود مسائل اخذ کرنا ضروری ہوتا تو قرآن وسنت میں اہلِ علم سے پوچھنے اور ان کی پیروی کرنے کی تاکید نہ کی جاتی، حالاں کہ قرآن وسنت میں حضرات صحابہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، مجتہدین کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور اہلِ علم سے پوچھنے کی تاکید کی گئی ہے، یہ ساری صورتحال معاملہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

صرف ائمہ اربعہ کی تقلید کی ایک عام فہم وجہ:

ویسے تو امت میں بہت سے ائمہ مجتہدین گزرے ہیں لیکن امت میں جن مجتہدین کو قبولیت حاصل ہوئی، جن کی فقہ مدوّن اور جمع ہوئی اور امت میں پھیلی وہ چار ہی ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے امت میں انھی کے مذاہب جاری فرمائے، اگر کوئی شخص انھی میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا چاہے تو اسے دین کی مکمل تعلیمات میسر آسکتی ہیں، جبکہ دیگر مجتہدین کی فقہ مکمل طور پر مدوّن نہیں ہوئی۔

مذاہبِ اربعہ کا اجتہادی اختلاف فرقہ واریت ہرگز نہیں:

یہ بات بھی واضح رہے کہ مذاہبِ اربعہ کا یہ اختلاف فرقہ واریت ہرگز نہیں کیوں کہ فرقے عقائد کے اختلاف سے بنتے ہیں جو کہ نہایت ہی مذموم ہے، جبکہ ان مذاہبِ اربعہ کے مابین عقائد کا کوئی اختلاف نہیں، یہ چاروں مذہب عقائد میں اہل السنۃ والجماعۃ ہی سے منسلک ہیں، بلکہ ان کے مابین جو اختلاف ہے وہ فروعی اجتہادی اختلاف ہے جو کہ عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ سے چلا آرہا ہے، یہ مذموم نہیں بلکہ یہ حق ہے اور امت کے لیے بڑی رحمت بھی!

کسی ایک امام کی تقلید کی عام سی وجہ:

قرآن وسنت میں جابجا شریعت کی مکمل اتباع کا حکم دیا گیا ہے جبکہ نفس اور نفسانی خواہشات کی اتباع سے سختی سے روکا گیا ہے، کیوں کہ نفس پرستی کا نام دین نہیں ہو سکتا۔ خیر القرون میں اجتہاد بھی تھا اور تقلید بھی تھی حتی کہ تقلید شخصی بھی ہوتی تھی البتہ کسی ایک مجتہد کی تقلید لازم قرار نہیں دی گئی بلکہ چوں کہ مجتہدین کی بڑی تعداد موجود تھی اس لیے جو لوگ مجتہد نہ تھے وہ کسی بھی مجتہد سے مسائل پوچھ لیتے تھے، اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ خیر القرون کا بہترین زمانہ تھا، خوفِ خدا اور تقویٰ غالب تھا اور نفس پرستی عام نہ تھی، اس لیے لوگ خوفِ آخرت سے لبریز تھے اور دین پر عمل کی سچی نیت کے ساتھ کسی بھی مجتہد سے مسئلہ پوچھ لینے میں حرج نہ تھا کیوں کہ مقصود دین ہی کی اتباع تھی۔ دوسری وجہ اس کی یہ تھی کہ ائمہ مجتہدین کے مذاہب مدوّن نہیں ہوئے تھے اس لیے کسی ایک ہی کی تقلید مشکل تھی، پھر جب ائمہ اربعہ کا زمانہ آیا تو ان کے مذاہب مدوّن ہوئے، اب یہ سہولت ہوگئی کہ اگر کوئی غیر مجتہد شخص ان میں سے کسی ایک مجتہد کی تقلید کرنا چاہے تو وہ بآسانی کر سکتا ہے اور اس کو اپنے دین کے بارے میں مکمل راہنمائی میسر آسکتی ہے، اس لیے چاروں مذاہب برحق ہیں کیوں کہ یہ شرعی دلائل کی روشنی میں ائمہ مجتہدین ماہرینِ دین کے اجتہادات کا نتیجہ ہیں۔

البتہ چوں کہ ان مذاہب کے مابین بہت سے مسائل میں مختلف آرا پائی جاتی ہیں اور خیر القرون کی طرح خوفِ خدا اور تقویٰ بھی باقی نہ رہا بلکہ نفس پرستی کا عام رواج ہو گیا اس لیے اگر ان میں سے کسی ایک کی تقلید لازم

قرار نہ دی جائے تو معاملہ دین کی اتباع کی بجائے نفس پرستی تک جا پہنچے گا، جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ نفس سہولت اور آسانیاں تلاش کرتا ہے خصوصًا اس فتنوں کے دور میں اور دین بیزاری کے ماحول میں نفس کی سرکشی عام فتنہ بن چکا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے تاکہ اسی کی سختی اور نرمی دونوں پر عمل کیا جاسکے۔

کیا ائمہ مجتہدین کے پاس حلال و حرام کا اختیار ہے؟؟

یہ بات تو ایک کھلی حقیقت ہے کہ چاروں مذاہب کے پیروکار اپنے ائمہ مجتہدین کو خدائی یا نبوی اختیارات ہر گز نہیں دیتے کیوں کہ یہ تو ایمان کے خلاف اور سنگین جرم ہے، یہ اتنی بدیہی بات ہے کہ اس کی وضاحت کی بھی ضرورت نہیں، لیکن یہ ایک افسوس ناک بات ہے کہ تقلید کے منکرین ہم پر یہ ایک بے بنیاد اعتراض کرتے ہیں بلکہ پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ ہم نے ائمہ کو خدائی یا نبوی اختیارات دیے ہوئے ہیں۔ یقینًا یہ سراسر ناانصافی ہے۔ حتی کہ قرآن میں جہاں کہیں یہود و نصاریٰ کی مذمت آئی ہے کہ انھوں نے اپنے علماء اور بزرگوں کو خدائی اختیارات سپرد کیے تھے تو یہ تقلید کے منکرین وہی آیات مقلدین پر چسپاں کر دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ کس قدر ناانصافی کی بات ہے کیوں کہ ہم بھی ان آیات پر ایمان رکھتے ہیں، ان میں جس گمراہی کی مذمت کی گئی ہے ہم بھی اس کی مذمت کرتے ہیں، اور یہ واضح حقیقت ہے کہ ہمارا عقیدہ یہود و نصاریٰ والا ہر گز نہیں ہے۔۔ معاذ اللہ۔۔، بلکہ ایک مؤمن کا یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ حرام و حلال کا اختیار کسی امام کو دے دے؟؟ بلکہ اللہ ہی کے پاس اس کے اختیارات ہیں۔

جب حرام و حلال کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے تو ائمہ کے مابین حرام و حلال کا اختلاف کیوں ہے؟

یاد رکھیے کہ ائمہ کرام کے مابین جن امور میں حلال و حرام کا اختلاف ہے تو وہ اجتہادی امور ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تو حرام و حلال وہ ہے جو قرآن و سنت سے بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں

بیان فرمایااور حضور اقدس ﷺ کو وحی کے ذریعے آگاہ فرمایا، واضح طور پر ثابت ہونے والے حرام و حلال میں تو اختلاف ہی نہیں، یہ اجماعی امور کہلائے جاتے ہیں کہ ان پر سب کا اتفاق ہوا کرتا ہے، جیسا کہ ہونا بھی چاہیے، لیکن بہت سی چیزوں کے بارے میں قرآن وسنت میں اصولی باتیں تو بیان ہوئی ہیں لیکن صراحت سے ان کا ذکر نہیں، اس صورت میں اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس ﷺ کی طرف سے مجتہدین کو جو اجتہاد کی اجازت ہوتی ہے تو اس اجتہاد کی بنیاد پر ائمہ مجتہدین قرآن وسنت ہی کی روشنی میں کسی چیز کے جائز ناجائز اور حرام و حلال کی تعیین کرتے ہیں، جب مجتہد قرآن وسنت کی روشنی میں کسی چیز کے حرام و حلال کو بیان کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ اس امام کے پاس حرام و حلال کا اختیار ہے بلکہ وہ قرآن وسنت سے کسی چیز کے حرام یا حلال ہونے کا حکم ظاہر کر رہا ہوتا ہے کیوں کہ اجتہاد شریعت بنانے کا نام نہیں بلکہ قرآن وسنت میں موجود شریعت کو ظاہر کرنے کا نام ہے، اس لیے یہ بات سمجھیے کہ کسی چیز کو حرام اور حلال کرنے اور کسی چیز کے بارے حرام و حلال کا حکم واضح کرنے میں واضح فرق ہے، حرام و حلال کا اختیار تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت کے ذریعے صراحتًا یا اشارتًا جن چیزوں کو حلال یا حرام قرار دیا ہے ان کو بیان کرنے اور ان کو واضح کرنے کا کام ائمہ مجتہدین کا ہے، اس لیے ائمہ مجتہدین کسی چیز کو حرام یا حلال بناتے نہیں بلکہ بتاتے ہیں، دونوں میں فرق واضح ہے۔

اب حرام و حلال سے متعلق ائمہ مجتہدین کے اس اجتہادی اختلاف کو مثال سے سمجھیے کہ احناف کے نزدیک سمندری جانداروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے جبکہ بعض ائمہ کے نزدیک سمندری تمام جاندار حلال ہیں، اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ قرآن وسنت میں مچھلی کے حلال ہونے کا تو ذکر صراحت سے آیا ہے جبکہ کیکڑے، جھینگے وغیرہ کا صراحت سے ذکر نہیں آیا ہے، اب ظاہر ہے کہ امت کی راہنمائی کے لیے مجتہد امام کے لیے کیکڑے کے حرام یا حلال ہونے کا حکم تو واضح کرنا ہی ہوگا، اس کے لیے جب وہ قرآن وسنت کے نصوص پر غور کرے گا تو اس کا حکم واضح کردے گا، تو چوں کہ ائمہ مجتہدین کے مسائل کے استنباط کا طریقہ، اصول اور مزاج الگ الگ ہوتا ہے اس لیے مجتہدین کے مابین کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے میں ایسے اختلاف کا

پایا جانا کچھ بعید نہیں بلکہ ایک واقعی حقیقت ہے، یہ اجتہادی اختلاف عہد نبوی میں بھی ہوا، عہدِ صحابہ میں بھی اور عہدِ تابعین و تبع تابعین میں بھی، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''رفع الملام عن الائمۃ الاعلام'' میں ائمہ کے مابین اجتہادی اختلاف کے اسباب کو تفصیلی اور بہترین انداز سے بیان فرمایا ہے، یہ کتاب تقلید واجتہاد اور ائمہ مجتہدین سے متعلق بہت سے شبہات کا ازالہ کر دیتی ہے۔

اس اجتہادی اختلاف کا درست ہونا اور اس کا امت کے لیے رحمت ہونا واضح سی بات ہے جس کے دلائل بھی واضح ہیں، گویا کہ امام مجتہد قرآن وسنت سے اللہ کا منشا ہی واضح کر رہا ہوتا ہے، اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کر رہا ہوتا، نہ ہی آج تک امت نے یہ مطلب مراد لیا ہے۔

مذاہبِ اربعہ میں اختلاف کی نوعیت:

چاروں مذاہب کے مابین حلال وحرام کا اختلاف بھی ہے، جائز وناجائز کا اختلاف بھی ہے، سنت ہونے اور سنت نہ ہونے کا اختلاف بھی ہے، مکروہ ہونے اور مکروہ نہ ہونے کا اختلاف بھی ہے، فرض وواجب ہونے اور نہ ہونے کا اختلاف بھی ہے، جب اختلاف کی نوعیتیں مختلف ہیں تو ان کا حکم بھی مختلف ہی ہوگا، البتہ یہ تمام اختلاف اجتہادی ہے۔

مذاہبِ اربعہ کے مقلّدین کا نقطہ نظر:

ان تمام اجتہادی اختلافات کے باوجود مذاہبِ اربعہ کے مابین حق وباطل کا اختلاف نہیں کہ ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مذہب کو باطل سمجھتا ہو، بلکہ ہر مذہب کا پیروکار یہ سمجھتا ہے کہ یہ چاروں مذاہب اپنے اپنے طور پر درست ہیں کیوں کہ ائمہ اربعہ نے قرآن وسنت کی روشنی ہی میں مسائل کا استنباط کیا ہے، یہ اختلاف اجتہادی ہے جو عہدِ نبوی ہی سے چلا آرہا ہے، البتہ میرے امام کا مذہب قرآن وحدیث اور شرعی دلائل کی روشنی میں دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے اور یہ بھی ایک بڑی وجہ ترجیح ہوتی ہے کسی امام کے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی۔

کسی دوسرے امام کی کسی بات پر عمل کرنے سے متعلق ایک اہم پہلو:

اس لیے عام حالات میں تو اپنے امام کو چھوڑ کر کسی اور امام کی کسی بات پر عمل کرنے کی متعدد خرابیاں ہیں وہاں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ بندہ جس مذہب کو زیادہ صحیح سمجھتا ہو تو وہ اس کو چھوڑ کر کسی ایسے مذہب پر کیسے عمل کر سکتا ہے جو اپنے مذہب کے مقابلے میں زیادہ صحیح نہ ہو؟؟ ظاہر ہے کہ وہ اپنے امام کے مذہب کو کیسے چھوڑ سکتا ہے جسے اپنانے کے اس کے پاس متعدد دلائل ہوں؟؟

کیا ہم کبھی کبھار سنت کی نیت سے رفع الیدین کر سکتے ہیں؟

ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ چوں کہ حضور اقدس ﷺ نے نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ بھی رفع الیدین کیا ہے تو کیا میں سنت کی نیت سے کبھی کبھار اس پر عمل کر سکتا ہوں؟؟ تو بندہ نے ان کو تفصیل سے سمجھا کر ان کی غلط فہمی دور کی کہ:

1۔ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ دیگر مقامات میں رفع الیدین کرنے میں ائمہ کرام کا باہمی اختلاف اولیٰ اور غیر اولیٰ یعنی افضل ہونے اور افضل نہ ہونے کا ہے، جہاں تک احناف کا مسلک ہے تو شرعی دلائل کی روشنی میں ان کے نزدیک نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع الیدین کرنا سنت نہیں ہے، اس لیے جو شخص امام اعظم رحمہ اللہ کا مقلد ہے وہ اس رفع الیدین پر سنت کی نیت سے کیسے عمل کر سکتا ہے؟؟

2۔ ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ جیسا کہ دیگر بعض ائمہ کرام کے ہاں نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ دیگر مقامات میں رفع الیدین کرنا سنت ہے اسی طرح احناف کے ہاں ان مقامات میں رفع الیدین کا ترک سنت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع الیدین نہیں کرتا تو وہ بھی سنت ہی پر عمل کر رہا ہے، اس لیے جب وہ پہلے ہی سے سنت پر عمل پیرا ہے تو اس کے لیے اس سنت کو چھوڑ کر اس رفع الیدین پر سنت کی نیت سے عمل کیسے مناسب ہے؟؟

3۔ اسی طرح شرعی دلائل کی روشنی میں جس عمل کے چھوڑنے کو وہ سنت سمجھ رہا ہے، اسی کو راجح سمجھتا ہے اور

اپنی آخرت کے لیے اسی کو کامیابی سمجھتا ہے تو اس کو سنت کی نیت سے کیسے اختیار کر سکتا ہے؟؟ دین سے واقف شخص بخوبی آگاہ ہے کہ بعض اعمال کرنا سنت ہوتا ہے جبکہ بعض اعمال نہ کرنا سنت ہوتا ہے!!

الحمد للہ کہ ان صاحب کو بات سمجھ آگئی کہ جب ہم پہلے ہی سے ایک سنت پر عمل پیرا ہیں تو اس کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں ایک ایسے عمل کے لیے جن کو ہم سنت نہیں سمجھتے؟؟ اس لیے تمام حضرات یہ نکتہ ذہن نشین کر لیں کہ ہم نے حضور اقدس ﷺ ہی کی محبت میں نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع الیدین کو ترک کیا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ رفع الیدین نہ کرنا سنت ہے۔ اس لیے یاد رکھیے کہ عام حالات میں ایک امام کا مقلد اپنے ہی امام کے مذہب پر عمل کرے گا کیوں کہ اس کو وہ دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ صحیح اور راجح سمجھتا ہے، اسی کو اپنے لیے آخرت میں ذریعہ نجات سمجھتا ہے، اور اسی میں ہوس پرستی اور نفس پرستی سے حفاظت ہے۔

مخصوص حالات میں کسی دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کا حکم:

البتہ جہاں تک مخصوص حالات میں کسی اور امام کے مذہب پر فتوی دینے کا مسئلہ ہے تو اس کی بھی اپنی شرائط ہیں جن سے اکابر فقہائے کرام بخوبی واقف ہیں، اس صورت میں ان کا دیگر امام کے مذہب پر فتوی دینا بھی شرعی دلائل ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے، وہی شرعی دلائل کا تقاضا ہوتا ہے، اس میں امت پر شفقت اور امت کے لیے سہولت مضمر ہوتی ہے، لیکن وہ مخصوص حالات ہوتے ہیں، ان پر عام حالات کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کی وجہ:

ہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید اس لیے کرتے ہیں کہ وہ تابعی ہیں، وہ دیگر تمام مجتہدین سے علم و فضل اور اجتہادی صلاحیتوں میں افضل ہیں، اس لیے ہمارے نزدیک ان کی بات زیادہ قابلِ اعتماد ہے، اور ہمارے برصغیر میں انھی کی فقہ روزِ اول سے رائج ہے، اس لیے ہمیں فقہ حنفی کے مسائل سے گہری مناسبت ہے اور اس کے بارے میں مکمل معلومات بھی۔

خلاصہ: جو مسلمان مجتہد نہ ہو تو اس کے لیے کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے، تقلید کے بغیر وہ عموماً دین اسلام پر عمل نہیں کر سکتا۔ اجتہاد و تقلید سے متعلق اطمینان بخش تفصیل کے لیے مطالعہ کیجیے: تقلید کی شرعی حیثیت از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم۔

امامِ مجتہد کی تقلید کے جواز پر ایک آیتِ قرآنی اور اس کی تفسیر

امام مجتہد کی تقلید کے جائز ہونے پر بہت سے دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں، سرِ دست ایک قرآنی آیت کی تفسیر پیش کی جاتی ہے جو کہ منصف مزاج شخص کے لیے کافی ہے:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم سورۃ النساء آیت 59 میں فرماتے ہیں:

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا.

ترجمہ:

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار ہوں ان کی بھی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور رسول کے حوالے کر دو۔ یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔“ (آسان ترجمہ قرآن)

تفسیر: اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو، حضور اقدس ﷺ کی اطاعت کرو اور ”أُولِي الْأَمْرِ“ کی اطاعت کرو۔ اس معاملے میں حقیقی اطاعت تو اللہ ہی کی ہے، پھر حضور اقدس ﷺ چوں کہ اللہ کے رسول ہیں اس لیے ان کی اطاعت بھی اللہ ہی کی اطاعت ہے، اور قرآن وسنت اور شرعی دلائل کی روشنی میں دین بتانے والے مجتہدین اور حاکم کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر ”معارف القرآن“ سے مذکورہ آیت کی تفسیر نقل

کی جاتی ہے جو کہ بہت سے فوائد پر مشتمل ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"جس طرح پہلی آیت کے مخاطب حُکام واُمراء تھے دوسری آیت میں عوام کو مخاطب فرماکر ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ کی اور رسول ﷺ کی اور اپنے "أُولِي الْأَمْرِ" کی اطاعت کرو۔

"أُولِي الْأَمْرِ" کون لوگ ہیں؟

"أُولِي الْأَمْرِ" لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام وانتظام ہو، اسی لیے حضرت ابن عباس، مجاہد اور حسن بصری وغیرہ رضی اللہ عنہم مفسرینِ قرآن نے "أُولِي الْأَمْرِ" کے مصداق علماء وفقہاء کو قرار دیا ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے نائب ہیں اور نظامِ دین ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور ایک جماعتِ مفسرین نے جن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں فرمایا کہ "أُولِي الْأَمْرِ" سے مراد وہ حکام اور اُمراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظامِ حکومت ہے۔

اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ لفظ دونوں طبقوں کو شامل ہے، یعنی علماء کو بھی اور حکام وامراء کو بھی، کیونکہ نظامِ امر انہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

اس آیت میں ظاہرًا تین کی اطاعتوں کا حکم ہے: اللہ، رسول ﷺ، "أُولِي الْأَمْرِ"، لیکن قرآن کی دوسری آیات نے واضح فرمادیا کہ حکم واطاعت دراصل صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہے: إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ، مگر اس کے حکم اور اس کی اطاعت کی عملی صورت چار حصوں میں منقسم ہے۔

حکم اور اطاعت کی تین عملی صورتیں:

ایک وہ جس چیز کا حکم صراحتًا خود حق تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمادیا اور اس میں کسی تفصیل وتشریح کی حاجت نہیں، جیسے شرک وکفر کا انتہائی جرم ہونا، ایک اللہ وحدہٗ کی عبادت کرنا، اور آخرت اور قیامت پر یقین رکھنا اور محمد مصطفے ﷺ کو اللہ کا آخری برحق رسول ماننا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو فرض سمجھنا، یہ وہ چیزیں ہیں جو براہِ راست احکامِ ربانی ہیں، ان کی تعمیل بلاواسطہ حق تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

دوسرا حصہ احکام کا وہ ہے جس میں تفصیلات و تشریحات کی ضرورت ہے، ان میں قرآن کریم اکثر ایک مجمل یا مبہم حکم دیتا ہے اور اس کی تشریح و تفصیل نبی کریم ﷺ کے حوالے کی جاتی ہے، پھر وہ تفصیل و تشریح جو آنحضرت ﷺ اپنی احادیث کے ذریعہ فرماتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی وحی ہوتی ہے، اگر اس تفصیل و تشریح میں اجتہادی طور پر کوئی کمی یا کوتاہی رہ جاتی ہے تو بذریعہ وحی اس کی اصلاح فرمادی جاتی ہے اور بالآخر آنحضرت ﷺ کا قول و عمل جو آخر میں ہوتا ہے وہ حکمِ الٰہی کا ترجمان ہوتا ہے۔

اس قسم کے احکام کی اطاعت بھی اگرچہ در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے لیکن ظاہری اعتبار سے چونکہ یہ احکام صریح طور پر قرآن نہیں، آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے امت کو پہنچے ہیں، اس لیے ان کی اطاعت ظاہری اعتبار سے اطاعتِ رسول ﷺ ہی کہلاتی ہے جو حقیقت میں اطاعتِ الٰہی کے ساتھ متحد ہونے کے باوجود ظاہری اعتبار سے ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے، اسی لیے پورے قرآن میں اللہ کی اطاعت کا حکم دینے کے ساتھ اطاعتِ رسول کا حکم مستقلاً مذکور ہے۔

تیسرا درجہ احکام کا وہ ہے جو نہ قرآن میں صراحتاً مذکور ہیں، نہ حدیث میں، یا ذخیرہ احادیث میں اس کے متعلق متضاد روایات ملتی ہیں، ایسے احکام میں علماء مجتہدین قرآن و سنت کے منصوصات اور زیرِ غور مسئلہ کے نظائر میں غور و فکر کر کے ان کا حکم تلاش کرتے ہیں، ان احکام کی اطاعت بھی اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے قرآن و سنت سے مستفاد ہونے کی وجہ سے اطاعتِ خداوندی ہی کی ایک فرد ہیں، مگر ظاہری سطح کے اعتبار سے یہ فقہی فتاویٰ کہلاتے ہیں اور علماء کی طرف منسوب ہیں۔

اسی تیسری قسم میں ایسے احکام بھی ہیں جن میں کتاب و سنت کی رو سے کوئی پابندی عائد نہیں، بلکہ ان میں عمل کرنے والوں کو اختیار ہے جس طرح چاہیں کریں، جن کو اصطلاح میں مباحات کہا جاتا ہے، ایسے احکام میں عملی انتظام حکام واُمراء کے سپرد ہے کہ وہ حالات اور مصالح کے پیش نظر کوئی قانون بنا کر سب کو اس پر چلائیں، مثلاً شہر کراچی میں ڈاک خانے پچاس ہوں یا سو، پولیس اسٹیشن کتنے ہوں، ریلوے کا نظام کس طرح ہو، آبادکاری کا انتظام کن قواعد پر کیا جائے؛ یہ سب مباحات ہیں، ان کی کوئی جانب نہ واجب ہے، نہ حرام بلکہ

اختیاری ہے، لیکن یہ اختیار عوام کو دے دیا جائے تو کوئی نظام نہیں چل سکتا، اس لیے نظام کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔

آیتِ مذکورہ میں اُولوالاَمر کی اطاعت سے علماء اور حکام دونوں کی اطاعت مراد ہے، اس لیے اس آیت کی رو سے فقہی تحقیقات میں فقہاء کی اطاعت اور انتظامی امور میں حکام واُمراء کی اطاعت واجب ہوگئی۔

یہ اطاعت بھی درحقیقت اللہ جل شانہ کے احکام ہی کی اطاعت ہے، لیکن ظاہری سطح کے اعتبار سے یہ احکام نہ قرآن میں ہیں، نہ سنت میں، بلکہ ان کا بیان یا علماء کی طرف سے ہوتا ہے یا حکام کی طرف سے، اس لیے اس اطاعت کو تیسرا نمبر جداگانہ قرار دے کر ''أُولوا الْأَمْرِ'' کی اطاعت نام رکھا گیا، اور جس طرح منصوصاتِ قرآن میں قرآن کا اتباع اور منصوصاتِ رسول ﷺ میں رسول ﷺ کا اتباع لازم وواجب ہے، اسی طرح غیر منصوص فقہی چیزوں میں فقہاء کا اور انتظامی امور میں حکام واُمراء کا اتباع واجب ہے، یہی مفہوم ہے اطاعتِ ''أُولِي الْأَمْرِ'' کا۔'' (معارف القرآن)

اس کے بعد ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے متعلق حضرات صحابہ کرام اور تابعین کرام کی تفسیر بھی ذکر کی جاتی ہے تاکہ اطمینان اور تسلی کا باعث ہو۔

آیت میں ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے کون مراد ہیں؟

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد فقہاء اور اہلِ خیر ہے:

٣٣٢٠٠- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: «وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: أُولُو الْفِقْهِ، أُولُو الْخَيْرِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ''مستدرک حاکم'' میں بھی موجود ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ روایت ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

٤٢٢ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: «أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: «أُولِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ لَهُ شَاهِدٌ، وَتَفْسِيرُ الصَّحَابِيِّ عِنْدَهُمَا مُسْنَدٌ.

التعليق من «تلخيص الذهبي»: هذا صحيح وله شاهد.

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں جلیل القدر تابعی امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ "أُولِي الْأَمْرِ" سے مراد حضرات صحابہ اور دین کی سمجھ رکھنے والے فقہاء ہے:

٣٣٢٠١- حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ: «أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: كَانَ مُجَاهِدٌ يَقُولُ: أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَرُبَّمَا قَالَ: أُولُو الْعَقْلِ وَالْفِقْهِ فِي دِينِ اللهِ.

امام مجاہد رحمہ اللہ کی یہ روایت تفسیر ابن ابی حاتم میں بھی موجود ہے:

حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ: ثنا أَحْمَدُ بْنُ مُوسَى قَالَ: ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَعِيدٍ: ثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَرُبَّمَا قَالَ: أُولُو الْعَقْلِ وَالْفَضْلِ فِي دَيْنِ اللهِ تَعَالَى.

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں جلیل القدر تابعی امام ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ "أُولِي الْأَمْرِ" سے مراد حضرات علماء ہے:

٣٣٢٠٢- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، قَالَ: الْعُلَمَاءُ.

4۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "أُولِي الْأَمْرِ" سے مراد فقہاء اور اہلِ دین ہیں جو لوگوں کو دین سکھاتے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں:

٤٢٣- عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» يَعْنِي: «أَهْلَ الْفِقْهِ وَالدِّينِ، وَأَهْلِ طَاعَةِ اللهِ الَّذِينَ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ مَعَالِيَ دِينِهِمْ وَيَأْمُرُونَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ، وَيَنْهَوْنَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَأَوْجَبَ اللهُ طَاعَتَهُمْ».

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت مایہ ناز تفسیر تفسیر ابن ابی حاتم میں بھی ہے:

٥٥٧٢- عن علي بن أبي طلحة، عن ابن عباس قوله: «وأولي الأمر منكم» يعني: أهل الفقه

والدين، وأهل طاعة الله الذين يعلمون الناس معاني دينهم ويأمرنهم بالمعروف وينهوهم عن المنكر ، فأوجب الله سبحانه طاعتهم على العباد-

5۔ ''سنن دارمی'' میں جلیل القدر تابعی امام عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد حضرات علماء اور فقہاء ہے:

٢٢٥- أَخْبَرَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ «أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: أُولُو الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ. وَطَاعَةُ الرَّسُولِ: اتِّبَاعُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

6۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد حضرات علماء اور فقہاء ہیں، اور یہی قول امام حسن بصری، امام عطا اور امام ابراہیم نخعی رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین سے بھی مروی ہے، اور امام ابوالعالیہ اور امام بکر بن عبداللہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد علماء ہیں:

٥٥٧٣- عن ليث، عن مجاهد قوله: «وأولي الأمر منكم» قال: أولو العلم والفقه، وروي عن الحسن والحسن بن محمد بن علي وعطاء وإبراهيم نحو ذلك. وروي عن أبي العالية وبكر بن عبد الله المزني أنهما قالا: العلماء-

امام مجاہد رحمہ اللہ کی یہ روایت حلیۃ الاولیاء میں بھی موجود ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْآجُرِّيُّ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَهْلٍ الْأُشْنَانِيُّ: ثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْوَدِ: ثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: ثَنَا شَرِيكٌ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُوسَى الْعَدَوِيُّ: ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَعِيدٍ: ثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «وأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: الْفُقَهَاءُ وَالْعُلَمَاءُ.

7۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد حضرات علماء اور فقہاء اور مجتہدین ہیں:

٥٥٧٤- حدثنا محمد بن الحجاج الحضرمي بحضرموت: حدثنا الخصيب بن ناصح: حدثنا المبارك بن فضالة عن الحسن في قول الله تعالى: (وأولي الأمر منكم) قال: أولي العلم والفقه والعقل

والرأي.

8۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت ابن عباس، امام مجاہد، امام عطا اور امام حسن بصری کے نزدیک "أُولِي الْأَمْرِ" سے مراد فقہاء اور اہلِ دین ہیں:

وقال علي بن أبي طلحة عن ابن عباس: «وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» يعني: أهل الفقه والدين. وكذا قال مجاهد، وعطاء، والحسن البصري، وأبو العالية: «وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» يعني: العلماء. والظاهر - والله أعلم- أن الآية في جميع أولي الأمر من الأمراء والعلماء، كما تقدم. وقد قال تعالى: «لَوْلا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ» [المائدة:٦٣] وقال تعالى: «فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لا تَعْلَمُونَ». [النحل:٤٣]

یقیناً یہ تمام تر تفصیل ایک منصف مزاج شخص کے لیے باعثِ اطمینان ہے اور اس سے اس غلط فہمی کا بخوبی ازالہ ہو جاتا ہے کہ "دین میں قرآن وسنت کے علاوہ کسی امام مجتہد کی بات ماننے کا ذکر ہی نہیں بلکہ ان کی بات ماننا قرآن وسنت کی خلاف ورزی ہے۔" بلکہ امت کے معتبر امام مجتہد کی تقلید اور پیروی قرآن وسنت کے مطابق بھی ہے اور ایک مسلمان کی ضرورت بھی ہے الحمدللہ۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
25 شوال المکرم 1441ھ/ 17 جون 2020

قرآن کریم کو چھونے کے لیے پاکی کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

قرآن کریم کی تعظیم و احترام:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس لیے اس کا ادب واحترام اور تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے، اس لیے ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ قرآن کریم کے ادب واحترام کی بھرپور رعایت کرے اور اس میں ذرا سی بھی غفلت گوارہ نہ کرے۔

- الموسوعۃ الفقھیہ الکویتیہ میں ہے:

آدَابُ النَّاسِ كُلِّهِمْ مَعَ الْقُرْآنِ: أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى وُجُوبِ تَعْظِيمِ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ عَلَى الإِطْلاقِ وَتَنْزِيهِهِ وَصِيَانَتِهِ. (مادة: قرآن جلد: ٣٣، صفحه: ٣٨)

ذیل میں قرآن کریم کو چھونے سے متعلق آداب بیان کیے جاتے ہیں:

قرآن کریم کو چھونے کے لیے پاکی کا حکم:

قرآن مجید کو چھونے کے لیے پاک ہونا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ بے وضو اور حالتِ جنابت میں، اسی طرح عورت کے لیے حیض و نفاس کی حالت میں کسی حائل کے بغیر قرآن کریم چھونا جائز نہیں، یہی جمہور امت اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ (تفسیر معارف القرآن عثمانی سورت واقعہ آیت:79)

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَمِنْهَا: حُرْمَةُ مَسِّ الْمُصْحَفِ، لَا يَجُوزُ لَهُمَا وَلِلْجُنُبِ وَالْمُحْدِثِ مَسُّ الْمُصْحَفِ إِلَّا بِغِلَافٍ مُتَجَافٍ عنه كَالْخَرِيطَةِ وَالْجِلْدِ الْغَيْرِ الْمُشَرَّزِ، لَا بِمَا هو مُتَّصِلٌ بِهِ هو الصَّحِيحُ، هَكَذَا في «الْهِدَايَةِ»، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، كَذَا في «الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ».

(الْبَابُ السَّادِسُ في الدِّمَاءِ الْمُخْتَصَّةِ بِالنِّسَاءِ، الْفَصْلُ الرَّابِعُ في أَحْكَامِ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَالِاسْتِحَاضَةِ)

مسئلہ:

ناپاکی کی حالت میں قرآن کریم کو جس طرح ہاتھ سے چھونا جائز نہیں اسی طرح جسم کے کسی اور عضو سے بھی چھونا جائز نہیں۔

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَاخْتَلَفُوا فِي مَسِّ الْمُصْحَفِ بِمَا عَدَا أَعْضَاءِ الطَّهَارَةِ وَبِمَا غُسِلَ من الْأَعْضَاءِ قبل إِكْمَالِ الْوُضُوءِ، وَالْمَنْعُ أَصَحُّ كَذَا فِي «الزَّاهِدِيِّ».

(الْبَابُ السَّادِسُ فِي الدِّمَاءِ الْمُخْتَصَّةِ بِالنِّسَاءِ، الْفَصْلُ الرَّابِعُ فِي أَحْكَامِ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَالِاسْتِحَاضَةِ)

مذکورہ مسئلہ سے متعلق ایک شبہ کا اِزالہ:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ بے وضو اور حالتِ جنابت میں، اسی طرح عورت کے لیے حیض ونفاس کی حالت میں کسی حائل کے بغیر قرآن کریم چھونا جائز نہیں۔ اس پر بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا ہے کہ یہ مسئلہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں، اسی طرح بعض حضرات حیض ونفاس والی عورت کے لیے کسی حائل کے بغیر قرآن کریم چھونے کو جائز سمجھتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں احادیث میں کوئی ذکر نہیں ملتا، اس طرح کی متعدد غلطیاں اور غلط فہمیاں رائج ہیں۔ ذیل میں ان شبہات کا ازالہ کیا جاتا ہے۔

مذکورہ مسئلہ سے متعلق احادیث مبارکہ:

متعدد روایات سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کریم کو چھونا صرف اسی شخص کے لیے جائز ہے جو پاکی کی حالت میں ہو۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ حکم بے وضو، جنابت اور حیض ونفاس؛ سب حالتوں کے لیے ہے کیوں کہ:

- پہلی وجہ یہ ہے کہ روایات کے الفاظ عام ہیں جو کہ مذکورہ تمام حالتوں کو شامل ہیں، اس لیے ان میں سے کسی صورت کو خاص کرنا درست نہیں۔
- دوسری وجہ یہ ہے کہ روایات میں ’’طاہر‘‘ کا لفظ آیا ہے اور طاہر صرف اسی کو کہا جاتا ہے جو بے وضو، جنابت، حیض ونفاس؛ سب حالتوں سے پاک ہو، کیوں کہ ان میں سے کسی کو بھی پاکی کی حالت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

- تیسری وجہ یہ ہے کہ جب بے وضو حالت کے لیے یہ حکم ثابت ہے تو جنابت اور حیض و نفاس کی حالتوں کے لیے تو یہ اس سے بڑھ کر ثابت ہونا چاہیے کیوں کہ ان کا حکم بے وضو والی حالت سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ واضح ہے۔

ذیل میں روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لیے جو خط تحریر فرمایا تو اس میں ایک جملہ یہ بھی تھا کہ: ’’قرآن کریم کو صرف پاکی ہی کی حالت میں چھونا چاہیے۔‘‘

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

١٣٢٨- عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: فِي كِتَابِ النَّبِيِّ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: «لَا يُمَسُّ الْقُرْآنُ إِلَّا عَلَى طُهْرٍ».

- موطأ امام مالک میں ہے:

٦٨٠- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ: أَنَّ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: «أَنْ لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ».

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

٤١٥- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ فِي كِتَابِ النَّبِيِّ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: «أَنْ لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا عَلَى طُهْرٍ».

- سنن دار قطنی میں ہے:

٤٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ فِي كِتَابِ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: «أَلَّا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا عَلَى طُهْرٍ». مُرْسَلٌ وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ.

2۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضور اقدس ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تو

فرمایا کہ: ''قرآن کریم کو اس حالت میں چھونا جب تم پاکی کی حالت میں ہو۔''

- المعجم الکبیر میں ہے:

٣١٣٥- عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: لَمَّا بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: «لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ».

- مجمع الزوائد میں ہے:

١٥١٣- عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: لَمَّا بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: «لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ».

3۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''قرآن کریم کو صرف وہی شخص چھوئے جو پاکی کی حالت میں ہو۔''

- مجمع الزوائد میں ہے:

١٥١٢- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ».

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الْكَبِيرِ» وَ«الصَّغِيرِ»، وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُونَ.

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

٤١٧- أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَارِثِ الْفَقِيهُ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ الْحَافِظُ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ ثَوَابٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرًا».

4۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے پاس آئے تو حضور اقدس ﷺ نے مجھے قرآن کریم پڑھنے کے اعتبار سے دوسروں کے مقابلے میں بہتر پایا اور واقعتاً میں سورتِ بقرہ کی وجہ سے ان سے اچھا تھا، تو حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ: ''میں نے تمہیں آپ کے ساتھیوں پر امیر مقرر کر دیا ہے حالاں کہ تم ان میں سب سے چھوٹے ہو، اور قرآن کریم کو اس حالت میں چھونا

جب تم پاک ہو۔"

- **مجمع الزوائد میں ہے:**

١٥١٤- عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ -وَكَانَ شَابًّا-: وَفَدْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَوَجَدُونِي أَفْضَلَهُمْ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ، وَقَدْ فَضَلْتُهُمْ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قَدْ أَمَّرْتُكَ عَلَى أَصْحَابِكَ وَأَنْتَ أَصْغَرُهُمْ، وَلَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ».

5۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے تو وہ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، چنانچہ جب وہ واپس تشریف لے آئے تو ہم نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ وضو فرمالیں تاکہ ہم آپ سے قرآن کریم کی کچھ آیات سے متعلق پوچھ سکیں، تو انھوں نے فرمایا کہ تم یوں ہی پوچھ لو کیوں کہ میں نے قرآن کریم کو ہاتھ نہیں لگانا۔ پھر فرمایا کہ قرآن کریم کو تو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ پھر انھوں نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: **إِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ، فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ ، لَا يَمَسُّهٗٓ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ.** [الواقعة: ٧٧،٧٨،٧٩]

- **مستدرک حاکم میں ہے:**

٣٧٨٢- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا مَعَ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَانْطَلَقَ إِلَى حَاجَةٍ فَتَوَارَى عَنَّا، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَلَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ مَاءٌ قَالَ: فَقُلْنَا لَهُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، لَوْ تَوَضَّأْتَ فَسَأَلْنَاكَ عَنْ أَشْيَاءَ مِنَ الْقُرْآنِ. قَالَ: فَقَالَ: سَلُوا، فَإِنِّي لَسْتُ أَمَسُّهُ. فَقَالَ: إِنَّمَا يَمَسُّهُ الْمُطَهَّرُونَ، ثُمَّ تَلَا: «إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: على شرط البخاري ومسلم.

- **مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:**

١١٠٦- عَن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا مَعَ سَلْمَانَ فِي حَاجَةٍ، فَذَهَبَ فَقَضَي حَاجَتَهُ ثُمَّ رَجَعَ، فَقُلْنَا لَهُ: تَوَضَّأْ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، لَعَلَّنَا أَنْ نَسْأَلَك عَنْ آيٍ مِنَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: قَالَ: فَاسْأَلُوا

فَإِنِّي لَا أَمَسُّهُ، إِنَّهُ لا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ، قَالَ: فَسَأَلْنَاهُ، فَقَرَأَ عَلَيْنَا قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ.

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

٤١٩- عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا مَعَ سَلْمَانَ فَخَرَجَ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ جَاءَ فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ لَوْ تَوَضَّأْتَ لَعَلَّنَا أَنْ نَسْأَلَكَ عَنْ آيَاتٍ. قَالَ: إِنِّي لَسْتُ أَمَسُّهُ، إِنَّمَا لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ. فَقَرَأَ عَلَيْنَا مَا شِئْنَا.

6۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعے میں جب انھوں نے اپنی ہمشیرہ سے قرآن کریم طلب کیا تو ان کی ہمشیرہ نے کہا کہ آپ ناپاکی کی حالت میں ہیں، اور قرآن کریم کو صرف وہ لوگ چھو سکتے ہیں جو پاکی کی حالت میں ہوں، اس لیے یا تو وضو کیجیے یا غسل کیجیے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا اور قرآن کریم کو لے کر سورتِ طٰہٰ پڑھنا شروع کیا۔

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

٤٢٠- أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ الْعَدْلُ بِبَغْدَادَ: أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْبَخْتَرِيِّ الرَّزَّازُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُنَادِي: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ يَعْنِي الأَزْرَقَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ عُثْمَانَ الْبَصْرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: خَرَجَ عُمَرُ مُتَقَلِّدًا بِسَيْفِهِ -فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ:- قِيلَ لَهُ: إِنَّ خَتَنَكَ وَأُخْتَكَ قَدْ صَبَئَا وَتَرَكَا دِينَكَ الَّذِى أَنْتَ عَلَيْهِ. فَمَشَى عُمَرُ حَتَّى أَتَاهُمَا وَعِنْدَهُمَا رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ يُقَالُ لَهُ: خَبَّابٌ، وَكَانُوا يَقْرَءُونَ (طه)، فَقَالَ عُمَرُ: أَعْطُونِى الْكِتَابَ الَّذِى هُوَ عِنْدَكُمْ فَأَقْرَأَهُ. قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ يَقْرَأُ الْكِتَابَ، فَقَالَتْ أُخْتُهُ: إِنَّكَ رِجْسٌ، وَإِنَّهُ لا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ، فَقُمْ فَاغْتَسِلْ أَوْ تَوَضَّأْ. قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ أَخَذَ الْكِتَابَ فَقَرَأَ (طه). وَلِهَذَا الْحَدِيثِ شَوَاهِدُ كَثِيرَةٌ.

«الجوهر النقي»: وَهُوَ قَوْلُ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ.

تنبیہ: یہ تمام روایات مستند اور معتبر ہیں۔

آیتِ "لَا يَمَسُّهٗٓ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" کی تفسیر اور غلط فہمیوں کا اِزالہ

1۔ کیا مذکورہ مسئلہ قرآنی آیت سے ثابت نہیں؟

قرآن کریم سورتِ واقعہ کی آیت نمبر 79 "لَا يَمَسُّهٗٓ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں، ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کو صرف وہی لوگ چھو سکتے ہیں جو پاک ہوں یعنی بے وضو، جنابت اور حیض ونفاس کی حالت میں نہ ہوں۔ یہ تفسیر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے جیسا کہ ماقبل میں حدیث نمبر 5 میں بیان ہو چکا اور حدیث نمبر 6 میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ نے بھی اسی آیت سے استدلال فرمایا، اسی طرح امام عطا، امام طاوس، امام قاسم، امام قتادہ، امام محمد باقر اور امام سالم جیسے جلیل القدر تابعین کرام سے بھی یہی منقول ہے، اور جمہور فقہائے امت اور ائمہ مجتہدین نے بھی اس آیت سے استدلال فرمایا ہے۔ اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ اگرچہ اس آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں، لیکن ایک تفسیر یہ بھی ہے جو کہ بیان ہو چکی اور اسی تفسیر کے مطابق یہ مسئلہ قرآنی آیت سے ثابت ہو سکتا ہے، اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ یہ مسئلہ مذکورہ آیت سے ثابت ہی نہیں۔

- تفسیر بغوی میں ہے:

وَقَالَ قَوْمٌ: مَعْنَاهُ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ مِنَ الْأَحْدَاثِ وَالْجَنَابَاتِ، وَظَاهِرُ الْآيَةِ نَفْيٌ وَمَعْنَاهَا نَهْيٌ، قَالُوا: لَا يَجُوزُ لِلْجُنُبِ وَلَا لِلْحَائِضِ وَلَا الْمُحْدِثِ حَمْلُ الْمُصْحَفِ وَلَا مَسُّهُ، وَهُوَ قول عطاء وطاووس، وَسَالِمٍ، وَالْقَاسِمِ، وَأَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ.

- تفسیر زاد المسیر میں ہے:

قوله عزّ وجلّ: «لا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ» من قال: إنَّه اللوح المحفوظ، فالمطهرون عنده الملائكة، وهذا قول ابن عباس، وعكرمة، ومجاهد وسعيد بن جبير. فعلى هذا يكون الكلام خبرًا. ومن قال: هو المصحف، ففي المطهرين أربعة أقوال: أحدها: أنهم المطهرون من الأحداث، قاله الجمهور، فيكون ظاهر الكلام النفي، ومعناه النهي. والثاني: المطهرون من الشرك، قاله ابن السائب. والثالث:

المطهرون من الذنوب والخطايا، قاله الربيع بن أنس. والرابع: أن معنى الكلام: لا يجد طعمه ونفعه إلا من آمن به، حكاه الفراء.

- **تفسیر قرطبی میں ہے:**

وَقِيلَ: الْمُرَادُ بِالْكِتَابِ الْمُصْحَفُ الَّذِي بِأَيْدِينَا، وَهُوَ الأظهر. وقد روى مالك وغيره أن كِتَابِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ الَّذِي كَتَبَهُ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنُسْخَتُهُ: «مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ إِلَى شُرَحْبِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ وَالْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ وَنُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ قَيْلُ ذِي رُعَيْنٍ وَمَعَافِرَ وَهَمْدَانَ أَمَّا بَعْدُ» وَكَانَ فِي كِتَابِهِ: «أَلَّا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ». وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ». وَقَالَتْ أُخْتُ عُمَرَ لِعُمَرَ عِنْدَ إِسْلَامِهِ وَقَدْ دَخَلَ عَلَيْهَا وَدَعَا بالصحيفة: «لا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ»، فَقَامَ وَاغْتَسَلَ وَأَسْلَمَ. وَقَدْ مَضَى فِي أَوَّلِ سُورَةِ (طه). وَعَلَى هَذَا الْمَعْنَى قَالَ قَتَادَةُ وَغَيْرُهُ: «لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ» مِنَ الْأَحْدَاثِ وَالْأَنْجَاسِ.

- **مرقاۃ المفاتیح میں ہے:**

٤٦٥- (وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ): عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي جَدِّهِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، وَهَذَا هُوَ الْمَعْرُوفُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ، خِلَافًا لِمَنْ رَوَاهُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرٍ. وَقَالَ الْمُصَنِّفُ: هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ الْأَنْصَارِيُّ الْمَدَنِيُّ، أَحَدُ أَعْلَامِ الْمَدِينَةِ، تَابِعِيٌّ. رَوَى عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَنْهُ الزُّهْرِيُّ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، كَانَ كَثِيرَ الْحَدِيثِ، رَجُلٌ صَدُوقٌ. قَالَ أَحْمَدُ: حَدِيثُهُ شِفَاءٌ، تُوُفِّيَ سَنَةَ خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ، وَمَاتَ وَلَهُ سَبْعُونَ سَنَةً، وَأَمَّا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ الْأَنْصَارِيُّ وُلِدَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَنَةَ عِشْرِينَ بِنَجْرَانَ، وَكَانَ أَبُوهُ عَامِلَ النَّبِيِّ ﷺ، أَمَرَ أَبَاهُ أَنْ يُكَنِّيَهُ بِأَبِي عَبْدِ الْمَلِكِ، وَكَانَ مُحَمَّدٌ فَقِيهًا، رَوَى عَنْ أَبِيهِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، وَعَنْهُ جَمَاعَةٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، قُتِلَ يَوْمَ الْحَرَّةِ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَخَمْسِينَ سَنَةً، وَذَلِكَ سَنَةَ ثَلَاثِينَ وَسِتِّينَ، (أَنَّ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: (أَنْ لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ): بِفَتْحِ السِّينِ عَلَى أَنَّهُ نَهْيٌ، وَبِالضَّمِّ عَلَى أَنَّهُ نَفْيٌ بِمَعْنَى النَّهْيِ، أَيْ: لَا يَمَسَّ بِلَا فَاصِلَةٍ مَا كُتِبَ فِيهِ الْقُرْآنُ (إِلَّا طَاهِرٌ): بِخِلَافِ غَيْرِهِ كَالْجُنُبِ وَالْمُحْدِثِ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَمَسَّهُ إِلَّا بِغِلَافٍ مُتَجَافٍ، وَكُرِهَ بِالْكُمِّ. قَالَ الطِّيبِيُّ: بَيَانٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى:

«لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ» [الواقعة: ٧٩]؛ فَإِنَّ الضَّمِيرَ إِمَّا لِلْقُرْآنِ، وَالْمُرَادُ فِي النَّاسِ عَنْ مَسِّهِ إِلَّا عَلَى الطَّهَارَةِ، وَإِمَّا لِلَّوْحِ وَ«لَا» نَافِيَةٌ، وَمَعْنَى «الْمُطَهَّرُونَ»: الْمَلَائِكَةُ، فَإِنَّ الْحَدِيثَ كَشَفَ أَنَّ الْمُرَادَ هُوَ الْأَوَّلُ، وَيُعَضِّدُهُ مَدْحُ الْقُرْآنِ بِالْكَرَمِ، وَبِكَوْنِهِ ثَابِتًا فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ، فَيَكُونُ الْحُكْمُ بِكَوْنِهِ لَا يَمَسُّهُ مُرَتَّبًا عَلَى الْوَصْفَيْنِ الْمُتَنَاسِبَيْنِ لِلْقُرْآنِ. (كتاب الطهارة)

2۔ کیا مذکورہ مسئلے میں استدلال صرف آیت سے ہے؟

بے وضو، جنابت اور حیض و نفاس کی حالتوں میں قرآن کریم چھونے کا مسئلہ سورتِ واقعہ کی مذکورہ آیت کی ایک تفسیر سے بھی ثابت ہو سکتا ہے، البتہ یہ مسئلہ متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے جیسا کہ ما قبل میں روایات بیان ہو چکیں، اس لیے یہ مسئلہ قرآن و سنت دونوں سے ثابت ہے، البتہ اگر مذکورہ آیت سے اس مسئلے کا ثبوت ٹھوس نہ بھی مانا جائے تب بھی اس مسئلے کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیوں کہ اس کے ثبوت کے لیے متعدد روایات بھی موجود ہیں۔ اس سے ان حضرات کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو سارا زور اس پر لگاتے ہیں کہ مذکورہ آیت سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا اور پھر اسی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہی غلط ہے۔۔۔ معاذ اللہ۔۔۔ واضح رہے کہ یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں: ایک تو یہ کہ اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں، دوم یہ کہ دیگر احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہے یا نہیں۔ تو دونوں ہی باتیں وضاحت کے ساتھ ما قبل میں بیان ہو چکیں۔

تفسیر معارف القرآن سے اقتباس:

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں:

''دوسرا مسئلہ غور طلب اور مختلف فیہ اس آیت میں یہ ہے کہ ''مُطَهَّرُوْنَ'' سے کون مراد ہیں؟ صحابہ و تابعین اور مفسرین کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک ''مُطَهَّرُوْنَ'' سے مراد فرشتے ہیں جو معاصی اور رذائل سے پاک و معصوم ہیں، یہ قول حضرت انسؓ اور سعید بن جبیرؒ سے منقول ہے۔ (قرطبی) حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے۔ (ابن کثیر) امام مالکؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (قرطبی)

اور بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ قرآن سے مراد وہ مصحف ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے اور ''مُطَهَّرُوْنَ'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو نجاستِ ظاہری اور معنوی یعنی حدثِ اصغر و اکبر سے پاک ہوں۔ حدث اصغر کے معنی بے وضو ہونے کے ہیں، اس کا ازالہ وضو کرنے سے ہو جاتا ہے، اور حدثِ اکبر جنابت اور حیض و نفاس کو کہا جاتا ہے جس سے پاکی کے لیے غسل ضروری ہے، یہ تفسیر حضرت عطا، طاوس، سالم اور حضرت محمد باقر رحمہم اللہ سے منقول ہے۔ (روح) اس صورت میں جملہ ''لَا يَمَسُّهٗ'' اگرچہ جملہ خبریہ ہے مگر اس خبر کو بحکمِ انشاء یعنی نہی و ممانعت کے معنی میں قرار دیا جائے گا، اور مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ مصحفِ قرآن کو چھونا بغیر طہارت کے جائز نہیں، اور طہارت کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ ظاہری نجاست سے بھی اس کا ہاتھ پاک ہو اور بے وضو بھی نہ ہو، اور حدثِ اکبر یعنی جنابت بھی نہ ہو، قرطبی نے اسی تفسیر کو اظہر فرمایا ہے، تفسیر مظہری میں اسی کی ترجیح پر زور دیا ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے اسلام لانے کے واقعہ میں جو مذکور ہے کہ انہوں اپنی بہن کو قرآن پڑھتے ہوئے پایا تو اوراقِ قرآن کو دیکھنا چاہا، ان کی بہن نے یہی آیت پڑھ کر اوراقِ قرآن اُن کے ہاتھ میں دینے سے انکار کیا کہ اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا، فاروق اعظمؓ نے مجبور ہو کر غسل کیا، پھر یہ اوراق پڑھے، اس واقعہ سے بھی اسی آخری تفسیر کی ترجیح ہوتی ہے، اور روایاتِ حدیث جن میں غیر طاہر کو قرآن کے چھونے سے منع کیا گیا ہے اُن روایات کو بھی بعض حضرات نے اس آخری تفسیر کی ترجیح کے لیے پیش کیا ہے۔ مگر چونکہ اس مسئلے میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ وغیرہ کا اختلاف ہے جو اوپر آچکا ہے، اس لیے بہت سے حضرات نے بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانے کی ممانعت کے مسئلے میں آیت مذکورہ سے استدلال چھوڑ کر صرف روایاتِ حدیث کو پیش کیا۔ (روح المعانی) وہ احادیث یہ ہیں:

امام مالکؒ نے موطا میں رسول اللہ ﷺ کا وہ مکتوب گرامی نقل کیا ہے جو آپ نے حضرت عمرو بن حزمؓ کو لکھا تھا، جس میں ایک جملہ یہ بھی ہے: لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ (ابن کثیر) یعنی قرآن کو وہ شخص نہ چھوئے جو طاہر نہ ہو۔

اور روح المعانی میں روایت مسند عبد الرزاق، ابن ابی داؤد اور ابن المنذر سے بھی نقل کی ہے، اور طبرانی وابن مردویہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ (روح المعانی) یعنی قرآن کو ہاتھ نہ لگائے بجز اس شخص کے جو پاک ہو۔

مسئلہ:

روایات مذکورہ کی بنا پر جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کے لیے طہارت شرط ہے، اُس کے خلاف گناہ ہے، ظاہری نجاست سے ہاتھ کا پاک ہونا، باوضو ہونا، حالتِ جنابت میں نہ ہونا؛ سب اس میں داخل ہے، حضرت علی مرتضیٰؓ، ابن مسعودؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، عطاؒ اور زہریؒ، نخعیؒ، حکمؒ، حمادؒ، امام مالکؒ، شافعیؒ، ابو حنیفہؒ؛ سب کا یہی مسلک ہے۔ اوپر جو اختلاف اقوال نقل کیا گیا ہے وہ صرف اس بات میں ہے کہ یہ مسئلہ جو احادیث مذکورہ سے ثابت اور جمہور امت کے نزدیک مسلّم ہے، کیا یہ بات قرآن کی آیت مذکورہ سے بھی ثابت ہے یا نہیں؟ بعض حضرات نے اس آیت کا مفہوم اور احادیث مذکورہ کا مفہوم ایک قرار دیا، اور اس آیت اور احادیث مذکورہ کے مجموعہ سے اس مسئلہ کو ثابت کیا، دوسرے حضرات نے آیت کو استدلال میں پیش کرنے سے بوجہ اختلافِ صحابہ احتیاط کی، لیکن احادیث مذکورہ کی بنا پر مسلک سب نے یہی اختیار کیا کہ بے وضو و بے طہارت قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں، اس لیے خلاف [یعنی اختلاف] مسئلے میں نہیں، بلکہ اس کی دلیل میں ہوا ہے۔" (تفسیر معارف القرآن عثمانی سورت واقعہ آیت: 79، 8/ 287، 286)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

20 جُمادَی الاُولیٰ 1441ھ/16 جنوری 2020

اُونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

اُونٹ کا گوشت کھانے سے وضوٹوٹنے کا حکم:

احناف کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس لیے اس کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں، یہی مذہب حضرات خلفائے راشدین، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت اُبیّ بن کعب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابو طلحہ، حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے،اسی طرح امام ابراہیم نخعی تابعی اور امام ابوحنیفہ تابعی سمیت جمہور تابعین کرام رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے،اور یہی مذہب امام مالک اور امام شافعی سمیت جمہور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا بھی ہے، ظاہر ہے کہ یہ حضرات صحابہ کرام،تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین احادیثِ مبارکہ اور ان کے معانی سے بخوبی واقف ہیں۔

- بذل المجہود شرح سنن ابی داود میں ہے:

قلنا: قال الشوكاني: وقد اختلف في ذلك، فذهب الأكثرون إلى أنه لا ينقض الوضوء، قال النووي: ممن ذهب إلى ذلك الخلفاء الأربعة، وابن مسعود، وأُبَيّ بن كعب، وابن عباس، وأبو الدرداء، وأبو طلحة، وعامر بن ربيعة، وأبو أمامة، وجماهير من التابعين، ومالك، وأبو حنيفة، والشافعي وأصحابهم، فإنهم لا يرون الوضوء بأكل لحوم الإبل ولا بمسها. (بابُ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الإِبِلِ)

- عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

واختلف العلماء في أكل لحم الجزُور، فمذهب الأكثرين إلى أنه لا ينقض الوضوء، وممن ذهب إليه الخلفاء الأربعة، وابن مسعود، وأبي ابن كعب، وابن عباس، وأبو الدرداء، وأبو طلحة، وعامر بن ربيعة، وأبو أمامة، وجماهير التابعين، وأبو حنيفة، ومالك، والشافعي، وأصحابهم.

اُونٹ کے گوشت سے وضو نہ ٹوٹنے کے دلائل:

1۔ "مصنَّف ابن ابی شیبہ" میں حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام اور امام طاوس،امام عطا،امام مجاہد،امام سُوید بن غفلہ اور امام ابراہیم نخعی رحمہم اللہ جیسے تابعین

عظام سے یہی منقول ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی اس کے بعد وضو کی ضرورت ہے۔

باب: مَنْ قَالَ: لَا يَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ:

٥١٩- حَدَّثَنَا عَائِذُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ قَيْسٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَكَلَ لَحْمَ جَزُورٍ وَشَرِبَ لَبَنَ الْأَبِلِ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انھوں نے اونٹ کا گوشت کھایا اور اونٹنی کا دودھ پیا، اور اس کے بعد وضو کیے بغیر ہی نماز ادا کی۔

٥٢٠- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُسٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ أَنَّهُمْ كَانُوا لَا يَتَوَضَّؤُونَ مِنْ لُحُومِ الْأَبِلِ وَأَلْبَانِها.

ترجمہ: امام عطاء، امام طاوس اور امام مجاہد رحمہم اللہ اونٹ کا گوشت کھانے اور (اونٹنی کا) دودھ پینے کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔

٥٢١- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي سَبْرَةَ النَّخَعِيِّ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَكَلَ لَحْمَ جَزُورٍ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ: حضرت ابو سَبرہ نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونٹ کا گوشت کھایا، اور اس کے بعد وضو کیے بغیر ہی نماز ادا کی۔

٥٢٢- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ: أَنَّ عَلِيًّا أَكَلَ لَحْمَ جَزُورٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اونٹ کا گوشت کھایا، اور اس کے بعد وضو کیے بغیر ہی نماز ادا کی۔

٥٢٣- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ نفاعة بن مُسْلم قَالَ: رَأَيْتُ سُوَيْد بْنَ غَفَلَةَ أَكَلَ لَحْمَ جَزُورٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ: حضرت نقاعہ بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام سُوَید بن غفلہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ انھوں نے اونٹ کا گوشت کھایا، اور اس کے بعد وضو کیے بغیر ہی نماز ادا کی۔

٥٢٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: لَيْسَ فِي لحومِ الْأَبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وُضُوءٌ.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کی ضرورت نہیں ہے۔

2۔ متعدد حضرات اکابر اہلِ علم نے اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہ ٹوٹنے سے متعلق اس روایت سے بھی استدلال فرمایا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا آخری عمل یہی تھا کہ وہ آگ سے پکائی ہوئی کوئی بھی چیز کھانے کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔

- سنن النسائی میں ہے:

١٨٥- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّت النَّارُ.

اس حدیث کے عموم سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ کے گوشت سے وضو نہیں ٹوٹتا کیوں کہ وہ بھی آگ سے پکائی ہوئی چیزوں میں شامل ہے۔

- بذل المجہود شرح سنن ابی داود میں ہے:

وأما القائلون بعدم النقض فاحتجوا بحديث جابر رضي الله عنه الذي أخرجه الأربعة أنه قال: كان آخر الأمرين من رسول الله ﷺ ترك الوضوء مما مست النار، أي تحقق الأمران: الوضوء والترك، وكان الترك آخر الأمرين، فارتفع الوضوء أي وجوبه. ولهذا قال الترمذي: وكأن هذا الحديث ناسخ للحديث الأول: حديث الوضوء مما مسّت النار، ولما كانت لحوم الإبل داخلة فيما مسّت النار، وكانت فردًا من أفراده، ونُسِخ وجوبُ الوضوء عنه بجميع أفراده: استلزم نسخ الوجوب عن هذا الفرد أيضًا. فما قال النووي: «لكن هذا الحديث عام، وحديث الوضوء من

لحوم الإبل خاص» مندفع؛ لأنا لا نسلم كونه منسوخًا بحيث إنه خاص، بل لأنه فرد من أفراد العام الذي نسخ، فإذا نسخ العام وهو وجوب الوضوء مما مست النار نسخ جميع أفرادها، ومن أفرادها أكل لحوم الإبِل التي مسته النار، ولو سُلِّمَ كونها خاصًّا، فالعام والخاص عندنا قطعيان متساويان، لا يقدم أحدهما على الآخر، فعلى هذا العام ينسخ الخاص أيضًا .....

(بابُ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الإِبِلِ)

3۔ وضو ٹوٹنے نہ ٹوٹنے سے متعلق شریعت کا ایک بہترین اصول یہ ہے کہ: وضو جسم سے نکلنے والی چیز سے ٹوٹتا ہے نہ کہ جسم میں داخل ہونے والی چیز سے۔

اس کے عموم سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اونٹ سمیت کسی بھی قسم کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیوں کہ یہ جسم کے اندر داخل ہونے والی چیزوں میں سے ہے۔

یہ اصول متعدد حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ثابت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٢- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الْوُضُوءُ مِمَّا خَرَجَ، وَلَيْسَ مِمَّا دَخَلَ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

٧٦١- عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ طَعِمَ خُبْزًا وَلَحْمًا فَقِيلَ لَهُ: أَلَا تَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ: إِنَّ الْوُضُوءَ مِمَّا خَرَجَ، وَلَيْسَ مِمَّا دَخَلَ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

- المعجم الکبیر طبرانی میں ہے:

٩٢٣٧- عن وائل بن داود عن إبراهيم، عن عبد الله بن مسعود قال: إنما الوضوء مما خرج،

وليس مما دخل، والصوم مما دخل وليس مما خرج.

امام عکرمہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٣- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: الْوُضُوءُ مِمَّا خَرَجَ، وَلَيْسَ مِمَّا دَخَلَ.

امام سعید بن مسیب تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٦٦٣- عن قتادة، عن بن المسيب قال: إنما الوضوء مما خرج، قال: وليس مما دخل؛ لأنه يدخل وهو طيب لا عليك منه، ويخرج وهو خبيث عليك منه الوضوء والطهور.

اونٹ کے گوشت سے وضو ٹوٹنے سے متعلق روایت کا صحیح مطلب:

بعض احادیث میں جو اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا ذکر آتا ہے تو اس بارے میں چند باتیں سمجھنے کی ہیں:

1۔ایک تو یہ ہے کہ اس حدیث میں وضو سے مراد نماز والا وضو نہیں بلکہ منہ ہاتھ دھونا مراد ہے کیوں کہ اونٹ کے گوشت میں چکناہٹ اور بو زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کو کھانے کے بعد منہ ہاتھ دھونے کا اہتمام زیادہ ہونا چاہیے،اور احادیث سے واقف شخص یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ وضو کا اطلاق منہ ہاتھ دھونے پر بھی ہوتا ہے۔یہ معنی مراد لینے کی صورت میں احادیث میں تطبیق کی صورت نکل آتی ہے اور باہمی ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا۔

- بذل المجہود شرح سنن ابی داود میں ہے:

وقال بعضهم: إن المراد من الوضوء غسل اليدين والفم؛ لما في لحم الإبل من رائحة كريهة ودسومة غليظة بخلاف لحم الغنم، ويؤيده الروايات التي رويت عن ابن مسعود: أنه جيء بقصعة فيها ثريد ولحم، فأكل ومضمض وغسل أصابعه، ثم قام إلى الصلاة، وكذلك عنه قال: لأن أتوضأ من الكلمة المنتنة أحبُّ إليَّ من أن أتوضأ من اللقمة الطيبة. وكذلك روي: أن

عثمان رضي الله عنه أكل خبزًا ولحمًا، وغسل يديه، ثم مسح بهما وجهه، ثم صلى ولم يتوضأ. وكذلك عن ابن عبّاس: أنه أتي بجفنة من ثريد ولحم، فأكل منها، وغسل أطراف أصابعه، ولم يتوضأ، أخرجها الطحاوي. فهؤلاء الكبراء من الصحابة لما لم يتوضؤوا من أكل ما مسّته النار وضوءًا اصطلاحيًّا، واكتفوا على الوضوء اللغوي، عُلِمَ بذلك أن المراد بالوضوء ها هنا الوضوء اللغوي لا الاصطلاحي. (بابُ الْوُضُوءِ مِنْ لحُومِ الإِبِلِ)

- *العرف الشذی شرح سنن الترمذی میں ہے:*

وقال أهل المذاهب الثلاثة: إن المراد من الوضوء المضمضة، ولما كان في لحم الإبل دسومة خلاف الغنم ففرق الشارع بين الإبل والغنم. قال ابن تيمية: لم يثبت معنى الوضوء في عرف الحديث سوى وضوء الصلاة. أقول: إن للوضوء معان في عرف الشرع، وقد يكون بمعنى المضمضة كما في «الترمذي» (من الجزء الثاني ص:٨) بسند ضعيف، وأخرجه أبو بشر الدولابي الحنفي في «كتاب الأسماء والكنى»، وفي «الكنز» (ص: ٢٩): «إلا أن يكون لبن الإبل إذا شربتموه فتمضمضوا بالماء» طب، وأيضًا عن أبي أمامة، والأقرب عندي قول: إنه مستحب للخواص، وذكر الشاه ولي الله «في حجة الله البالغة»: أن يعقوب حرم لحم الإبل على نفسه نذرًا حين ابتلي بمرض عرق النساء فتركه بنوه، ثم أنزل الله حرمته في التوراة، ثم أنزل الله حلته في شريعتنا، فلعل الاستحباب الخصوصي؛ لحرمته في التوراة، والله أعلم.
(باب ما جاء في الوضوء من لحوم الإبل)

وضوسے منہ ہاتھ دھونا مراد لینے کی چند مثالیں:

واضح رہے کہ بعض جگہ وضو سے نماز والا وضو مراد نہیں ہوتا بلکہ منہ ہاتھ یا چند اعضا دھونا یا فقط تر ہاتھ پھیرنا مراد ہوتا ہے، جیسا کہ ذیل کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے:

- *السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے:*

١۔ ٦٨٦- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ الْوُضُوءُ مِنَ

الرُّعَافِ وَالْقَيْءِ وَمَسِّ الذَّكَرِ وَمَا مَسَّتِ النَّارُ بِوَاجِبٍ. فَقِيلَ لَهُ : إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تَوَضَّئُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ»، فَقَالَ: إِنَّ قَوْمًا سَمِعُوا وَلَمْ يَعُوا، كُنَّا نُسَمِّي غَسْلَ الْيَدِ وَالْفَمِ وُضُوءًا، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ، إِنَّمَا أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَغْسِلُوا أَيْدِيَهُمْ وَأَفْوَاهَهُمْ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ.

٢۔ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ غَسَلَ يَدَيْهِ مِنْ طَعَامٍ ثُمَّ مَسَحَ بِبَلَلِ يَدَيْهِ وَجْهَهُ وَقَالَ: هَذَا وُضُوءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ. وَهَذَا مَعْرُوفٌ مِنْ كَلَامِ الْعَرَبِ يُسَمَّى وُضُوءًا لِغَسْلِ بَعْضِ الْأَعْضَاءِ لَا لِكَمَالِ وُضُوءِ الصَّلَاةِ. (باب تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنْ خُرُوجِ الدَّمِ مِنْ غَيْرِ مَخْرَجِ الْحَدَثِ)

- سنن ابی داود میں ہے:

٣٧٦٣- عَنْ زَاذَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ».

وقال في «بذل المجهود شرح سنن أبى داود»: والمراد بالوضوء: غسل اليدين فقط، ومذهب الحنفية ما قال في «الدر المختار»: وسنَّة الأكل البسملة أوله والحمدلة آخره، وغسل اليدين قبله وبعده «ملتقى».

- سنن النسائی میں ہے:

١٣٠- عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ لِحَوَائِجِ النَّاسِ فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ أُتِيَ بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَأَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَمَسَحَ بِهِ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ فَضْلَهُ فَشَرِبَ قَائِمًا وَقَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ هَذَا وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَفْعَلُهُ، وَهَذَا وُضُوءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ.

2۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ اسلام کے ابتدائی ایام کی بات ہے جبکہ بعد میں یہ منسوخ ہو چکا اور اس کے منسوخ ہونے کی ایک واضح دلیل وہی ہے جو ما قبل میں سنن النسائی کے حوالے سے بیان ہوئی کہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا آخری عمل یہی تھا کہ وہ آگ سے پکائی ہوئی کوئی بھی چیز کھانے کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔ اس کی مکمل تفصیل ما قبل میں بذل المجہود کی عبارت میں بیان ہو چکی۔

• مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

وَفِيهِ تَأْكِيدُ الْوُضُوءِ مِنْ أَكْلِ لَحْمِ الْإِبِلِ، وَهُوَ وَاجِبٌ عِنْدَ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ النَّوَوِيُّ: وَهَذَا الْمَذْهَبُ أَقْوَى دَلِيلًا، وَعِنْدَ غَيْرِهِ الْمُرَادُ مِنْهُ غَسْلُ الْيَدَيْنِ وَالْفَمِ؛ لِمَا فِي لَحْمِ الْإِبِلِ مِنْ رَائِحَةٍ كَرِيهَةٍ وَدُسُومَةٍ غَلِيظَةٍ بِخِلَافِ لَحْمِ الْغَنَمِ، أَوْ مَنْسُوخٌ بِحَدِيثِ جَابِرٍ. (بَابُ مَا يُوجِبُ الْوُضُوءَ)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
22 ربیع الثانی 1441ھ/ 20 دسمبر 2019

زخم سے خون

اور پیپ نکلنے سے وضو ٹوٹنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

زخم سے خون اور پیپ نکلنے سے وضو ٹوٹنے کا حکم:

اگر کسی شخص کے جسم میں کوئی زخم ہو اور اس سے خون یا پیپ نکل آئے تو محض ان کے نکل آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، بلکہ وضو اس وقت ٹوٹے گا جب خون یا پیپ نکل آنے کے بعد اپنی جگہ یعنی زخم سے بہہ جائے۔

وضاحتیں:

1۔ خون اور پیپ کے بہنے میں اصل اعتبار اس خون اور پیپ ہی کا ہے کہ وہ اتنی مقدار میں نکلے کہ وہ بہہ جائے، یہی وجہ ہے کہ اگر خون یا پیپ اتنا نکل آئے کہ وہ بہتا نہ ہو لیکن ہاتھ وغیرہ کے لگنے یا پسینے کی وجہ سے زخم کے آس پاس لگ جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اس لیے کہ یہ بہا نہیں ہے۔

2۔ اگر زخم سے نکلنے والے خون یا پیپ کو کسی کپڑے وغیرہ سے صاف کیا جاتا رہا اور وہ اتنی مقدار میں نکلا ہو کہ اگر اسے صاف نہ کیا جاتا تو زخم سے بہہ جاتا تو ایسی صورت میں بھی اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اگر اتنا نکلا ہو کہ وہ زخم سے نہ بہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

3۔ یہی حکم انجکشن کا بھی ہے کہ انجکشن لگانے سے جو خون نکلتا ہے اس سے وضو اس وقت ٹوٹے گا جب وہ اتنا نکل آئے کہ زخم سے بہہ جائے۔

راجح قول سے متعلق تنبیہ:

بعض کتبِ فقہ جیسے ہدایہ، ملتقیٰ اور عالمگیریہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ صورت میں وضو اس وقت ٹوٹے گا جب یہ خون یا پیپ خود بخود نکل کر بہہ جائے، لیکن اگر خود بخود نہ نکلے بلکہ دَبا کر اور زور دے کر نکالا جائے تب وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ زخم سے کیوں نہ بہہ جائے۔ واضح رہے کہ یہ قول راجح نہیں اور نہ ہی اس پر فتویٰ ہے، بلکہ راجح اور مفتیٰ بہ قول وہی ہے جو شروع میں بیان ہوا کہ یہ بہہ جانے والا خون یا پیپ چاہے خود بخود نکلا ہو یا دبا کر نکالا گیا ہو؛ دونوں صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

• الدر المختار میں ہے:

(وَيَنْقُضُهُ) خُرُوجُ مِنْهُ كُلِّ خَارِجٍ (نَجِسٍ) بِالْفَتْحِ وَيُكْسَرُ (مِنْهُ) أَيْ مِنَ الْمُتَوَضِّئِ الْحَيِّ مُعْتَادًا أَوْ لَا، مِنَ السَّبِيلَيْنِ أَوْ لَا (إلَى مَا يُطَهَّرُ) بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ، أَيْ يَلْحَقُهُ حُكْمُ التَّطْهِيرِ. ثُمَّ الْمُرَادُ بِالْخُرُوجِ مِنَ السَّبِيلَيْنِ مُجَرَّدُ الظُّهُورِ وَفِي غَيْرِهِمَا عَيْنُ السَّيَلَانِ وَلَوْ بِالْقُوَّةِ، لِمَا قَالُوا: لَوْ مَسَحَ الدَّمَ كُلَّمَا خَرَجَ وَلَوْ تَرَكَهُ لَسَالَ نَقَضَ وَإِلَّا لَا..... (وَالْخَارِجُ) بِنَفْسِهِ (سِيَّانِ) فِي حُكْمِ النَّقْضِ عَلَى الْمُخْتَارِ كَمَا فِي «الْبَزَّازِيَّةِ»، قَالَ: لِأَنَّ فِي الْإِخْرَاجِ خُرُوجٌ فَصَارَ كَالْفَصْدِ. وَفِي «الْفَتْحِ» عَنِ «الْكَافِي»: أَنَّهُ الْأَصَحُّ، وَاعْتَمَدَهُ الْقُهُسْتَانِيُّ. وَفِي «الْقُنْيَةِ» وَ«جَامِعِ الْفَتَاوَى»: أَنَّهُ الْأَشْبَهُ، وَمَعْنَاهُ أَنَّهُ الْأَشْبَهُ بِالْمَنْصُوصِ رِوَايَةً وَالرَّاجِحُ دِرَايَةً، فَيَكُونُ الْفَتْوَى عَلَيْهِ.

فائدہ:

بعض حضرات کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ احناف کا یہ مذہب احادیث سے ثابت نہیں اس لیے ذیل میں احناف کے اس مذہب سے متعلق دلائل ذکر کیے جاتے ہیں تا کہ یہ غلط فہمی دور ہو سکے۔

واضح رہے کہ احناف کا یہ مذہب متعدد دلائل سے ثابت ہے:

1۔«سنن دار قطني» میں ہے کہ:

٥٩٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِسْحَاقَ الْفَارِسِيُّ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عِيسَى بْنِ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: قَالَ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ».

2۔ «الكامل لابن عدي» میں ہے کہ:

عَنْ عَبد الرَّحْمَنِ بْنِ أَبَان بْنِ عُثْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَال: قَال رَسُولِ اللهِ ﷺ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ». (٢٩- أحمد بن الفرج بن سليمان)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”وضو اس خون سے ٹوٹتا ہے جو بہنے والا ہو۔“

تنبیہ: اس حدیث کی سند سے متعلق اگر کسی اہلِ علم کو شبہ ہو تو اس کا جواب درج ذیل عبارات میں ملاحظہ فرمائیں:

- نصب الراية:

الْحَدِيثُ السَّابِعَ عَشَرَ: رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ». قُلْت: رُوِيَ مِنْ حَدِيثِ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، وَمِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ. أَمَّا حَدِيثُ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ فَأَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيّ فِي «سُنَنِهِ» عَنْ يَزِيدَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدَ الْعَزِيزِ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ»، انْتَهَى. قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ: وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ تَمِيمٍ وَلَا رَآهُ، وَالْيَزِيدَانِ مَجْهُولَانِ، انْتَهَى. وَأَمَّا حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَرَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي «الْكَامِلِ» فِي تَرْجَمَةِ أَحْمَدَ بْنِ الْفَرَجِ: عَنْ بَقِيَّةَ ثَنَا شعبة عن عمر بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ». انْتَهَى قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: هَذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إلَّا مِنْ حَدِيثِ أَحْمَدَ هَذَا، وَهُوَ مِمَّنْ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ، وَلَكِنَّهُ يُكْتَبُ؛ فَإِنَّ النَّاسَ مَعَ ضَعْفِهِ قَدِ احْتَمَلُوا حَدِيثَهُ، انْتَهَى. وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي كِتَابِ «الْعِلَلِ»: أَحْمَدُ بْنُ الْفَرَجِ كَتَبْنَا عَنْهُ، وَمَحَلُّهُ عِنْدَنَا الصِّدْق. انْتَهَى

- فتح القدير:

وَأَمَّا حَدِيثُ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ» فَرَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مِنْ طَرِيقٍ ضَعِيفَةٍ، وَرَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي «الْكَامِلِ» مِنْ أُخْرَى، وَقَالَ: لَا نَعْرِفُهُ إلَّا مِنْ حَدِيثِ أَحْمَدَ بْنِ فَرُّوخَ، وَهُوَ مِمَّنْ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ وَلَكِنَّهُ يَكْتُبُ؛ فَإِنَّ النَّاسَ مَعَ ضَعْفِهِ قَدْ احْتَمَلُوا حَدِيثَهُ. اهـ لَكِنْ قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي كِتَابِ «الْعِلَلِ»: قَدْ كَتَبْنَا عَنْهُ، وَمَحَلُّهُ عِنْدَنَا الصِّدْقُ، وَقَدْ تَظَافَرَ مَعَهُ حَدِيثُ الْبُخَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إلَيْهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا، إنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتْ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ». قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: قَالَ أَبِي: «ثُمَّ

تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيءَ ذَلِكَ الْوَقْتُ». وَاعْتُرِضَ بِأَنَّهُ كَلَامُ عُرْوَةَ، وَدُفِعَ بِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ، وَأَيْضًا لَوْ كَانَ لَقَالَ: تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَلَمَّا قَالَ: «تَوَضَّئِي» عَلَى مُشَاكَلَةِ الْأَوَّلِ الْمَنْقُولِ لَزِمَ كَوْنُهُ مِنْ قَائِلِ الْأَوَّلِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ لَفْظَ «اغْسِلِي» خِطَابُ النَّبِيِّ ﷺ لِفَاطِمَةَ، وَلَيْسَ عُرْوَةُ مُخَاطِبًا لَهَا لِيَكُونَ قَوْلُهُ: «ثُمَّ تَوَضَّئِي» خِطَابًا مِنْهُ لَهَا، فَلَزِمَ كَوْنُهُ مِنَ الْمُخَاطِبِ بِالْأَوَّلِ، وَهُوَ النَّبِيُّ ﷺ. وَقَدْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ كَذَلِكَ وَلَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى ذَلِكَ، وَلَفْظُهُ: «وَتَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيءَ ذَلِكَ الْوَقْتُ»، وَصَحَّحَهُ.

آگے ذکر ہونے والے تمام دلائل ''مصنف ابن ابی شیبہ'' سے لیے گئے ہیں، جن میں سے ہر ایک کے ساتھ حدیث نمبر موجود ہے، ان میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ، اور امام ابراہیم نخعی، امام حسن بصری، امام شعبی، امام سعید بن مسیب، امام مکحول رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین سے یہی بات ثابت ہے کہ وضو محض خون نکلنے سے نہیں ٹوٹتا بلکہ جب زخم سے بہہ جائے تب ٹوٹ جاتا ہے۔ ساتھ میں یہ بھی یاد رہے کہ مصنَّف ابن ابی شیبہ کے مصنّف امام ابو بکر عبداللہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ ہیں جو کہ امام بخاری، امام احمد، امام مسلم اور امام ابوداود رحمہم اللہ کے جلیل القدر استاد ہیں۔

- **حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:**

١٤٧٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ بَكْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ عَصَرَ بَثْرَةً فِي وَجْهِهِ فَخَرَجَ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ، فَحَكَّهُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

- **حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:**

١٤٨٢- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّهُ أَدْخَلَ إِصْبَعَهُ فِي أَنْفِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهَا دَمٌ فَمَسَحَهُ بِالْأَرْضِ أَوْ بِالتُّرَابِ ثُمَّ صَلَّى.

- **حضرت امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:**

١٤٦٧- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا سَالَ الدَّمُ نُقِضَ الْوُضُوءُ.

● **حضرت امام حسن بصری تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:**

١٤٦٨- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ: أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى الْوُضُوءَ مِنَ الدَّمِ إِلَّا مَا كَانَ سَائِلًا.

● **حضرت امام شعبی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:**

١٤٧٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ: الْوُضُوءُ وَاجِبٌ مِنْ كُلِّ دَمٍ قَاطِرٍ. قَالَ: وَسَمِعْت الْحَكَمَ يَقُولُ: مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ.

● **حضرت امام سعید بن مسیب تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:**

١٤٧٤- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّهُ أَدْخَلَ أَصَابِعَهُ فِي أَنْفِهِ فَخَرَجَ دَمٌ فَمَسَحَهُ فَصَلَّى، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

● **حضرت امام مکحول تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:**

١٤٧٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ بُرْدٍ عَنْ مَكْحُولٍ: أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا بِالدَّمِ إِذَا خَرَجَ مِنْ أَنْفِ الرَّجُلِ، إِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَفْتِلَهُ بِإِصْبَعِهِ إِلَّا أَنْ يَسِيلَ أَوْ يَقْطُرَ.

خلاصہ:

ان دلائل سے **معلوم** ہوا کہ **احناف کا مذہب** حضور اقدس ﷺ سے بھی ثابت ہے، **بعض صحابہ کرام** سے بھی اور **جلیل القدر ائمہ تابعین** سے بھی ثابت ہے **الحمد للہ**۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

7 ربیع الاول 1441ھ/5 نومبر 2019

شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کا حکم:

احناف کے نزدیک شرمگاہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس لیے اس کے بعد وضو کی ضرورت نہیں۔ احناف کے اس موقف کا ثبوت حضور اقدس ﷺ سے بھی ہے، اور حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت حذیفہ، حضرت ابن عباس، حضرت عمار بن یاسر، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو الدرداء جیسے عظیم القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی، اور امام سعید بن جبیر، امام ابراہیم نخعی، امام طاوس، امام سعید بن المسیّب اور امام ابو حنیفہ جیسے جلیل القدر تابعین کرام رحمہم اللہ سے بھی ہے۔

احادیث اور آثار ملاحظہ فرمائیں:

حضور اقدس ﷺ سے ثبوت:

ایک شخص حضور اقدس ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی! ایک شخص وضو کرنے کے بعد اپنی شرمگاہ کو چُھولے تو اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’یہ (شرمگاہ) اس کے جسم کا ایک عضو ہی تو ہے۔‘‘ (یعنی جس طرح جسم کے دیگر اعضا کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو اسی طرح شرمگاہ کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔)

- سنن ابی داود میں ہے:

۱۸۲- عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى نَبِيِّ اللهِ ﷺ فَجَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، مَا تَرَى فِي مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهُ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ: «هَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْهُ» -أَوْ قَالَ:- «بَضْعَةٌ مِنْهُ».

- سنن النسائی میں ہے:

۱۶۵- عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَرَجْنَا وَفْدًا حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا تَرَى فِي رَجُلٍ مَسَّ ذَكَرَهُ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: «وَهَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْكَ» أَوْ: «بَضْعَةٌ مِنْكَ».

• مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١٧٥٦- عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ أَبِيهِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: خَرَجْنَا وَفْدًا حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، فَجَاءَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا تَرَى فِي مَسِّ الذَّكَرِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: «وَهَلْ هُوَ إِلَّا بِضْعَةٌ» أَوْ: «مُضْغَةٌ مِنْك؟»

١٧٦٢- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: «هَلْ هُوَ إِلَّا حِذْوَةٌ مِنْك».

• سنن الترمذی میں ہے:

٨٥- عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ الحَنَفِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «وَهَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْهُ؟ أَوْ: بِضْعَةٌ مِنْهُ؟».

وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَبَعْضِ التَّابِعِينَ: أَنَّهُمْ لَمْ يَرَوا الوُضُوءَ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ، وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الكُوفَةِ، وَابْنِ المُبَارَكِ، وَهَذَا الحَدِيثُ أَحَسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِي هَذَا البَابِ.

امام ترمذی رحمہ اللہ یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہی مذہب بہت سے صحابہ کرام، بعض تابعین کرام، اہلِ کوفہ اور امام عبد اللہ بن مبارک رحمہم اللہ کا بھی ہے۔

حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثبوت:

• مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٠٠- مَنْ كَانَ لَا يَرَى فِيهِ وُضُوءًا:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١٧٤٩- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ هُزَيْلٍ: أَنَّ أَخَاهُ أَرْقَمَ بْنَ شُرَحْبِيلَ سَأَلَ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ: إِنِّي أَحْتَكُّ فَأُفْضِي بِيَدَيَّ إِلَى فَرْجِي؟ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِنْ عَلِمْتَ أَنَّ مِنْك بِضْعَةً نَجِسَةً فَاقْطَعْهَا.

١٧٥٢- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَكَنٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: مَا أُبَالِي مَسِسْت ذَكَرِي أَوْ إِبْهَامِي أَوْ أُذُنِي أَوْ أَنْفِي.

١٧٦٣- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ.

حضرت سعد بن ابی و قاص رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١٧٥٠- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ سَعْدًا عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: إِنْ عَلِمْت أَنَّ مِنْك بِضْعَةً نَجِسَةً فَاقْطَعْهَا.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١٧٥١- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ أَنَّهُ قَالَ: مَا أُبَالِي مَسِسْت ذَكَرِي أَوْ أُذُنِي.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

١٧٥٣- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ.

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

١٧٥٤- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ وَوَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فِي مَجْلِسٍ فِيهِ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، فَسُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: مَا هُوَ إِلَّا بِضْعَةٌ مِنْك، وَإِنَّ لِكَفِّكَ مَوْضِعًا غَيْرَهُ.

حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

١٧٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ: أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ: مَا أُبَالِي إِيَّاهُ مَسِسْت أَوْ بَطْنَ فَخِذِي، يَعْنِي ذَكَرَهُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١٧٥٧- حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَابُوسَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سُئِلَ عَلِيٌّ عَنِ الرَّجُلِ يَمَسُّ ذَكَرَهُ، قَالَ: لَا بَأْسَ.

١٧٦٠- حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ: مَا أُبَالِي مَسَسْتُهُ أَوْ طَرَفَ أَنْفِي، وَقَالَ عَلِيٌّ: مَا أُبَالِي مَسَسْتُهُ أَمْ طَرَفَ أُذُنِي.

یہ دلائل ''مصنَّف ابن ابی شیبہ'' سے لیے گئے ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

- موطأامام محمد میں ہے:

٢٨- قَالَ مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنِي جَرِيرُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ بِضْعَةٌ مِنْكَ.

حضرات تابعین کرام رحمہم اللہ سے ثبوت:

- مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

امام سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١٧٥٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيم، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: مَا أُبَالِي مَسَسْتُهُ أَوْ أَنْفِي.

امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١٧٥٩- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ ذَكَرَهُ فِي الصَّلَاةِ.

امام طاوس تابعی اور امام سعید بن جبیر تابعی رحمہم اللہ سے ثبوت:

١٧٦١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ قَالَ: قَالَ طَاوُس

وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ وَهُوَ لَا يُرِيدُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ وُضُوءٌ.

امام سعید بن المسیب تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

- موطأامام محمد میں ہے:

١٦- قَالَ مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ: أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ أَبِي ذُبَابٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ ابْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُولُ: لَيْسَ فِي مَسِّ الذَّكَرِ وُضُوءٌ.

شرمگاہ کو چھونے سے وضوٹوٹنے سے متعلق قیاس کا تقاضا:

شرمگاہ کو چھونے سے متعلق قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیوں کہ:

- شرمگاہ بھی جسم کے دیگر اعضا کی طرح ایک عضو ہے، جس طرح دیگر اعضا کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح شرمگاہ کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹنا چاہیے۔ جیسا کہ ماقبل کے دلائل میں بیان ہوا۔
- اس بات میں امت کا اتفاق ہے کہ پیشاب اپنی ذات میں ناپاک چیز ہے اور شرمگاہ ظاہری طور پر پاک چیز ہے، تو جب پیشاب جیسی ناپاک چیز کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو شرمگاہ جیسی پاک چیز کو چھونے سے وضو کیسے ٹوٹ سکتا ہے؟؟

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

23ربیع الاوّل1441ھ/21 نومبر2019

وضو اور غسل

میں کس قدر پانی کا استعمال سنّت سے ثابت ہے؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

وضو اور غسل کرتے وقت پانی کے استعمال میں اعتدال کی ضرورت:

شریعت کی روشنی میں وضو اور غسل میں پانی کا ضیاع اور اس کا بے جا استعمال ممنوع ہے، اسی طرح اس قدر کم مقدار میں پانی کا استعمال بھی درست نہیں کہ اس سے وضو اور غسل ہی نہ ہوتے ہوں یعنی فرائض ہی پورے نہ ہوں؛ یہ دونوں طرزِ عمل شرعی اعتبار سے ممنوع اور غلط ہیں۔ اسی طرح اس قدر کم پانی کا استعمال بھی ناپسندیدہ ہے کہ جس سے وضو اور غسل سنت کے مطابق نہ ہوتے ہوں یعنی صرف فرائض پورے کر لیے جائیں اور سنت کی رعایت نہ کی جائے، اس سے بھی بچنے کی ضرورت ہے، خلاصہ یہ کہ اعتدال کے ساتھ اس قدر پانی استعمال کرنا چاہیے جس سے سنت کے مطابق وضو اور غسل ہو جاتے ہوں۔

ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

وضو اور غسل کے لیے پانی کی کوئی خاص مقدار لازم نہیں:

اس بات پر امت کے حضرات اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ شریعت نے وضو اور غسل کے لیے پانی کی کوئی خاص مقدار لازم قرار نہیں دی ہے کہ اس سے کم یا زیادہ پانی کا استعمال جائز نہ ہو، بلکہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے اور اسراف سے بچتے ہوئے مسنون وضو اور غسل کے لیے جس قدر بھی پانی کافی ہو جائے اس کا استعمال درست ہے۔

وضو اور غسل میں کس قدر پانی کا استعمال سنت سے ثابت ہے؟

یہ بات سمجھنا اہمیت رکھتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے وضو اور غسل میں کتنی مقدار میں پانی استعمال کرنا ثابت ہے، تو اس حوالے سے چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ وضو کے لیے ایک مُدّ جبکہ غسل کے لیے ایک صاع پانی استعمال فرماتے تھے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٣٢٦- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ -قَالَ أَبُو كَامِلٍ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ- حَدَّثَنَا أَبُو رَيْحَانَةَ عَنْ سَفِينَةَ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُغَسِّلُهُ الصَّاعُ مِنَ الْمَاءِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَيُوَضِّؤُهُ الْمُدُّ. (باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة)

2۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: "وضو کے ایک مدّ پانی جبکہ غسل کے لیے ایک صاع پانی کافی ہو جاتا ہے۔" تو ایک شخص نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اتنا پانی تو ہمارے لیے کافی نہیں ہوتا، تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یقیناً اتنا پانی اُس ہستی کے لیے کافی ہو جایا کرتا تھا جو تم سے افضل بھی تھی اور ان کے سر کے بال بھی تم سے زیادہ تھے۔

- مصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٧١٣- عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يُجْزِئُ مِنَ الْوُضُوءِ الْمُدُّ، وَمِنَ الْجَنَابَةِ الصَّاعُ». فَقَالَ رَجُلٌ: مَا يَكْفِينَا يَا جَابِرُ، فَقَالَ: قَدْ كَفَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ وَأَكْثَرُ شَعْرًا.

زیادہ تر روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ وضو کے لیے ایک مُدّ جبکہ غسل کے لیے ایک صاع کی مقدار پانی استعمال فرماتے تھے۔

مُدّ اور صاع کا موجودہ وزن:

مُدّ: 819 ماشہ = 68.25 تولہ = 796.068 گرام۔

صاع: 4 مُدّ = 3276 ماشہ = 3.184272 کلو گرام۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

- ایک مدّ 260 دراہم کا ہوتا ہے، ایک درہم 3.0618 گرام کا ہوتا ہے، تو 3.0618 کو 260 سے ضرب دینے کی صورت میں 796.068 گرام بنتے ہیں جو کہ ایک مد کا موجودہ وزن ہے۔

- ایک صاع چار مدّ کا ہوتا ہے اور ایک مدّ 796.068 گرام کا ہوتا ہے، تو 796.068 کو 4 سے ضرب دینے کی صورت میں 3.184272 کلو گرام بنتے ہیں جو کہ ایک صاع کا موجودہ وزن ہے۔

البتہ بعض روایات سے اس مقدار کے علاوہ بھی پانی کا استعمال ثابت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ وضو کے لیے ایک مُدّ جبکہ غسل کے لیے ایک صاع سے لے کر پانچ مد تک پانی استعمال فرماتے تھے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٣٢٥- عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ. (باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة)

اس روایت میں غسل کے لیے پانچ مُدّ تک پانی کا استعمال معلوم ہوتا ہے جبکہ ماقبل میں ایک صاع کا ذکر ہے، چوں کہ صاع چار مُدّ کا ہوتا ہے اس لیے اِس روایت میں پانی کی مقدار صاع سے کچھ زیادہ ہے۔

4۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضور اقدس ﷺ دونوں ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے جس میں تین مد یا اس کے قریب مقدار کا پانی آسکتا تھا۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٣٢١- عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ -وَكَانَتْ تَحْتَ الْمُنْذِرِ بْنِ الزُّبَيْرِ- أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ وَالنَّبِيُّ ﷺ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ يَسَعُ ثَلَاثَةَ أَمْدَادٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ.
(باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة)

اس روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضور اقدس ﷺ دونوں کا ایک ساتھ ایک ہی برتن سے غسل کرنا معلوم ہو رہا ہے، اور وہ برتن بھی ایسا کہ جس میں تین مد یا اس کے قریب مقدار میں پانی آسکتا تھا۔ گویا کہ تین مد مراد لینے کی صورت میں یہ ایک صاع سے کم مقدار بنتی ہے کیوں کہ ایک صاع چار مد کے برابر ہوا کرتا ہے۔ اور اگر چار مدّ ہی مراد لیے جائیں تب تو اس سے ایک صاع ہی مراد ہو گا۔

5۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ "فَرَق" نامی برتن میں غسل فرماتے۔ اور میں اور حضور اقدس ﷺ دونوں ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٣١٩- عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْتَسِلُ فِي الْقَدَحِ وَهُوَ الْفَرَقُ، وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ. وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ: مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ. قَالَ قُتَيْبَةُ: قَالَ سُفْيَانُ: وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ. (باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة)

اس روایت میں "فرق" سے مراد ایک برتن ہے جس کی پیمائش اور وزن کے بارے میں اہلِ علم کے متعدد اقوال ہیں، اِس روایت میں امام سفیان رحمہ اللہ کا قول مذکور ہے کہ "فرق" تین صاع کے برابر ہوتا ہے یعنی اس میں تین صاع جتنا پانی سما سکتا ہے، اور ما قبل میں ذکر ہو چکا کہ ایک صاع 3.184272 کلو گرام کے برابر ہوتا ہے، تو 3.184272 کو 3 سے ضرب دینے کی صورت میں 9.552816 کلو گرام بنتا ہے، جبکہ بعض اہلِ علم کے نزدیک "فرق" نامی برتن میں دو صاع سما سکتے ہیں، تو اس صورت میں یہ 6.368544 کلو گرام بنتے ہیں۔

6۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ غسل کے لیے پانچ مَکُّوک پانی جبکہ وضو کے لیے ایک مَکُّوک پانی استعمال فرماتے تھے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٣٢٥- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْتَسِلُ بِخَمْسِ مَكَاكِيكَ وَيَتَوَضَّأُ بِمَكُّوكٍ. وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: بِخَمْسِ مَكَاكِيَّ.

(باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة)

مَکُّوک کا موجودہ وزن:

مَکُّوک: 1.5 صاع = 4.776409 کلو گرام۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مکوک 1.5 یعنی ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع 3.184272 کلو گرام کا ہوتا ہے، تو 3.184272 کو 1.5 سے ضرب دینے کی صورت میں 4.776409 کلو گرام بنتے ہیں جو کہ ایک مکوک کا موجودہ وزن ہے۔

اس روایت کے مطابق وضو اور غسل کے لیے پانی کی مقدار زیادہ بنتی ہے کیوں کہ ایک مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے، جبکہ ما قبل میں تو ایک صاع پانی غسل کے لیے استعمال کرنا ثابت ہوتا ہے۔

احادیث سے ثابت شدہ پانی کی مقدار سے متعلق تفصیلی حکم:

ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ وضو کے لیے عموماً ایک مُدّ (یعنی 796.067 گرام)، اور غسل کے لیے ایک صاع (یعنی 3.184272 کلو گرام) پانی استعمال فرماتے تھے (البتہ بعض روایات میں اس کے علاوہ دیگر مقدار بھی ثابت ہیں)۔ احادیث سے ثابت شدہ اس مقدار سے متعلق حضرات فقہائے امت فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مقدار نہیں کہ صرف اسی پر عمل کرنا لازم ہو، بلکہ یہ وہ ادنی مقدار ہے جو مسنون وضو اور غسل کے لیے عموماً کافی ہوسکتی ہے، البتہ چوں کہ انسانوں کی طبیعت، مزاج اور ساخت باہمی طور پر مختلف ہوتی ہے اس لیے اگر کسی شخص کو مسنون وضو یا غسل کے لیے اس مقدار سے کم پانی کافی ہو جائے یا اس سے زیادہ پانی درکار ہو تو اس مطلوبہ مقدار میں پانی کا استعمال بالکل درست بلکہ بہتر اور سنت کا تقاضا ہے۔

اس تفصیل سے متعدد غلط فہمیوں کا اِزالہ ہو جاتا ہے جیسے:

1۔ اس سے معلوم ہوا کہ سنت کے مطابق وضو اور غسل کے لیے جس قدر پانی استعمال کرنے کی ضرورت پڑے تو اس کو افراط و تفریط یا اسراف نہیں کہتے بلکہ یہی اعتدال کا راستہ اور شریعت و سنت کا تقاضا ہے۔

2۔ اس سے ان حضرات کی غلطی بھی معلوم ہو جاتی ہے جو اسراف سے بچنے کی خاطر سنت بھی چھوڑ دیتے ہیں، حالاں کہ سنت پورا کرنے کے لیے استعمال ہونے والا پانی اسراف میں ہر گز داخل نہیں بلکہ وہ تو مطلوب ہے۔ بطورِ مثال سمجھیے کہ وضو اور غسل میں تین بار اعضا دھونے کی سنت کے لیے جس قدر بھی پانی کافی ہو جائے تو

اس قدر پانی کا استعمال بالکل جائز بلکہ بہتر اور سنت کا تقاضا ہے۔

3۔اس سے یہ غلط فہمی بھی دور ہو جاتی ہے کہ بعض لوگ وضو کے لیے صرف ایک مُدّ جبکہ غسل کے لیے صرف ایک صاع پانی کے استعمال ہی کو سنت قرار دیتے ہیں، حالاں کہ ایک تو احادیث سے اس کے علاوہ دیگر مقدار میں پانی کا استعمال بھی ثابت ہے، دوم یہ کہ سنت کے مطابق وضو اور غسل کے لیے جس قدر پانی مطلوب ہو تو اس قدر پانی کا استعمال سنت کا تقاضا ہے جس کی تفصیل بیان ہو چکی۔

4۔اس میں ان حضرات کے لیے بھی بڑی تنبیہ ہے جو وضو اور غسل میں پانی ضائع کرتے رہتے ہیں۔

(ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

اسی کے ضمن میں ایک عام غلط فہمی کا اِزالہ بھی ضروری ہے، ملاحظہ فرمائیں:

وضو اور غسل میں تین بار اعضا دھونے سے کیا مراد ہے؟

وضو اور غسل میں جو تین بار اعضا دھونا سنت ہے تو واضح رہے کہ اس سے محض تین بار پانی لینا مراد نہیں کہ ایک مرتبہ پانی لینے کو ایک بار، دوسری مرتبہ پانی لینے کو دو بار اور تیسری مرتبہ پانی لینے کو تین بار دھونا کہا جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ تینوں بار اعضا کو مکمل دھویا جائے، اگر کسی نے ایک بار پانی لے کر کسی عضو پر بہایا لیکن اس سے وہ عضو مکمل طور پر نہ دُھلا، بلکہ دوسری یا تیسری بار پانی لینے کے بعد ہی مکمل طور پر دُھل گیا تو اس کو تین بار دھونا نہیں کہا جاتا، بلکہ اسے ایک بار دھونا ہی کہا جائے گا، اور اسی طرح تین بار اعضا کو دھونا سنت ہے۔ (ردالمحتار) اس سے متعلق ایک مستقل قسط بھی لکھی جا چکی ہے جو کہ آگے مذکور ہے۔

تفصیلی عبارات

- سنن الترمذي:

٥٦- عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ عَنْ سَفِينَةَ رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ بِالمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ. وَفِي البَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. حَدِيثُ سَفِينَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو رَيْحَانَةَ اسمه عَبْدُ اللهِ بْنُ مَطَرٍ. وَهَكَذَا رَأَى بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ الوُضُوءَ بِالمُدِّ،

وَالغُسْلَ بِالصَّاعِ، وقَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: لَيْسَ مَعْنَى هَذَا الحَدِيثِ عَلَى التَّوَقِّيتِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ أَكْثَرُ مِنْهُ وَلَا أَقَلُّ مِنْهُ، وَهُوَ قَدْرُ مَا يَكْفِي.

- الأوسط لابن المنذر:

ذِكْرُ مِقْدَارِ الْمَاءِ لِلطَّهُورِ:

جَاءَ الْحَدِيثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُغَسِّلُهُ الصَّاعُ مِنَ الْمَاءِ وَيُوَضِّئُهُ الْمُدُّ.

٣٢٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا أَبُو رَيْحَانَةَ: حَدَّثَنَا سَفِينَةُ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُغَسِّلُهُ الصَّاعُ مِنَ الْمَاءِ، وَيُوَضِّئُهُ الْمُدُّ. وَقَدْ رُوِّينَا فِي هَذَا الْبَابِ أَخْبَارًا سِوَى هَذَا الْخَبَرِ، وَقَدْ ذَكَرْتُهَا فِي «كِتَابِ السُّنَنِ»، وَفِي الْكِتَابِ الَّذِي اخْتَصَرْتُ مِنْهُ هَذَا الْكِتَابَ.

ذِكْرُ إِبَاحَةِ الْوُضُوءِ وَالِاغْتِسَالِ بِأَقَلَّ مِنَ الْمُدِّ مِنَ الْمَاءِ وَالصَّاعِ وَأَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ:

٣٢٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أخبرنا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أخبرنا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيبَ الدَّارِ مِنَ الْمَسْجِدِ إِلَى أَهْلِهِ فَتَوَضَّأَ، وَبَقِيَ قَوْمٌ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ فِيهِ مَاءٌ، فَوَضَعَ كَفَّهُ فِيهِ، فَصَغُرَ أَنْ يَبْسُطَ كَفَّهُ فِيهِ فَضَمَّ أَصَابِعَهُ، فَوَضَعَهَا فِي الْمِخْضَبِ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ جَمِيعًا كُلُّهُمْ، قَالَ: قُلْنَا: كَمْ كَانُوا؟ قَالَ: ثَمَانِينَ رَجُلًا. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فِي هَذَا الْحَدِيثِ، وَفِي اغْتِسَالِ النَّبِيِّ عليه السلام وَعَائِشَةَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَفِي قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فِي زَمَانِ النبي ﷺ يَتَوَضَّئُونَ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ: دَلِيلٌ عَلَى إِبَاحَةِ الْوُضُوءِ وَالِاغْتِسَالِ بِأَقَلَّ مِنَ الصَّاعِ وَالْمُدِّ؛ لِأَنَّ الْأَمْرَ إِذَا كَانَ هَكَذَا فَأَخْذُهُمُ الْمَاءَ يَخْتَلِفُ، وَإِذَا اخْتَلَفَ أَخْذُهُمُ الْمَاءَ دَلَّ عَلَى أَنْ لَا حَدَّ فِيمَا يُطَهِّرُ الْمُتَوَضِّئَ وَالْمُغْتَسِلَ مِنَ الْمَاءِ إِلَّا الْإِتْيَانُ عَلَى مَا يَجِبُ مِنَ الْغُسْلِ وَالْمَسْحِ، وَقَدْ يَخْتَلِفُ أَخْذُ النَّاسِ لِلْمَاءِ. وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ الْمُدَّ مِنَ الْمَاءِ فِي الْوُضُوءِ، وَالصَّاعَ فِي الِاغْتِسَالِ غَيْرُ لَازِمٌ لِلنَّاسِ، وَكَانَ الشَّافِعِيُّ يَقُولُ: وَقَدْ يَرْفُقُ بِالْمَاءِ الْقَلِيلِ فَيَكْفِي، وَيُخْرَقُ بِالْكَثِيرِ فَلَا يَكْفِي، وَصَدق الشَّافِعِيُّ هَذَا النصّ، قال: مَوْجُودٌ مِنْ أَفْعَالِ النَّاسِ.

- رد المحتار:

مَطْلَبٌ فِي تَحْرِيرِ الصَّاعِ وَالْمُدِّ وَالرِّطْلِ:

(قَوْلُهُ: وَهُوَ ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ) أَيْ بِالْبَغْدَادِيِّ، وَهِيَ صَاعٌ عِرَاقِيٌّ، وَهُوَ أَرْبَعَةُ أَمْدَادٍ، كُلُّ مُدٍّ رِطْلَانِ، وَبِهِ أَخَذَ أَبُو حَنِيفَةَ. وَالصَّاعُ الْحِجَازِيُّ: خَمْسَةُ أَرْطَالٍ وَثُلُثٌ، وَبِهِ أَخَذَ الصَّاحِبَانِ وَالْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ، فَالْمُدُّ حِينَئِذٍ رِطْلٌ وَثُلُثٌ، وَالرِّطْلُ: مِائَةٌ وَثَلَاثُونَ دِرْهَمًا، وَقِيلَ: مِائَةٌ وَثَمَانِيَةٌ وَعِشْرُونَ دِرْهَمًا وَأَرْبَعَةُ أَسْبَاعِ دِرْهَمٍ، وَتَمَامُهُ فِي «الْحِلْيَةِ». قُلْت: وَالصَّاعُ الْعِرَاقِيُّ نَحْوُ نِصْفِ مُدٍّ دِمَشْقِيٍّ، فَإِذَا تَوَضَّأَ وَاغْتَسَلَ بِهِ فَقَدْ حَصَّلَ السُّنَّةَ. (قَوْلُهُ: وَقِيلَ: الْمَقْصُودُ إلَخْ) الْأَصْوَبُ حَذْفُ «قِيلَ»؛ لِمَا فِي «الْحِلْيَةِ» أَنَّهُ نَقَلَ غَيْرُ وَاحِدٍ إجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى أَنَّ مَا يُجْزِئُ فِي الْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ غَيْرُ مُقَدَّرٍ بِمِقْدَارٍ. وَمَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ مِنْ أَنَّ أَدْنَى مَا يَكْفِي الْغُسْلَ صَاعٌ، وَفِي الْوُضُوءِ مُدٌّ؛ لِلْحَدِيثِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ: «كَانَ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ»: لَيْسَ بِتَقْدِيرٍ لَازِمٍ، بَلْ هُوَ بَيَانُ أَدْنَى الْقَدْرِ الْمَسْنُونِ. اهـ. قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: حَتَّى إنَّ مَنْ أَسْبَغَ بِدُونِ ذَلِكَ أَجْزَأَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكْفِهِ زَادَ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّ طِبَاعَ النَّاسِ وَأَحْوَالَهُمْ مُخْتَلِفَةٌ، كَذَا فِي «الْبَدَائِعِ» اهـ. وَبِهِ جَزَمَ فِي «الْإِمْدَادِ» وَغَيْرِهِ.

- الجوهرة النيرة:

«الْفَرَقُ» بِفَتْحَتَيْنِ: إنَاءٌ يَأْخُذُ سِتَّةَ عَشَرَ رِطْلًا، كَذَا فِي «الْمُسْتَصْفَى»، وَالْمُحَدِّثُونَ يُسَكِّنُونَ الرَّاءَ. (بَابُ زَكَاةِ الزُّرُوعِ وَالثِّمَارِ)

- فتح القدير للإمام ابن الهمام:

وَ«الْفَرَقُ» بِتَحْرِيكِ الرَّاءِ عِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ، وَأَهْلُ الْحَدِيثِ يُسَكِّنُونَهَا، وَهُوَ مِكْيَالٌ مَعْرُوفٌ هُوَ سِتَّةَ عَشَرَ رِطْلًا. (فصل في العروض)

- رد المحتار:

(قَوْلُهُ: وَتَثْلِيثُ الْغَسْلِ) أَيْ جَعْلُهُ ثَلَاثًا، فَمَجْمُوعُ الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ سُنَّةٌ وَاحِدَةٌ، قَالَ فِي «الْفَتْحِ»: وَهُوَ الْحَقُّ. لَكِنْ صَحَّحَ فِي «السِّرَاجِ» أَنَّهُمَا سُنَّتَانِ مُؤَكَّدَتَانِ. قَالَ فِي «النَّهْرِ»: وَهُوَ

الْمُنَاسِبُ لِاسْتِدْلَالِهِمْ عَلَى السُّنِّيَّةِ بِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمَّا أَنْ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ قَالَ: «هَذَا وُضُوءُ مَنْ يُضَاعَفُ لَهُ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ»، وَلَمَّا أَنْ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا قَالَ: «هَذَا وُضُوئِي وَوُضُوءُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ تَعَدَّى وَظَلَمَ»، فَجَعَلَ لِلثَّانِيَةِ جَزَاءً مُسْتَقِلًّا، وَهَذَا يُؤْذِنُ بِاسْتِقْلَالِهَا، لَا أَنَّهَا جَزْءُ سُنَّةٍ حَتَّى لَا يُثَابَ عَلَيْهَا وَحْدَهَا. اهـ. وَقَيَّدَ بِالْغَسْلِ؛ إذْ لَا يُطْلَبُ تَثْلِيثُ الْمَسْحِ، كَمَا يَأْتِي. (قَوْلُهُ: الْمُسْتَوْعِبُ) فَلَوْ غَسَلَ فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى وَبَقِيَ مَوْضِعٌ يَابِسٌ، ثُمَّ فِي الْمَرَّةِ الثَّانِيَةِ أَصَابَ الْمَاءُ بَعْضَهُ، ثُمَّ فِي الثَّالِثَةِ أَصَابَ الْجَمِيعَ: لَا يَكُونُ غَسْلًا لِلْأَعْضَاءِ ثَلَاثًا، «حَلْبَةٌ» عَنْ «فَتَاوَى الْحُجَّةِ». (قَوْلُهُ: وَلَا عِبْرَةَ لِلْغَرَفَاتِ) أَيِ الْغَيْرِ الْمُسْتَوْعِبَةِ. قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَالسُّنَّةُ تَكْرَارُ الْغَسَلَاتِ الْمُسْتَوْعِبَاتِ لَا الْغَرَفَاتِ. اهـ. بَقِيَ: إذَا لَمْ يَسْتَوْعِبْ إلَّا فِي الثَّالِثَةِ كَمَا قُلْنَا، هَلْ يُحْسَبُ الْكُلُّ غَسْلَةً وَاحِدَةً فَيُعِيدُ الْغَسْلَ مَرَّتَيْنِ، أَوْ يُعِيدُ غَسْلَ مَا لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ فَقَطْ؟ وَالْمُتَبَادِرُ مِنْ عِبَارَةِ «الْبَحْرِ» الْأَوَّلُ، وَلْيُحَرَّرْ.

(سنن الوضوء)

- رد المحتار:

(قَوْلُهُ: أَوْ بِكُرِّ بُرٍّ) الْكُرُّ كَيْلٌ مَعْرُوفٌ، وَهُوَ سِتُّونَ قَفِيزًا، وَالْقَفِيزُ: ثَمَانِيَةُ مَكَاكِيكَ، وَالْمَكُّوكُ: صَاعٌ وَنِصْفٌ، «مِصْبَاحٌ». (مَطْلَبٌ فِي تَعْرِيفِ الْكُرِّ)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
23ربیع الثانی1441ھ/21دسمبر2019

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا تفصیلی حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم:

وضو شروع کرنے سے پہلے "بسم اللہ" پڑھنا سنت ہے، پوری "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔اس سنت پر عمل کرنے کے نتیجے میں متعدد فوائد حاصل ہو جاتے ہیں، جیسے:

- سنت پر عمل کرنے کا ثواب نصیب ہو جاتا ہے۔
- وضو کامل ہو جاتا ہے، جبکہ اس کے بغیر وضو کامل نہیں ہو سکتا۔
- کامل طور پر جسم کی ظاہری اور باطنی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے۔

جبکہ بسم اللہ پڑھے بغیر وضو تو ہو جاتا ہے لیکن اس صورت میں مذکورہ فوائد سے محرومی ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ کتنی بڑی محرومی ہے! اس لیے ہمیں وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا بھرپور اہتمام کرنا چاہیے۔

- مصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١٤- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: حدَّثَنِي رُبَيْحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ.

١٥- حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ: حدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَرْمَلَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا ثِفَالٍ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ رَبَاحَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حُوَيْطِبٍ يَقُولُ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي أَنَّهَا سَمِعَتْ أَبَاهَا يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ، وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ.

١٦- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ حَارِثَةَ، عَنْ عَمْرَةَ قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْمَاءِ، سَمَّى فَتَوَضَّأَ، وَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ.

١٧- حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ فَذَكَرَ اسْمَ اللهِ حِينَ يَأْخُذُ فِي وَضُوئِهِ طَهُرَ جَسَدُهُ كُلُّهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ لَمْ يَطْهُرْ مِنْهُ، إِلَّا مَا أَصَابَهُ الْمَاءُ.

١٨- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ رَبِيعٍ، عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُ قَالَ: يُسَمِّي إِذَا تَوَضَّأَ ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ أَجْزَأَهُ.

- **مجمع الزوائد میں ہے:**

١١١٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ: بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، فَإِنْ حَفَظَتَكَ لَا تَبْرَحُ تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتَّى تُحْدِثَ مِنْ ذَلِكَ الْوُضُوءِ».

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الصَّغِيرِ»، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

- **سنن النسائی میں ہے:**

٧٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ وَقَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: طَلَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَضُوءًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مَاءٌ»؟ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْمَاءِ وَيَقُولُ: «تَوَضَّئُوا بِسْمِ اللهِ». فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّئُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ. قَالَ ثَابِتٌ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَمْ تُرَاهُمْ؟ قَالَ؟ نَحْوًا مِنْ سَبْعِينَ.

(بَاب التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الْوُضُوءِ)

- **حاشیہ السندی علی سنن النسائی میں ہے:**

«توضئوا بِسم الله» أَي متبركين أَو مبتدئين بِهِ أَو قائلين هَذَا اللَّفْظ، على أَن الْجَار وَالْمَجْرُور أُرِيد بِهِ لَفظه، وعَلى كل تَقْدِير يحصل الْمَطْلُوب، وَعدل عَن الحَدِيث الْمَشْهُور بَينهم فِي هَذِه الْمَسْأَلَة وَهُوَ «لَا وضوء لمن لم يذكر اسْم الله عَلَيْهِ»؛ لما فِي إِسْنَاده من التَّكَلُّم.

فائدہ 1:

وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے یا مستحب، اس حوالے سے دو آرا پائی جاتی ہیں: متعدد فقہاء کرام نے اس کو مستحب قرار دیا ہے جبکہ امام طحاوی، امام قدوری، بہت سے متأخرین اور حضرات اکابر نے اس کو سنت قرار دیا ہے۔ جہاں تک امام ابن الہمام رحمہ اللہ کے اس قول کا تعلق ہے کہ وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے تو اس کو حضرات فقہاء کرام نے قبول نہیں فرمایا ہے۔

- **ردالمحتار:**

[تَتِمَّةٌ]: مَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ مِنْ أَنَّ الْبَدَاءَةَ بِالتَّسْمِيَةِ سُنَّةٌ هُوَ مُخْتَارُ الطَّحَاوِيِّ وَكَثِيرٌ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ.

وَرَجَّحَ فِي «الْهِدَايَةِ» نَدْبَهَا، قِيلَ: وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ، «نَهْرٌ». وَتَعَجَّبَ صَاحِبُ «الْبَحْرِ» مِنَ الْمُحَقِّقِ ابْنِ الْهُمَامِ حَيْثُ رَجَّحَ هُنَا وُجُوبَهَا، ثُمَّ ذَكَرَ فِي بَابِ شُرُوطِ الصَّلَاةِ أَنَّ الْحَقَّ مَا عَلَيْهِ عُلَمَاؤُنَا مِنْ أَنَّهَا مُسْتَحَبَّةٌ، كَيْفَ وَقَدْ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: لَا أَعْلَمُ فِيهَا حَدِيثًا ثَابِتًا. (سنن الوضوء)

فائدہ 2:

وضو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے سے متعلق جو روایات وارد ہوئی ہیں ان کو کئی محدثین کرام نے کمزور قرار دیا ہے حتی کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حوالے سے کوئی معتبر حدیث میرے علم میں نہیں۔ البتہ زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اول تو ان میں سے بعض حسن درجے کی روایات بھی ہیں جو کہ دیگر کمزور روایات کے لیے قوت کا ذریعہ بن جاتی ہیں، دوم یہ کہ یہ تمام کمزور روایات بھی باہمی قوت کا ذریعہ بن جاتی ہیں، سوم یہ کہ ماقبل میں جو ''سنن ابن ماجہ'' کی حدیث ذکر کی گئی ہے وہ صحیح درجے کی ہے، جس کی وجہ سے مزید قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے ایسی تمام روایات مجموعی اعتبار سے قابلِ استدلال ہیں۔

اس بحث کے لیے ''شرح ابن ماجہ لمغلطائی'' کے ساتھ ساتھ درج ذیل عبارات بھی ملاحظہ فرمائیں:

- مصباح الزجاجۃ للشہاب البوصیری:

(١٦٤) حَدثنَا أَبُو كريب مُحَمَّد بن الْعَلَاء: حَدثنَا زيد بن الْحباب، ح: وَحدثنَا مُحَمَّد بن بشار: حَدثنَا أَبُو عَامر الْعَقدي، ح: وَحدثنَا أَحْمد بن منيع: حَدثنَا أَبُو أَحْمد الزبيرِي، قَالُوا: حَدثنَا كثير بن زيد عَن ربيح بن عبد الرَّحْمَن بن أبي سعيد عَن أَبِيه عَن أبي سعيد الْخُدْرِيّ: أَن النَّبِي ﷺ قَالَ: «لَا وضوء لمن لم يذكر اسْم الله عَلَيْهِ».

هَذَا إِسْنَاد حسن، رَوَاهُ الْحَاكِم فِي «الْمُسْتَدْرك» عَن الْأَصَم عَن الْحُسَيْن بن عَليّ بن عَفَّان عَن زيد بن الْحباب بِهِ، وَزَاد فِي أَوله: «لَا صَلَاة لمن لَا وضوء لَهُ»، وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ عَن الْحَاكِم، وَسُئِلَ أَحْمد بن حَنْبَل عَن التَّسْمِيَة فِي الْوضُوء فَقَالَ: لَا أعلم فِيهِ حَدِيث كثير عَن ربيح، وَربيح رجل لَيْسَ بِمَعْرُوف. انْتهى. وَالْمَعْرُوف عَن البُخَارِيّ مَا حَكَاهُ عَن التِّرْمِذِيّ عَنهُ أَن أحسن شَيْء فِي هَذَا الْبَاب حَدِيث رَبَاح بن عبد الرَّحْمَن بن أبي سُفْيَان عَن جدته عَن أَبِيهَا سعيد بن زيد. وَسَيَأْتِي، وَقد

أخرجه التِّرْمِذِيّ وَابْن ماجه، وَأعله أَبُو زرْعَة وَأَبُو حَاتِم وَابْن الْقطَّان، وَالله أعلم. وَربيح رَوَاهُ أَحْمد بن منيع فِي «مُسْنده» كَمَا ذكره ابْن ماجه، وَكَذَا أَبُو يعلى الْموصِلِي، ذكره ابْن حبَان فِي «الثِّقَات»، وَقَالَ ابْن عدي: أَرْجُو أَنه لَا بَأْس بِهِ، وَقَالَ التِّرْمِذِيّ: فِي «الْعِلَل» عَن البُخَارِيّ: مُنكر الحَدِيث، وَالله أعلم. قَالَ التِّرْمِذِيّ: وَفِي الْبَاب عَن عَائِشَة وَأبي سعيد وَأبي هُرَيْرَة وَأنس وَسَهل بن سعد. وَرَوَاهُ أَبُو بكر بن أبي شيبَة عَن زيد بن الْحباب وَمُحَمّد بن عبد الله بن الزبير عَن كثير بن زيد بِهِ فَذكره.

(١٦٥) حَدثنَا الْحسن بن عَليّ الْخلال: حَدثنَا يزِيد بن هَارُون: أَنبأنا يزِيد بن عِيَاض: حَدثنَا أَبُو ثفال عَن رَبَاح بن عبد الرَّحْمَن بن أبي سُفْيَان أَنه سمع جدته بنت سعيد بن زيد تذكر أَنَّهَا سَمِعت أَبَاهَا سعيد بن زيد يَقُول: قَالَ رَسُول الله ﷺ: «لَا صَلَاة لمن لَا وضوء لَهُ، وَلَا وضوء لمن لم يذكر اسْم الله عَلَيْهِ».

قلت: هَكَذَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُد الطَّيَالِسِيّ فِي «مُسْنده» عَن الْحسن بن أبي جَعْفَر عَن أبي ثفال، بِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ فِي «جَامعه» من طَرِيق أبي ثفال بِهِ فَذكره دون قَوْله: «لَا صَلَاة لمن لا وضوء لَهُ».

(بَاب مَا جَاءَ فِي التَّسْمِيَة فِي الْوضُوء)

- **الترغیب والترہیب للمنذری:**

٣- عن رباح بن عبد الرحمن بن أبى سُفيان بن حُويطبٍ عن جدته عن أبيها قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: «لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه»، رواه الترمذي واللفظ له، وابن ماجه، والبيهقى، وقال الترمذي: قال محمد بن إسماعيل يعنى البخاري: أحسن شئ في هذا الباب حديث رباح بن عبد الرحمن عن جدته عن أبيها، قال الترمذي: وأبوها سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل.

(قال الحافظ): وفي الباب أحاديث كثيرة لا يسلم منها عن مقال. وقد ذهب الحسن وإسحاق بن راهويه، وأهل الظاهر إلى وجوب التسمية في الوضوء، حتى إنه إذا تعمد تركها أعاد الوضوء، وهو رواية عن الإمام أحمد، ولا شك أن الأحاديث التى وردت فيها وإن كان لا يسلم شئ منها عن مقال فإنها تتعاضد بكثرة طرقها، وتكتسب قوة، والله أعلم.

(الترهيب من ترك التسمية على الوضوء عامدا)

وضو سے پہلے بسم اللہ کب پڑھی جائے؟

مذکورہ مسئلے سے متعلق یہ تفصیل بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جس وضو سے پہلے استنجا کرنے کی ضرورت ہو تو حضرات فقہاء کرام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ایسی صورت میں بسم اللہ کب پڑھی جائے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چوں کہ ایسی صورت میں استنجا وضو کی تمہید اور حصہ ہے اس لیے استنجا سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، جبکہ بعض دیگر حضرات کا قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں بھی وضو ہی سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ ان دونوں اقوال کو جمع کرتے ہوئے صحیح اور محتاط قول یہ ہے کہ جس وضو سے پہلے استنجا کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں استنجا سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھی جائے اور وضو سے پہلے بھی۔

وضاحت 1:

مذکورہ تفصیل کے مطابق استنجا سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت بیت الخلا کی دعا کے ساتھ ساتھ بسم اللہ بھی پڑھی جائے، البتہ اگر بیت الخلا کے علاوہ کسی اور جگہ استنجا کرنا ہو تو ایسی صورت میں بسم اللہ اور دعا ستر کھولنے سے پہلے پڑھی جائے، البتہ اگر استنجا ایسی جگہ کیا جارہا ہو جہاں گندگی ہو تو ایسی صورت میں وہاں جانے سے پہلے ہی بسم اللہ اور دعا پڑھ لی جائے۔ (رد المحتار)

فائدہ:

اسی سے منسلک یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ بعض روایات میں بیت الخلا جانے کی دعا میں بسم اللہ پڑھنے کا بھی ذکر آتا ہے، البتہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ ان روایات پر محدثین کرام نے کلام بھی کیا ہے۔ ذیل میں روایات ملاحظہ فرمائیں:

- مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٣٠٥٢- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ قَالَ: بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ.

• کتاب الدعاء للطبرانی:

٣٥٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَاشِمٍ الْبَغَوِيُّ: حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ الذَّرَّاعُ: حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ أَبِي عُمَارَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ هَذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضَرَةٌ فَإِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْخَلاءَ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ وَمِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. قَالَ الطَّبَرَانِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِمَّنْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ قَتَادَةَ فِي مَتْنِهِ «بِسْمِ اللهِ» إِلا عَدِيُّ بْنُ أَبِي عُمَارَةَ.

٣٥٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ: حَدَّثَنَا أَبِي، ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلاءَ قَالَ: بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.

٣٥٨- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ غَنَّامٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ قَالَ: بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ. (باب القول عند دخول الخلاء)

• فتح الباری میں ہے:

وَقَدْ رَوَى الْعُمَرِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ طَرِيقِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الْمُخْتَارِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ بِلَفْظِ الْأَمْرِ قَالَ: «إِذَا دَخَلْتُمُ الْخَلَاءَ فَقُولُوا: بِسْمِ اللهِ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ». وَإِسْنَادُهُ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَفِيهِ زِيَادَةُ التَّسْمِيَةِ، وَلَمْ أَرَهَا فِي غَيْرِ هَذِهِ الرِّوَايَةِ. (قَوْلُهُ: بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ الْخَلَاءِ)

البتہ ''سنن ابن ماجہ'' میں بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے صرف بسم اللہ پڑھنے کا بھی ذکر آتا ہے:

٢٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ بَشِيرِ بْنِ سَلْمَانَ: حَدَّثَنَا خَلَّادٌ الصَّفَّارُ عَنِ الْحَكَمِ النَّصَرِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: سِتْرُ مَا بَيْنَ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللهِ.

وضاحت2:

ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر استنجا کے بعد وضو کی نوبت نہ آرہی ہو تو ایسی صورت میں مذکورہ مسئلے کے مطابق استنجا سے پہلے بسم اللہ پڑھنے والی تفصیل لاگو نہ ہوگی، البتہ چوں کہ بعض روایات میں بیت الخلا جانے کی دعا میں بسم اللہ کا بھی ذکر آتا ہے اس لیے اگر کوئی ان کی اتباع میں بسم اللہ بھی پڑھ لے تو یہ درست ہے۔ جیسا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ''بہشتی زیور'' میں بیت الخلا جانے کی دعا سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

فقہی عبارات

- فتاویٰ ہندیہ:

منها: التَّسْمِيَةُ. التَّسْمِيَةُ سُنَّةٌ مُطْلَقًا غَيْرُ مُقَيَّدٍ بِالْمُسْتَيْقِظِ وَتُعْتَبَرُ عِنْدَ ابْتِدَاءِ الْوُضُوءِ ...... ويسمى قبل الِاسْتِنْجَاءِ وَبَعْدَهُ، هو الصَّحِيحُ، كَذَا في «الْهِدَايَةِ». وَلَا يسمى في حَالِ الِانْكِشَافِ وَلَا في مَحَلِّ النَّجَاسَةِ، هَكَذَا في «فَتْحِ الْقَدِيرِ». (الْفَصْلُ الثَّانِي في سُنَنِ الْوُضُوءِ)

- الدر المختار:

(وَ) الْبدَاءَةُ (بِالتَّسْمِيَةِ) ..... (قَبْلَ الِاسْتِنْجَاء وَبَعْده) إلَّا حَالَ انْكِشَافٍ وَفِي مَحَلِّ نَجَاسَةٍ فَيُسَمِّي بِقَلْبِهِ ......

- رد المحتار:

(قَوْلُهُ: قَبْلَ الِاسْتِنْجَاءِ)؛ لِأَنَّهُ مِنَ الْوُضُوءِ، وَالْبدَاءَةُ فِي الْوُضُوءِ شُرِعَتْ بِالتَّسْمِيَةِ، «حلْبةٌ»، وَفِيهَا: ثُمَّ هَذَا كُلُّهُ أَيْ مَا ذُكِرَ مِنْ أَلْفَاظِ التَّسْمِيَةِ عِنْدَ ابْتِدَاءِ الْوُضُوءِ. أَمَّا عِنْدَ الِاسْتِنْجَاءِ فَفِي الصَّحِيحَيْنِ: «أَنَّهُ ﷺ كَانَ إذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: اللَّهُمَّ إنِّي أَعُوذُ بِك مِنْ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ»، وَزَادَ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو حَاتِمٍ وَابْنُ السَّكَنِ فِي أَوَّلِهِ: «بِسْمِ اللهِ» ..... (قَوْلُهُ: وَبَعْدَهُ)؛ لِأَنَّهُ حَالَ مُبَاشَرَةِ الْوُضُوءِ، «دُرَرٌ». وَفِيهَا أَنَّ عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَايِخِ تُسَنُّ قَبْلَهُ، وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ بَعْدَهُ، فَالْأَحْوَطُ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا. اهـ. وَاخْتَارَهُ فِي «الْهِدَايَةِ» وَ«قَاضِي خَانْ». (قَوْلُهُ: إلَّا حَالَ انْكِشَافٍ إلَخْ)

الظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ أَنَّهُ يُسَمِّي قَبْلَ رَفْعِ ثِيَابِهِ إنْ كَانَ فِي غَيْرِ الْمَكَانِ الْمُعَدِّ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ، وَإِلَّا فَقَبْلَ دُخُولِهِ، فَلَوْ نَسِيَ فِيهِمَا سَمَّى بِقَلْبِهِ، وَلَا يُحَرِّكُ لِسَانَهُ تَعْظِيمًا لِاسْمِ اللهِ تَعَالَى .....

[تَتِمَّةٌ]: مَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ مِنْ أَنَّ الْبَدَاءَةَ بِالتَّسْمِيَةِ سُنَّةٌ هُوَ مُخْتَارُ الطَّحَاوِيِّ وَكَثِيرٌ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ. وَرَجَّحَ فِي «الْهِدَايَةِ» نَدْبَهَا، قِيلَ: وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ، «نَهْرٌ». وَتَعَجَّبَ صَاحِبُ «الْبَحْرِ» مِنَ الْمُحَقِّقِ ابْنِ الْهُمَامِ حَيْثُ رَجَّحَ هُنَا وُجُوبَهَا، ثُمَّ ذَكَرَ فِي بَابِ شُرُوطِ الصَّلَاةِ أَنَّ الْحَقَّ مَا عَلَيْهِ عُلَمَاؤُنَا مِنْ أَنَّهَا مُسْتَحَبَّةٌ، كَيْفَ وَقَدْ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: لَا أَعْلَمُ فِيهَا حَدِيثًا ثَابِتًا. (سنن الوضوء)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

27 محرم الحرام 1442ھ/16 ستمبر 2020

وضو کے دوران مانگی جانے والی مسنون دُعا

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

وضو کے دوران مانگی جانے والی مسنون دُعا:

وضو کے دوران درج ذیل دعا مانگنا حدیث سے ثابت ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ

ترجمہ: اے اللہ! میرے لیے میرے گناہوں کو معاف فرمادیجیے، میرے لیے میرے گھر میں وسعت اور کشادگی عطافرمادیجیے اور میرے لیے میرے رزق میں برکت عنایت فرمادیجیے۔

(پُرنور دعائیں از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم، احسن الفتاویٰ 2/ 10)

ذیل میں اس حوالے سے روایت اور اس سے منسلک امور ذکر کرتے ہیں:

حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے وضو کیا اور یہ دعا پڑھی: ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ''۔ تو میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں نے تو آپ کو ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگتے ہوئے سنا۔ تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''کیا اس دعا نے کوئی (خیر کی) چیز چھوڑی بھی ہے؟'' (یعنی یہ دعا اس قدر جامع ہے کہ اس میں خیر کی تمام چیزیں آگئی ہیں۔)

- عمل اليوم والليلة لابن السني:

٢٨- أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبَّادًا -يَعْنِي ابْنَ عَبَّادِ بْنِ عَلْقَمَةَ- قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ يَقُولُ: قَالَ أَبُو مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَتَوَضَّأَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي، وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي». قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، لَقَدْ سَمِعْتُكَ تَدْعُو بِكَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: «وَهَلْ تَرَكْنَ مِنْ شَيْءٍ؟».

(بَابُ مَا يَقُولُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ وُضُوئِهِ)

- عمل اليوم والليلة للنسائي:

٨٠ - أخبرنا محمد بن عبد الأعلى قال: حدثنا المعتمر -يعني ابن سليمان- قال: سمعت عبادا -يعني ابن عباد بن علقمة- يقول: سمعت أبا مجلز يقول: قال أبو موسى: أتيت رسول الله ﷺ

وتوضأ فسمعته يدعو يقول: «اللّٰهُمَّ اغفر لي ذنبي، ووسع لي في داري، وبارك لي في رزقي». قال: فقلت: يانبي الله، لقد سمعتك تدعو بكذا وكذا. قال: «وهل تركن من شيء».

(ما يقول إذا توضأ)

"مسند ابی یعلیٰ" میں یہ حدیث یوں مذکور ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے پاس وضو کا پانی لے کر آئے تو انھوں نے وضو کیا اور یہ دعا مانگی: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ"۔

٧٢٧٣- حَدَّثنا أَبُو بَكْرٍ: حَدَّثنا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ بِوَضُوءٍ، فَتَوَضَّأَ، قَالَ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي، وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي».

فوائد برائے اہلِ علم:

فائدہ 1: احادیث مبارکہ میں صراحت کے ساتھ وضو کے دوران مانگی جانے والی دعا کا ذکر نہیں ملتا، جہاں تک مذکورہ حدیث کا تعلق ہے تو اس میں بھی اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے مذکورہ دعا کس وقت مانگی؟ آیا وضو کے دوران مانگی ہے یا وضو کے بعد؟ مذکورہ حدیث میں دونوں ہی باتوں کا احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ دعا وضو کے دوران مانگی ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ دعا وضو سے فراغت کے بعد مانگی ہو۔ چنانچہ حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابن السنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" میں جب مذکورہ حدیث ذکر فرمائی تو اس پر یہ عنوان اور باب قائم کیا کہ: "بَابُ مَا يَقُولُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ وُضُوئِهِ" یعنی وضو کے دوران مانگی جانے والی دعا۔ جبکہ حضرت امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی اسی کے ہم نام کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" میں یہی روایت ذکر کرکے اس پر یہ عنوان اور باب قائم کیا ہے کہ: "بابُ ما يقول بعد فراغه من وضوئه" یعنی وضو کے بعد مانگی جانے والی دعا۔ یوں مذکورہ حدیث میں دونوں ہی احتمال موجود ہیں۔

- الأذكار للنووي:

١٦٨- وقد روى النسائي، وصاحبه ابن السني في كتابيهما «عمل اليوم والليلة» بإسناد صحيح عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال: أتيتُ رسول الله ﷺ بوضوءٍ، فتوضأ، فسمعته يدعو ويقول: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لي ذَنْبِي، وَوَسِّع لي فِي داري، وَبارِكْ لي في رِزْقِي»، فقلتُ: يا نبيّ الله، سمعتك تدعو بكذا وكذا، قال: «وَهَلْ تَرَكْنَ مِنْ شَيْءٍ؟».

تَرْجَم ابن السني لهذا الحديث: «باب ما يقول بين ظهراني وضوئه». وأما النسائي فأدخله في «باب: ما يقول بعد فراغه من وضوئه»، وكلاهما محتمل. والله أعلم.

(فصل في أدعية أعضاء الوضوء)

- زاد المعاد في هدي خير العباد ﷺ:

وَقَالَ النّسَائِيّ: بَاب مَا يَقُولُ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنْ وُضُوئِهِ، فَذَكَرَ بَعْضَ مَا تَقَدّمَ، ثُمّ ذَكَرَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيّ قَالَ أَتَيْتُ ﷺ بِوَضُوءٍ فَتَوَضّأَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ وَيَدْعُو: «اللّهُمّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَوَسّعْ لِي فِي دَارِي، وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي». فَقُلْتُ: يَا نَبِيّ اللهِ، سَمِعْتُك تَدْعُو بِكَذَا وَكَذَا، قَالَ: «وَهَلْ تَرَكْت مِنْ شَيْءٍ»؟ وَقَالَ ابْنُ السّنّيّ: بَاب مَا يَقُولُ بَيْنَ ظَهْرَانِي وُضُوئِهِ .... فَذَكَرَهُ. (فَصْلٌ فِي هَدْيِهِ ﷺ فِي أَذْكَارِ الْوُضُوءِ)

- مواهب الجليل لشرح مختصر الخليل:

في الوضوء أمور: منها: ..... ولطم الوجه بالماء وهو جهل لا يضر، والتكبير عند ذلك، وأنكره في «مراقي الزلف»، والتشهد وأنكره النووي وقال: لم يقل به إلا بعض أصحابنا، ورد عليه قال: والأذكار المترتبة على الأعضاء لا أصل لها، وأنكر ابن العربي أن يكون في الوضوء ذكر غير التسمية أوله والتشهد آخره، نعم ورد في الصحيح عن أبي موسى رضي الله عنه أنه عليه الصلاة والسلام قال على وضوئه: «اللّٰهُمَّ اغفر لي ذنبي ووسع لي في داري وبارك لي في رزقي»، فسألته عن ذلك فقال: «وهل ترك من خير؟». فترجم النسائي لذلك فقال: باب ما يقول بعد

الوضوء، وابن السني: باب ما يقول بين ظهراني وضوئه، وذكرهما النووي في «حلية الأبرار». انتهى. (كتاب الطهارة)

وضاحت:

مذکورہ فائدہ نمبر 1 سے متعلق یہ وضاحت بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ حضرت امام نووی رحمہ اللہ کا یہ قول ماقبل میں ذکر ہوا کہ حضرت امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”عمل الیوم واللیلۃ“ میں یہ روایت ”بابُ ما يقول بعد فراغه من وضوئه“ کے عنوان اور باب کے تحت ذکر فرمائی ہے۔ جبکہ بندہ کو ”عمل الیوم واللیلۃ للنسائی“ کا جو نسخہ دستیاب ہو سکا اُس میں مذکورہ روایت پر جو عنوان اور باب قائم کیا گیا ہے وہ ہے: ”ما يقول إذا توضأ“، اس باب سے یہ بات واضح طور معلوم نہیں ہوتی کہ مذکورہ دعا وضو کے بعد مانگنی ہے، کیوں کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس کے بعد جو باب قائم کیا ہے وہ ہے: ”ما يقول إذا فرغ من وضوئه“ یعنی وضو کے بعد مانگی جانے والی دعائیں، گویا کہ وضو کے بعد کی دعائیں انھوں نے اس باب کے تحت ذکر فرمائی ہیں، تو اگر امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ زیرِ بحث دعا وضو کے بعد مانگنے کی ہے تو وہ اس کو اسی باب کے تحت ذکر فرماتے، حالاں کہ بندہ کو یہ روایت اس باب کے تحت نہیں ملی، بلکہ اس سے پچھلے باب ”ما يقول إذا توضأ“ کے تحت ملی ہے۔

اس کے بارے میں یا تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ کے پاس ”عمل الیوم واللیلۃ للنسائی“ کا جو نسخہ موجود تھا اُس میں مذکورہ روایت ”بابُ ما يقول بعد فراغه من وضوئه“ کے تحت مذکور ہو، یا بصورتِ دیگر اس کو تسامح پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

البتہ اس تمام تفصیل سے قطع نظر یہ بات تو واضح ہے کہ مذکورہ حدیث میں دونوں ہی احتمال موجود ہیں، جس کی تفصیل ذکر ہو چکی۔

فائدہ 2: مذکورہ روایت کو متعدد حضرات محدثین کرام نے صحیح اور معتبر قرار دیا ہے، جیسا کہ ماقبل میں

مذکور عبارات میں بھی صراحت موجود ہے، جبکہ بعض محدثین کرام نے اس حدیث سے متعلق کچھ کلام بھی فرمایا ہے۔

- نتائج الأفكارفي تخريج أحاديث الأذكار:

قوله: «وورد في النسائي وصاحبه ابن السني في كتابيهما: «عمل اليوم والليلة» بإسناد صحيح عن أبي موسى إلى آخره»: أخبرني أبو المعالي بن عمر السعردي: أنا أبو العباس أحمد بن محمد بن عمر: أنا عبد اللطيف بن عبد المنعم: أنا عبد الله بن أحمد بن أبي المجد: أنا هبة الله بن محمد بن عبد الواحد: أنا الحسن بن علي الواعظ: أنا أحمد بن جعفر بن حمدان: ثنا عبد الله بن أحمد بن محمد بن حنبل: حدثني أبي: ثنا عبد الله بن محمد قال عبد الله بن أحمد: وسمعته أنا من عبد الله بن محمد بن أبي شيبة قال: ثنا معتمر بن سليمان: ثنا عباد بن عباد -يعني ابن أخضر- عن أبي مجلز، عن أبي موسى الأشعري قال: أتيت النبي ﷺ وهو يتوضأ فصلى وقال: «اللّٰهُمَّ اغفر لي ذنبي ووسع لي في داري وبارك لي في رزقي». أخرجه النسائي عن محمد بن عبد الأعلى، عن معتمر. فوقع لنا بدلًا عاليًا. وروينا هذه الزيادة في «الطبراني الكبير» من رواية مسدد وعارم والمقدمي كلهم عن معتمر، ووقع في روايتهم: فتوضأ ثم صلى، ثم قال .... وهذا يدفع ترجمة ابن السني حيث قال: «باب ما يقول بين ظهراني وضوئه»؛ لتصريحه بأنه قاله بعد الصلاة، ويدفع احتمال كونه بين الوضوء والصلاة. وأما حكم الشيخ على الإسناد بالصحة ففيه نظر؛ لأن أبا مجلز لم يلق سمرة بن جندب ولا عمران بن حصين فيما قاله علي بن المديني، وقد تأخرا بعد أبي موسى، ففي سماعه من أبي موسى نظر، وقد عهد منه الإرسال ممن لم يلقه، ورجال الإسناد المذكور رجال الصحيح إلا عباد بن عباد، وهو ثقة. والله أعلم.

فائدہ 3: جن محدثین کرام نے مذکورہ حدیث اور دعا سے متعلق شبہ ظاہر فرمایا ہے اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مذکورہ روایت میں کہیں تو مذکورہ دعا وضو کے دوران یا وضو کے بعد مانگنے کا ذکر ملتا ہے جبکہ کہیں نماز کے

بعد مانگنے کا ذکر ملتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث ''مصنَّف ابن ابی شیبہ'' میں بھی ہے جس میں مذکورہ دعا نماز کے بعد مانگنے کا ثبوت ملتا ہے:

٣٠٠٠٤- حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي».

بطورِ تطبیق یوں کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ وضو اور نماز دونوں ہی مقامات پر الگ الگ مذکورہ دعا مانگنے کا ثبوت ہو۔ واللہ اعلم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
20 جُمادی الثانیہ 1442ھ/ 3 فروری 2020

نمازِ فجر کا مستحب وقت

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

فجر کی نماز کا وقتِ ادا:

فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور سورج نکلنے تک رہتا ہے، اس دوران جب بھی فجر کی نماز ادا کی جائے تو ادا شمار ہوتی ہے، اور جب سورج نکلنا شروع ہو جائے تو فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔
(البحر الرائق، الدر المختار، تبیین الحقائق)

مردوں کے لیے نمازِ فجر کا مستحب وقت:

مردوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز اندھیرے کی بجائے روشنی میں ادا کریں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: **أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ** یعنی فجر کی نماز روشنی میں پڑھا کرو کیوں کہ اس کا اجر وثواب زیادہ ہے۔

واضح رہے کہ حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام جیسے: حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت حسین، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین کرام جیسے: حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت سعید بن جبیر اور حضرت علقمہ اور دیگر جلیل القدر حضرات رحمہم اللہ سے یہی ثابت ہے کہ فجر کی نماز اندھیرے کی بجائے روشنی میں پڑھنا افضل ہے اور اس کا اجر بھی زیادہ ہے، حتی کہ جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا جتنا اتفاق اس بات پر ہوا اس سے بڑھ کر کسی اور بات پر نہیں ہوا۔

- سنن الترمذی میں ہے:

١٥٤- عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «أَسْفِرُوا بِالفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ». وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ هَذَا الحَدِيثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ. وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ أَيْضًا عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ. وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، وَجَابِرٍ، وَبِلَالٍ. حَدِيثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَأَى غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالتَّابِعِينَ: الإِسْفَارَ بِصَلَاةِ الفَجْرِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ.

- **مصنف ابن ابی شیبہ:**

٣٢٦١- عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلأَجْرِ».

٣٢٦٣- عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ: أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: يَا ابْنَ النَّبَّاحِ، أَسْفِرْ بِالْفَجْرِ.

٣٢٦٤- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٦٥- عَنْ زِيَادِ بْنِ الْمُقَطِّعِ قَالَ: رَأَيْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَسْفَرَ بِالْفَجْرِ جِدًّا.

٣٢٦٦- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا مُعَاوِيَةُ بِغَلَسٍ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: أَسْفِرُوا بِهَذِهِ الصَّلَاةِ؛ فَإِنَّهُ أَفْقَهُ لَكُمْ.

٣٢٦٧- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍعَنْ رَضِيِّ بْنِ أَبِي عَقِيلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَبِيعُ بْنُ جُبَيْرٍ يَقُولُ لَهُ- وَكَانَ مُؤَذِّنُهُ-: يَا أَبَا عَقِيلٍ، نَوِّرْ، نَوِّرْ.

٣٢٦٨- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٦٩- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ يُسْفِرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٧٠- عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ يُسْفِرُونَ بِالْفَجْرِ.

٣٢٧١- عَنْ عُبَيْدٍ الْمُكْتِبِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٧٢- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّكُمْ كُلَّمَا أَسْفَرْتُمْ كَانَ أَعْظَمَ لِلأَجْرِ».

٣٢٧٣- حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: كَانُوا يُحِبُّونَ أَنْ يَنْصَرِفُوا مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَأَحَدُهُمْ يَرَى مَوْضِعَ نَبْلِهِ.

٣٢٧٤- حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ بِشْرِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: سَافَرْت مَعَ عَلْقَمَةَ، فَكَانَ يُنَوِّرُ بِالصُّبْحِ.

٣٢٧٥- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: مَا أَجْمَعَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مَا أَجْمَعُوا عَلَى التَّنْوِيرِ بِالْفَجْرِ.

نمازِ فجر کو روشنی میں ادا کرنے کا مطلب:

نمازِ فجر کو روشنی میں ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں نمازِ فجر ادا کی جائے کہ جب روشنی خوب پھیل جائے اور سورج طلوع ہونے تک اس قدر وقت باقی ہو کہ مسنون قرأت کے ساتھ سنت کے مطابق نماز ادا کرنے کے بعد بھی اتنا وقت باقی رہے کہ اگر کسی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے تو سنت کے مطابق مسنون قرأت کے ساتھ وہ نماز دوبارہ ادا کی جا سکے اور اس کے بعد بھی مسبوق افراد اپنی بقیہ نماز پوری کر سکیں۔ بعض اہل علم حضرات کے تجربے کے مطابق سورج طلوع ہونے سے تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے فجر کی نماز ادا کرنے سے اس پر بخوبی عمل کیا جا سکتا ہے۔

نمازِ فجر میں مسنون قرأت کی مقدار:

واضح رہے کہ نمازِ فجر میں مسنون قرأت سے مراد یہ ہے کہ طوال مفصل یعنی سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ البروج تک کی سورتوں میں سے دونوں رکعتوں میں چالیس تا ساٹھ آیات تلاوت کی جا سکیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ:

یہ واضح رہے کہ حج کے موقع پر مزدلفہ میں فجر کی نماز اندھیرے ہی میں ادا کرنا افضل ہے۔
(ردالمحتار، علم الفقہ)

رمضان المبارک میں اندھیرے میں نمازِ فجر کی ادائیگی کی وجہ:

عام حالات میں تو فجر کی نماز میں افضل یہی ہے کہ وہ روشنی میں ادا کی جائے جس کی تفصیل بیان ہو چکی، اس میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ تاخیر سے ادا ہونے کی صورت میں اس میں لوگ کثرت سے جماعت میں شریک ہو سکیں گے کیوں کہ اگر وقت داخل ہوتے ہی اندھیرے میں نماز ادا کی جائے تو قوی اندیشہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی جماعت رہ جائے، حالاں کہ تکثیرِ جماعت بھی مطلوب ہے۔ لیکن جہاں اندھیرے میں نماز ادا کرنے کی صورت میں جماعت میں زیادہ سے زیادہ افراد کی شرکت ہو جاتی ہو اور روشنی میں نماز ادا کرنے کی وجہ

سے لوگوں کی جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو جیسا کہ رمضان المبارک میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے تو ایسی صورت میں لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے وقت داخل ہو جانے کے بعد اندھیرے ہی میں فجر ادا کرنا افضل ہے۔
(فیض الباری، فتاویٰ محمودیہ، آپ کے مسائل اور ان کا حل)

- صحیح بخاری میں ہے:

۵۷۷- عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةٌ بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

- فیض الباری شرح صحیح بخاری للامام الکشمیری میں ہے:

۵۷۷- قوله: (كنت أَتَسَحَّرُ في أهلي، ثُمَّ يكونُ سُرْعَةٌ بي أَنْ أُدْرِكَ صلاةَ الفجرِ مَعَ رَسولِ الله ﷺ) ولعل هذا التَّغْلِيس كان في رمضان خاصة، وهكذا ينبغي عندنا إذا اجتمعَ النَّاس، وعليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهد الأكابر. (باب وَقْتِ الفَجْر)

عورتوں کے لیے نمازِ فجر کا مستحب وقت:

عورتوں کے لیے ہمیشہ اندھیرے ہی میں فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے، یعنی جیسے فجر کا وقت داخل ہو جائے تو عورتوں کو چاہیے کے فجر کی نماز ادا کرلیں، روشنی پھیلنے کا انتظار نہ کریں، کیوں کہ یہی ان کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار، علم الفقہ)

خواتین مسجد کی اذان کی پابند نہیں:

خواتین مسجد کی اذان کی پابند نہیں بلکہ وقت داخل ہوتے ہی وہ نماز ادا کرسکتی ہیں اگرچہ اذان نہ ہوئی ہو، البتہ جن خواتین کو نماز کا وقت داخل ہونے کا علم نہ ہوتا ہو تو ان کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ یا تو کسی سے پوچھ لیا کریں یا مسجد کی اذان کا انتظار کریں۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ خواتین کے لیے افضل یہ ہے کہ نمازِ فجر تو اندھیرے میں ادا کریں اور باقی نمازیں مردوں کی جماعت ہو جانے کے بعد ادا کرلیا کریں۔
(الدر المختار، علم الفقہ، آپ کے مسائل اور ان کا حل)

تفصیلی عبارات

- الدر المختار میں ہے:

(وَقْتُ) صَلَاةِ (الْفَجْرِ) ..... (مِنْ) أَوَّلِ (طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي) وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُنْتَشِرُ الْمُسْتَطِيرُ لَا الْمُسْتَطِيلُ (إلَى) قُبَيْلِ (طُلُوعِ ذُكَاءَ) بِالضَّمِّ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ: اسْمُ الشَّمْسِ.

- ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: مِنْ أَوَّلِ طُلُوعِ إلَخْ) زَادَ لَفْظَ «أَوَّلِ»؛ اخْتِيَارًا لِمَا دَلَّ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ كَمَا قَدَّمْنَاهُ. (قَوْلُهُ: وَهُوَ الْبَيَاضُ إلَخْ)؛ لِحَدِيثِ مُسْلِمٍ وَالتِّرْمِذِيِّ وَاللَّفْظُ لَهُ: «لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سُحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ وَلَكِنِ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيرُ». فَالْمُعْتَبَرُ الْفَجْرُ الصَّادِقُ وَهُوَ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيرُ فِي الْأُفُقِ: أَيِ الَّذِي يَنْتَشِرُ ضَوْءُهُ فِي أَطْرَافِ السَّمَاءِ لَا الْكَاذِبُ وَهُوَ الْمُسْتَطِيلُ الَّذِي يَبْدُو طَوِيلًا فِي السَّمَاءِ كَذَنَبِ السِّرْحَانِ أَيِ الذِّئْبِ ثُمَّ يَعْقُبُهُ ظُلْمَةٌ.
[فَائِدَةٌ] ذَكَرَ الْعَلَّامَةُ الْمَرْحُومُ الشَّيْخُ خَلِيلٌ الْكَامِلِيُّ فِي حَاشِيَتِهِ عَلَى «رِسَالَةِ الأسطرلاب» لِشَيْخِ مَشَايِخِنَا الْعَلَّامَةِ الْمُحَقِّقِ عَلِيٍّ أَفَنْدِي الدَّاغِسْتَانِيِّ: أَنَّ التَّفَاوُتَ بَيْنَ الْفَجْرَيْنِ وَكَذَا بَيْنَ الشَّفَقَيْنِ الْأَحْمَرِ وَالْأَبْيَضِ إنَّمَا هُوَ بِثَلَاثِ دُرَجٍ. اهـ (قَوْلُهُ: إلَى قُبَيْلِ) كَذَا أَقْحَمَهُ فِي «النَّهْرِ»، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ مَبْنِيٌّ عَلَى دُخُولِ الْغَايَةِ، لَكِنَّ التَّحْقِيقَ عَدَمُهُ لِكَوْنِهَا غَايَةَ مَدٍّ كَمَا سَبَقَ فَلَا حَاجَةَ إلَى ذَلِكَ. اهـ. إسْمَاعِيلُ. (قَوْلُهُ: بِالضَّمِّ) أَيْ وَبِالْمَدِّ كَمَا فِي «الْقَامُوسِ» ح.

- الدر المختار میں ہے:

(وَالْمُسْتَحَبُّ) لِلرَّجُلِ (الِابْتِدَاءُ) فِي الْفَجْرِ (بِإِسْفَارٍ وَالْخَتْمُ بِهِ) هُوَ الْمُخْتَارُ بِحَيْثُ يُرَتِّلُ أَرْبَعِينَ آيَةً ثُمَّ يُعِيدُهُ بِطَهَارَةٍ لَوْ فَسَدَ. وَقِيلَ: يُؤَخِّرُ جِدًّا؛ لِأَنَّ الْفَسَادَ مَوْهُومٌ: (إلَّا لِحَاجٍّ بِمُزْدَلِفَةَ) فَالتَّغْلِيسُ أَفْضَلُ كَمَرْأَةٍ مُطْلَقًا، وَفِي غَيْرِ الْفَجْرِ الْأَفْضَلُ لَهَا انْتِظَارُ فَرَاغِ الْجَمَاعَةِ.

- ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: لِلرَّجُلِ) يَأْتِي مُحْتَرَزُهُ. (قَوْلُهُ: فِي الْفَجْرِ) أَيْ صَلَاةِ الْفَرْضِ، وَفِي صَلَاةِ السُّنَّةِ قَوْلَانِ كَمَا

يَأْتِي لِلشَّارِحِ ط. (قَوْلُهُ: بِإِسْفَارِهِ) أَيْ فِي وَقْتِ ظُهُورِ النُّورِ وَانْكِشَافِ الظُّلْمَةِ، سُمِّيَ بِهِ؛ لِأَنَّهُ يُسْفِرُ: أَيْ يَكْشِفُ عَنِ الْأَشْيَاءِ خِلَافًا لِلْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ»، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ. وَرَوَى الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ: مَا اجْتَمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مَا اجْتَمَعُوا عَلَى التَّنْوِيرِ بِالْفَجْرِ. وَتَمَامُهُ فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ» وَغَيْرِهَا. (قَوْلُهُ: أَرْبَعِينَ آيَةً) أَيْ إِلَى سِتِّينَ. (قَوْلُهُ: ثُمَّ يُعِيدُهُ بِطَهَارَةٍ) أَيْ يُعِيدُ الْفَجْرَ: أَيْ صَلَاتَهُ مَعَ تَرْتِيلِ الْقِرَاءَةِ الْمَذْكُورَةِ، وَيُعِيدُ الطَّهَارَةَ لَوْ فَسَدَ بِفَسَادِهَا أَوْ ظَهَرَ فَسَادُهُ بِعَدَمِهَا نَاسِيًا. وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْإِسْفَارَ أَنْ يُمْكِنَهُ إِعَادَةُ الطَّهَارَةِ وَلَوْ مِنْ حَدَثٍ أَكْبَرَ كَمَا فِي «النَّهْرِ» وَ«الْقُهُسْتَانِيِّ»، وَإِعَادَةُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَالَةِ الْأُولَى قَبْلَ الشَّمْسِ. (قَوْلُهُ: وَقِيلَ: يُؤَخِّرُ جِدًّا) قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَهُوَ ظَاهِرُ إِطْلَاقِ الْكِتَابِ أَيِ الْكَنْزِ، لَكِنْ لَا يُؤَخِّرُهَا بِحَيْثُ يَقَعُ الشَّكُّ فِي طُلُوعِ الشَّمْسِ اهـ لَكِنْ فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ»: الْأَصَحُّ الْأَوَّلُ ح. (قَوْلُهُ: مُطْلَقًا) أَيْ وَلَوْ فِي غَيْرِ مُزْدَلِفَةَ؛ لِبِنَاءِ حَالِهِنَّ عَلَى السَّتْرِ وَهُوَ فِي الظَّلَامِ أَتَمُّ.

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

26 رمضان المبارک 1441ھ/20 مئی 2020

ماہِ رمضان میں نمازِ فجر جلد ادا کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

ماہِ رمضان میں نمازِ فجر جلد ادا کرنے پر اعتراضات کی حقیقت:

ماہِ رمضان المبارک میں عموماً مساجد میں نمازِ فجر صبح صادق ہوتے ہی جلد ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جس پر بعض حضرات شبہات کا اظہار کرتے ہیں اور اس کو درست نہیں سمجھتے بلکہ اس کو احادیث کے بھی خلاف سمجھتے ہیں، حالاں کہ ان شبہات کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں، بلکہ یہ شریعت کی تعلیمات سے ناواقفیت پر مبنی ہیں۔اس لیے ذیل میں اس مسئلہ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس کے بارے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں اور شبہات کا ازالہ ہو سکے گا ان شاء اللہ۔

رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں نمازِ فجر کا مستحب وقت:

احناف کے نزدیک ماہِ رمضان المبارک کے علاوہ دیگر مہینوں میں مردوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز اندھیرے کی بجائے روشنی میں ادا کریں، اس کی دلیل یہ حدیث شریف ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ“. جس کا مطلب یہ ہے کہ ”نمازِ فجر روشنی میں پڑھا کرو کیوں کہ اس کا اجر و ثواب زیادہ ہے۔“

واضح رہے کہ حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام جیسے: حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت حسین، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم، اور حضرات تابعین کرام جیسے: حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت سعید بن جبیر اور حضرت علقمہ اور دیگر جلیل القدر حضرات رحمہم اللہ سے یہی ثابت ہے کہ فجر کی نماز اندھیرے کی بجائے روشنی میں پڑھنا افضل ہے اور اس کا اجر بھی زیادہ ہے، حتی کہ جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا جتنا اتفاق اس بات پر ہوا اس سے بڑھ کر کسی اور بات پر نہیں ہوا۔ ذیل میں روایات ملاحظہ فرمائیں:

- سنن الترمذی میں ہے:

١٥٤- عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «أَسْفِرُوا بِالفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ

لِلْأَجْرِ». وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ هَذَا الحَدِيثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ. وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ أَيْضًا عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ. وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، وَجَابِرٍ، وَبِلَالٍ. حَدِيثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَأَى غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالتَّابِعِينَ: الإِسْفَارَ بِصَلَاةِ الفَجْرِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ.

- **مصنف ابن ابی شیبہ:**

٣٢٦١- عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلأَجْرِ».

٣٢٦٣- عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ: أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: يَا ابْنَ التَّبَّاحِ، أَسْفِرْ بِالْفَجْرِ.

٣٢٦٤- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٦٥- عَنْ زِيَادِ بْنِ الْمُقَطِّعِ قَالَ: رَأَيْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَسْفَرَ بِالْفَجْرِ جِدًّا.

٣٢٦٦- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا مُعَاوِيَةُ بِغَلَسٍ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: أَسْفِرُوا بِهَذِهِ الصَّلَاةِ؛ فَإِنَّهُ أَفْقَهُ لَكُمْ.

٣٢٦٧- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ رَضِيِّ بْنِ أَبِي عَقِيلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَبِيعُ بْنُ جُبَيْرٍ يَقُولُ لَهُ- وَكَانَ مُؤَذِّنُهُ-: يَا أَبَا عَقِيلٍ، نَوِّرْ، نَوِّرْ.

٣٢٦٨- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٦٩- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ يُسْفِرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٧٠- عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ يُسْفِرُونَ بِالْفَجْرِ.

٣٢٧١- عَنْ عُبَيْدٍ الْمُكْتِبِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٧٢- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّكُمْ كُلَّمَا أَسْفَرْتُمْ كَانَ أَعْظَمَ لِلأَجْرِ».

٣٢٧٣- حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: كَانُوا يُحِبُّونَ أَنْ يَنْصَرِفُوا مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَأَحَدُهُمْ يَرَى مَوْضِعَ نَبْلِهِ.

٣٢٧٤- حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ بِشْرِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ:

سَافَرْت مَعَ عَلْقَمَةَ، فَكَانَ يُنَوِّرُ بِالصُّبْحِ.

٣٢٧٥- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: مَا أَجْمَعَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مَا أَجْمَعُوا عَلَى التَّنْوِيرِ بِالْفَجْرِ.

نمازِ فجر کو روشنی میں ادا کرنے کا مطلب:

نمازِ فجر کو روشنی میں ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں نمازِ فجر ادا کی جائے کہ جب روشنی خوب پھیل جائے اور سورج طلوع ہونے تک اس قدر وقت باقی ہو کہ مسنون قرأت کے ساتھ سنت کے مطابق نماز ادا کرنے کے بعد بھی اتنا وقت باقی رہے کہ اگر کسی وجہ سے فجر کی نماز فاسد ہو جائے تو سنت کے مطابق مسنون قرأت کے ساتھ وہ نماز دوبارہ ادا کی جاسکے اور اس کے بعد بھی مسبوق افراد اپنی بقیہ نماز پوری کر سکیں۔ بعض اہل علم حضرات کے تجربے کے مطابق سورج طلوع ہونے سے تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے فجر کی نماز ادا کرنے سے اس پر بخوبی عمل کیا جاسکتا ہے۔

نمازِ فجر میں مسنون قرأت کی مقدار:

واضح رہے کہ نمازِ فجر میں مسنون قرأت سے مراد یہ ہے کہ طوال مفصل یعنی سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ البروج تک کی سورتوں میں سے دونوں رکعتوں میں تقریباً چالیس تا ساٹھ آیات تلاوت کی جاسکیں۔

(ردالمحتار)

مسئلہ:

یہ بھی واضح رہے کہ حج کے موقع پر مزدلفہ میں فجر کی نماز اندھیرے ہی میں ادا کرنا افضل ہے۔

(ردالمحتار، علم الفقہ)

ماہِ رمضان میں فجر کی نماز جلد ادا کرنے کا حکم:

عام حالات میں تو فجر کی نماز میں افضل یہی ہے کہ وہ روشنی میں ادا کی جائے جس کی تفصیل بیان ہو چکی، اس میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ نمازِ فجر تاخیر سے ادا ہونے کی صورت میں لوگ کثرت سے جماعت میں شریک ہو سکیں گے کیوں کہ اگر وقت داخل ہوتے ہی اندھیرے میں نماز ادا کی جائے تو قوی اندیشہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی جماعت رہ جائے، حالاں کہ شریعت میں تکثیرِ جماعت یعنی جماعت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی شرکت بھی مطلوب ہے، جیسا کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ لیکن جس صورت میں نمازِ فجر کا وقت داخل ہونے کے بعد اندھیرے میں یعنی ذرا جلدی نماز ادا کرنے کی صورت میں جماعت میں زیادہ سے زیادہ افراد کی شرکت ہو جاتی ہو اور اس کے مقابلے میں روشنی میں نماز ادا کرنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے وقت داخل ہو جانے کے بعد مناسب وقفہ کر کے اندھیرے ہی میں یعنی ذرا جلدی نمازِ فجر ادا کرنا افضل اور شریعت کا تقاضا ہے۔

مذکورہ تفصیل کی رو سے چوں کہ ماہِ رمضان میں لوگ سحری کے لیے نیند سے بیدار ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے نمازِ فجر کا وقت داخل ہونے کے وقت بھی وہ جاگ رہے ہوتے ہیں، ایسے میں اگر نمازِ فجر وقت داخل ہوتے ہی مناسب وقفے کے بعد جلد ادا کرنے کی کوشش کی جائے تو فجر کی جماعت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی شرکت ہو سکے گی جو کہ شریعت میں مطلوب ہے، اس لیے اس پر اعتراض کرنا یا اس کو شریعت کے خلاف سمجھنا درست نہیں۔

مزید یہ کہ بعض روایات سے اس بات کی تائید بھی ہوتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ ماہِ رمضان میں نمازِ فجر وقت داخل ہو جانے کے بعد جلد ادا فرماتے تھے، چنانچہ ''صحیح البخاری'' میں ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں سحری کرنے کے بعد تیزی کے ساتھ مسجد پہنچنے کی کوشش کرتا تاکہ مجھے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ نمازِ فجر نصیب ہو سکے۔

- صحیح بخاری میں ہے:

۵۷۷- عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةٌ بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

اس حدیث کی تشریح میں امام العصر محدث جلیل مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا یہ اندھیرے میں جلد نماز ادا کرنا ماہِ رمضان کے ساتھ خاص تھا، اور جب لوگ جمع ہو جاتے ہوں تو ایسی صورت میں ہمارے نزدیک یہی مناسب ہے کہ اندھیرے میں جلد نماز ادا کی جائے، اور دار العلوم دیوبند میں حضرات اکابر کے زمانے سے اسی پر عمل چلا آرہا ہے۔

- فیض الباری شرح صحیح البخاری للامام الکشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ:

۵۷۷- قوله: (كنت أَتَسحَّرُ في أهلي، ثُمَّ يكونُ سُرْعَةٌ بي أَنْ أُدْرِكَ صلاةَ الفجرِ مَعَ رَسولِ الله ﷺ) ولعل هذا التَّغْلِيس كان في رمضان خاصة، وهكذا ينبغي عندنا إذا اجتمعَ النَّاس، وعليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهد الأكابر. (باب وَقْتِ الفَجْر)

تفصیلی عبارات

- الدر المختار میں ہے:

(وَقْتُ) صَلَاةِ (الْفَجْرِ) ..... (مِنْ) أَوَّلِ (طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي) وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُنْتَشِرُ الْمُسْتَطِيرُ لَا الْمُسْتَطِيلُ (إِلَى) قُبَيْلِ (طُلُوعِ ذُكَاءَ) بِالضَّمِّ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ: اسْمُ الشَّمْسِ.

- ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: مِنْ أَوَّلِ طُلُوعِ إلَخْ) زَادَ لَفْظَ «أَوَّلِ»؛ اخْتِيَارًا لِمَا دَلَّ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ كَمَا قَدَّمْنَاهُ. (قَوْلُهُ: وَهُوَ الْبَيَاضُ إلَخْ)؛ لِحَدِيثِ مُسْلِمٍ وَالتِّرْمِذِيِّ وَاللَّفْظُ لَهُ: «لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سُحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ وَلَكِن الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيرُ». فَالْمُعْتَبَرُ الْفَجْرُ الصَّادِقُ وَهُوَ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيرُ فِي الْأُفُقِ: أَي الَّذِي يَنْتَشِرُ ضَوْءُهُ فِي أَطْرَافِ السَّمَاءِ لَا الْكَاذِبُ وَهُوَ الْمُسْتَطِيلُ الَّذِي

يَبْدُو طَوِيلًا فِي السَّمَاءِ كَذَنَبِ السِّرْحَانِ أَيْ الذِّئْبِ ثُمَّ يَعْقُبُهُ ظُلْمَةٌ.
[فَائِدَةٌ] ذَكَرَ الْعَلَّامَةُ الْمَرْحُومُ الشَّيْخُ خَلِيلٌ الْكَامِلِيُّ فِي حَاشِيَتِهِ عَلَى «رِسَالَةِ الأسطرلاب» لِشَيْخِ مَشَايِخِنَا الْعَلَّامَةِ الْمُحَقِّقِ عَلِيٍّ أَفَنْدِي الدَّاغِسْتَانِيِّ: أَنَّ التَّفَاوُتَ بَيْنَ الْفَجْرَيْنِ وَكَذَا بَيْنَ الشَّفَقَيْنِ الْأَحْمَرِ وَالْأَبْيَضِ إِنَّمَا هُوَ بِثَلَاثِ دُرَجٍ. اهـ (قَوْلُهُ: إلَى قُبَيْلِ) كَذَا أَقْحَمَهُ فِي «النَّهْرِ»، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ مَبْنِيٌّ عَلَى دُخُولِ الْغَايَةِ، لَكِنَّ التَّحْقِيقَ عَدَمُهُ لِكَوْنِهَا غَايَةَ مَدٍّ كَمَا سَبَقَ فَلَا حَاجَةَ إلَى ذَلِكَ. اهـ. إسْمَاعِيلُ. (قَوْلُهُ: بِالضَّمِّ) أَيْ وَبِالْمَدِّ كَمَا فِي «الْقَامُوسِ» ح.
(كتاب الصلاة)

- الدر المختار میں ہے:

(وَالْمُسْتَحَبُّ) لِلرَّجُلِ (الِابْتِدَاءُ) فِي الْفَجْرِ (بِإِسْفَارٍ وَالْخَتْمُ بِهِ) هُوَ الْمُخْتَارُ بِحَيْثُ يُرَتِّلُ أَرْبَعِينَ آيَةً ثُمَّ يُعِيدُهُ بِطَهَارَةٍ لَوْ فَسَدَ. وَقِيلَ: يُؤَخِّرُ حَدًّا؛ لِأَنَّ الْفَسَادَ مَوْهُومٌ: (إلَّا لِحَاجٍّ بِمُزْدَلِفَةَ) فَالتَّغْلِيسُ أَفْضَلُ كَمَرْأَةٍ مُطْلَقًا، وَفِي غَيْرِ الْفَجْرِ الْأَفْضَلُ لَهَا انْتِظَارُ فَرَاغِ الْجَمَاعَةِ.

- رد المحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: لِلرَّجُلِ) يَأْتِي مُحْتَرَزُهُ. (قَوْلُهُ: فِي الْفَجْرِ) أَيْ صَلَاةِ الْفَرْضِ، وَفِي صَلَاةِ السُّنَّةِ قَوْلَانِ كَمَا يَأْتِي لِلشَّارِحِ ط. (قَوْلُهُ: بِإِسْفَارِهِ) أَيْ فِي وَقْتِ ظُهُورِ النُّورِ وَانْكِشَافِ الظُّلْمَةِ، سُمِّيَ بِهِ؛ لِأَنَّهُ يُسْفِرُ: أَيْ يَكْشِفُ عَنِ الْأَشْيَاءِ خِلَافًا لِلْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ»، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ. وَرَوَى الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ: مَا اجْتَمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مَا اجْتَمَعُوا عَلَى التَّنْوِيرِ بِالْفَجْرِ. وَتَمَامُهُ فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ» وَغَيْرِهَا. (قَوْلُهُ: أَرْبَعِينَ آيَةً) أَيْ إلَى سِتِّينَ. (قَوْلُهُ: ثُمَّ يُعِيدُهُ بِطَهَارَةٍ) أَيْ يُعِيدُ الْفَجْرَ: أَيْ صَلَاتَهُ مَعَ تَرْتِيلِ الْقِرَاءَةِ الْمَذْكُورَةِ، وَيُعِيدُ الطَّهَارَةَ لَوْ فَسَدَ بِفَسَادِهَا أَوْ ظَهَرَ فَسَادُهُ بِعَدَمِهَا نَاسِيًا. وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْإِسْفَارَ أَنْ يُمْكِنَهُ إعَادَةُ الطَّهَارَةِ وَلَوْ مِنْ حَدَثٍ أَكْبَرَ كَمَا فِي «النَّهْرِ» وَ«الْقُهُسْتَانِيِّ»، وَإِعَادَةُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَالَةِ الْأُولَى قَبْلَ الشَّمْسِ. (قَوْلُهُ: وَقِيلَ: يُؤَخِّرُ جِدًّا) قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَهُوَ ظَاهِرُ إطْلَاقِ الْكِتَابِ أَيِ الْكَنْزِ، لَكِنْ لَا يُؤَخِّرُهَا بِحَيْثُ يَقَعُ

الشَّكُّ فِي طُلُوعِ الشَّمْسِ اهـ لَكِنْ فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ»: الْأَصَحُّ الْأَوَّلُ ح. (قَوْلُهُ: مُطْلَقًا) أَيْ وَلَوْ فِي غَيْرِ مُزْدَلِفَةَ؛ لِبِنَاءِ حَالِهِنَّ عَلَى السَّتْرِ وَهُوَ فِي الظَّلَامِ أَتَمُّ. (كتاب الصلاة)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

27 شعبان 1443ھ/31 مارچ 2022

تکبیرِ تحریمہ کے وقت سر نہ جھکانے کی سنت

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت سر نہ جُھکانے کی سنت:

نماز شروع کرتے وقت یعنی تکبیر تحریمہ کہتے وقت سنت یہ ہے کہ سر نہ جھکائے بلکہ سیدھا کھڑے رہے۔ یہ سنت مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے۔

مسئلہ: نماز میں قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ کی طرف دیکھنا حدیث سے ثابت ہے، اس لیے اس کو سنت اور مستحب قرار دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیام کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت بھی سجدے کی جگہ کی طرف دیکھنا چاہیے۔

احادیث اور فقہی عبارات

- صحيح ابن خزيمة:

٥٨٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَطَاءٍ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ نَسَبُهُ إِلَى جَدِّهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ اعْتَدَلَ قَائِمًا ... إلخ

(بَابُ الِاعْتِدَالِ فِي الرُّكُوعِ وَالتَّجَافِي وَوَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ)

- السنن الكبرى للبيهقي:

٣٦٨٦- أَخْبَرَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ عَبْدَانَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْحِنَّائِيُّ:حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ الْحُسَيْنِ: حَدَّثَنَا عُلَيْلَةُ بْنُ بَدْرٍ: حَدَّثَنَا عُنْظُوَانَةُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَنَسُ اجْعَلْ بَصَرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ». (باب لَا يُجَاوِزُ بَصَرُهُ مَوْضِعَ سُجُودِهِ)

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: وَلَهُ طُرُقٌ تَقْتَضِي حُسْنَهُ. (بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ وَمَا يُبَاحُ مِنْهُ)

- البحر الرائق شرح كنز الدقائق:

وَمِنَ السُّنَنِ: أَنْ لَا يُطَأْطِئَ رَأْسَهُ عِنْدَ التَّكْبِيرِ، كَمَا فِي «الْمَبْسُوطِ»، وَهُوَ بِدْعَةٌ. (سنن الصلاة)

- الفتاوى الهندية:

وَلَا يُطَأْطِئُ رَأْسَهُ عِنْدَ التَّكْبِيرِ، كَذَا فِي «الْخُلَاصَةِ».

(كِتَابُ الصَّلَاةِ: الْبَابُ الرَّابِعُ فِي صِفَةِ الصَّلَاةِ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ فِي سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

- الدر المختار:

(وَأَنْ لَا يُطَأْطِئَ رَأْسَهُ عِنْدَ التَّكْبِيرِ) فَإِنَّهُ بِدْعَةٌ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَأَنْ لَا يُطَأْطِئَ رَأْسَهُ) أَيْ لَا يَخْفِضَهُ، وَالْمَسْأَلَةُ فِي «الْبَحْرِ» عَنِ «الْمَبْسُوطِ».

(بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- الفتاوى الهندية:

وَآدَابُهَا: نَظَرُهُ إِلَى مَوْضِعِ سُجُودِهِ حَالَ الْقِيَامِ وَإِلَى ظَهْرِ قَدَمَيْهِ حَالَةَ الرُّكُوعِ وَإِلَى أَرْنَبَتِهِ حَالَةَ السُّجُودِ وَإِلَى حِجْرِهِ حَالَةَ الْقُعُودِ وَعِنْدَ التَّسْلِيمَةِ الْأُولَى إِلَى مَنْكِبِهِ الْأَيْمَنِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ إِلَى مَنْكِبِهِ الْأَيْسَرِ.

(كتاب الصلاة: الْبَابُ الرَّابِعُ فِي صِفَةِ الصَّلَاةِ الْفَصْلُ الثَّالِثُ فِي سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
2 جُمادَی الثانیہ 1443ھ/6 جنوری 2022

تکبیرِ تحریمہ

کے وقت ہاتھ کہاں تک اُٹھائے جائیں؟

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ کہاں تک اُٹھائے جائیں؟

1۔ مرد حضرات کے لیے سنّت یہ ہے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اس حد تک اٹھائیں کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر آجائیں۔

2۔ خواتین کے لیے سنّت یہ ہے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ چھاتی تک اُٹھائیں اس طور پر کہ انگلیاں کندھے تک پہنچ جائیں۔ اور ساتھ میں اس بات کی بھی رعایت کریں کہ ہاتھ اُٹھاتے وقت دوپٹے اور چادر سے ہاتھ باہر نہ نکالیں بلکہ اندر ہی رکھیں۔

ذیل میں اس حوالے سے چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا کہ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو اپنے ہاتھوں کو اُٹھایا یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کندھوں تک پہنچ گئے، اور اپنے (دونوں ہاتھوں کے) انگوٹھے کو اپنے کانوں کے برابر لے آئے، اور پھر تکبیرِ تحریمہ کہی۔

- سنن ابی داود میں ہے:

٧٢٤- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ النَّخَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلاة رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذَى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ.

2۔ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ حاضر ہوا تو میں نے سوچا کہ میں ضرور حضور اقدس ﷺ کی نماز کا مشاہدہ کروں گا، چنانچہ دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ نے تکبیرِ تحریمہ کہی اور اپنے ہاتھ اُٹھائے حتیٰ کہ میں نے ان کے انگوٹھے ان کے کانوں کے قریب دیکھے۔

- مصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٤٢٥- حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَقُلْتُ: لأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلاةِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْت إِبْهَامَيْهِ قَرِيبًا مِنْ أُذُنَيْهِ.

مذکورہ مضمون پر مشتمل روایات میں تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اُٹھاتے وقت انگوٹھے کانوں کے قریب کرنے کا ذکر ہے، جبکہ دیگر متعدد روایات میں اس کی مزید وضاحت بھی مذکور ہے جن میں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب اور برابر میں لانے کا ذکر ہے، ملاحظہ فرمائیں:

3۔ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا کہ جب انھوں نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھوں کو اُٹھایا یہاں تک کہ ان کے (دونوں ہاتھوں کے) انگوٹھے ان کے کانوں کی لو کے برابر میں آگئے۔

- سنن النسائی میں ہے:

٨٨١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فِطْرُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكَادَ إِبْهَامَاهُ تُحَاذِي شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

یہ روایت "المعجم الکبیر للطبرانی" میں بھی ہے:

٧٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا فِطْرٌ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ طَرَفُ إِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

یہ روایت "مسند احمد" میں بھی ہے:

١٨٨٤٩- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا فِطْرٌ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ حَتَّى حَاذَتْ إِبْهَامُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

4۔ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ: "اے وائل بن حجر! جب تم نماز ادا کرو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھو، اور عورت اپنے ہاتھوں کو اپنی چھاتی کے برابر رکھے گی۔"

• المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

۲۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ حُجْرِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَمَّتِي أُمَّ يَحْيَى بِنْتَ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ أَبِيهَا عَبْدِ الْجَبَّارِ، عَنْ عَلْقَمَةَ عَمِّهَا، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ ..... فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا وَائِلُ بْن حُجْرٍ، إِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ، وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ ثَدْيَيْهَا».

اس حدیث میں مرد اور عورت کے لیے تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھانے کا فرق بیان فرمایا گیا ہے۔ اس فرق کی مزید تفصیل درج ذیل ہے:

مرد اور عورت کی نماز میں اُصولی فرق:

شریعت نے عورت اور مرد کے مابین نماز کے معاملے میں واضح فرق رکھا ہے، جس کی وجہ سے متعدد مقامات میں عورت کی نماز مرد کی نماز سے مختلف ہے، مرد اور عورت کی نماز میں ایک اہم اور اصولی فرق یہ ہے کہ عورت چوں کہ نام ہی حیا اور پردے کا ہے اس لیے عورت کے لیے نماز میں وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو اور یہی طریقہ اللہ تعالی کو پسند ہے۔

جیسا کہ امام محدث بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَجماعُ مَا يُفَارِقُ الْمَرْأَةَ فِيهِ الرَّجُلُ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ رَاجِعٌ إِلَى السَّتْرِ، وَهُوَ أَنَّهَا مَأْمُورَةٌ بِكُلِّ مَا كَانَ أَسْتَرَ لَهَا.

(السنن الكبرى للبيهقي: باب مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ مِنْ تَرْكِ التَّجَافِي فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)

ترجمہ: مرد اور عورت کی نماز میں باہمی فرق کے تمام تر مسائل کی بنیاد ستر اور پردہ ہے، چنانچہ عورت کو نماز میں اسی طریقے کا حکم دیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔

اس اصول سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت تکبیرِ تحریمہ کے وقت مرد کی طرح کانوں تک

نہیں اُٹھائے گی کیوں کہ یہ اس کے لیے ستر اور حیا کے خلاف ہے، بلکہ وہ چھاتی تک ہاتھ اُٹھائے گی کیوں کہ یہی اس کے لیے حیا اور ستر کا باعث ہے۔

فائدہ:

مذکورہ روایات سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ مرد حضرات کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اس حد تک اٹھائیں کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر آجائیں، اصل سنت یہی ہے۔ البتہ بعض حضرات فقہاء کرام نے ذکر فرمایا ہے کہ انگوٹھے کو کانوں کی لو کے ساتھ ملا لینا چاہیے تاکہ یہ یقین ہو جائے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر آچکے ہیں، اس اعتبار سے یہ جائز بلکہ مفید بھی ہے کیوں کہ یہ سنت پر عمل کرنے کا ایک ذریعہ اور اس معاملے میں ایک معاون ہے جس سے سنت طریقے پر عمل کرنے سے متعلق اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ الدر المختار میں ہے:

(وَرَفَعَ يَدَيْهِ) قَبْلَ التَّكْبِيرِ، وَقِيلَ: مَعَهُ (مَاسًّا بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ) هُوَ الْمُرَادُ بِالْمُحَاذَاةِ؛ لِأَنَّهَا لَا تُتَيَقَّنُ إلَّا بِذَلِكَ.

البتہ اگر کوئی شخص انگوٹھے کو کانوں کی لو کے برابر اور قریب تو لے آئے لیکن اس کے ساتھ نہ ملائے تو یہ بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: 5/ 522، 523، فاروقیہ)

مسئلہ:

مرد اور عورت جب تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اُٹھائیں تو دونوں ہاتھ قبلے کی طرف رکھیں، انگلیاں سیدھی رکھیں، انگلیوں کو نہ تو بند کریں اور نہ ہی کھلا رکھیں بلکہ اپنی حالت پر رہنے دیں۔

فقہی عبارات

• الفتاوى الهندية:

وَكَيْفِيَّتُهَا: إذَا أَرَادَ الدُّخُولَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ حتى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ وَبِرُءُوسِ الْأَصَابِعِ فُرُوعَ أُذُنَيْهِ، كَذَا فِي «التَّبْيِينِ»، وَلَا يُطَأْطِئُ رَأْسَهُ عِنْدَ التَّكْبِيرِ، كَذَا فِي «الْخُلَاصَةِ». قال الْفَقِيهُ أبو جَعْفَرٍ: يَسْتَقْبِلُ بِبُطُونِ كَفَّيْهِ الْقِبْلَةَ، وَيَنْشُرُ أَصَابِعَهُ، وَيَرْفَعُهُمَا، فإذا اسْتَقَرَّتَا فِي مَوْضِعِ مُحَاذَاةِ الْإِبْهَامَيْنِ شَحْمَتَيِ الْأُذُنَيْنِ يُكَبِّرُ. قال شَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيُّ: عليه عَامَّةُ الْمَشَايِخِ، كَذَا فِي «الْمُحِيطِ» ...... وَالْمَرْأَةُ تَرْفَعُ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهَا، هو الصَّحِيحُ، كَذَا فِي «الْهِدَايَةِ» وَ«التَّبْيِينِ». وإذا رَفَعَ يَدَيْهِ لَا يَضُمُّ أَصَابِعَهُ كُلَّ الضَّمِّ، وَلَا يُفَرِّجُ كُلَّ التَّفْرِيجِ، بَلْ يَتْرُكُهَا على ما كانت عليه بين الضَّمِّ وَالتَّفْرِيجِ، هَكَذَا فِي «النِّهَايَةِ»، وهو الْمُعْتَمَدُ، هَكَذَا فِي «الْمُحِيطِ». (كِتَابُ الصَّلَاةِ: الْبَابُ الرَّابِعُ فِي صِفَةِ الصَّلَاةِ، الْفَصْلُ الثَّالِثُ فِي سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

• الجوهرة النيرة:

(قَوْلُهُ: حَتَّى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ) وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ: حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَعِنْدَ مَالِكٍ: حَذْوَ رَأْسِهِ. وَقَالَ طَاوُسٌ: فَوْقَ رَأْسِهِ. وَأَجْمَعُوا كُلُّهُمْ عَلَى أَنَّ الْمَرْأَةَ تَرْفَعُ حَذْوَ مَنْكِبَيْهَا؛ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا. (باب صفة الصلاة)

• حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح:

قوله: (ويسن وضع المرأة يديها إلخ) المرأة تخالف الرجل في مسائل، منها: هذه، ومنها، أنها لا تخرج كفيها من كميها عند التكبير، وترفع يديها حذاء منكبيها.

• حلبي صغير:

والسنة أن يرفع الرجل يديه (حتى يحاذي) أي يقابل (بإبهاميه شحمتي أذنيه)، وفي «فتاوى قاضي خان»: يمس طرف إبهاميه شحمة أذنيه. وعند الأئمة الثلاثة: يرفع يديه إلى منكبيه، ولا شك أن يديه إذا أريد منهما الكفان فإذا كان حذاء منكبيه يكون طرف إبهاميه حذاء

شحمة أذنيه (ويفرج أصابعه) حال الرفع لكن (لا) يفرج (كل التفريج) كما أنه لا يضم كل الضم بل يتركها على العادة (ويوجه) حالة الرفع (بطن كفيه نحو القبلة) إكمالا للإقبال عليها، وقال بعضهم: يجعل بطن كل كف إلى الكف الأخرى. (و) أما (المرأة) فإنها (ترفع يديها) عند التكبير حذاء ثدييها بحيث تكون رؤوس أصابعها حذاء منكبيها؛ لأنه استر لها. (كتاب الصلاة)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
16 جُمادی الثانیہ 1442ھ/30 جنوری 2020

تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفعُ الیدین کرنا

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اُٹھانا:

نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفعُ الیدَین کرنا یعنی ہاتھوں کو اُٹھانا سنتِ مؤکدہ ہے۔ یہ سنت مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے۔

احادیث اور فقہی عبارات

- سنن ابی داود:

٧٢٤- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ النَّخَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلاة رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذَى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ.

- سنن النسائی:

٨٨١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فِطْرُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكَادَ إِبْهَامَاهُ تُحَاذِي شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

- شرح معانی الآثار:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ إِبْهَامَاهُ قَرِيبًا مِنْ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَعُودُ.

- مصنّف ابن ابی شیبہ:

١٥٩٩٦- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لا تُرْفَعُ الأَيْدِي إِلا فِي سَبْعَةِ مَوَاطِن: إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلاةِ، وَإِذَا جِئْتَ مِنْ بَلَدٍ، وَإِذَا رَأَيْتَ الْبَيْتَ، وَإِذَا قُمْتَ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَبِعَرَفَاتٍ، وَبِجَمْعٍ، وَعِنْدَ الْجِمَارِ.

- **فتاویٰ ہندیہ:**

سُنَنُهَا رَفْعُ الْيَدَيْنِ لِلتَّحْرِيمَةِ.

(الْبَابُ الرَّابِعُ فِي صِفَةِ الصَّلَاةِ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ فِي سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

- **الدر المختار:**

(وَسُنَنُهَا) .... (رَفْعُ الْيَدَيْنِ لِلتَّحْرِيمَةِ) فِي «الْخُلَاصَةِ»: إِنِ اعْتَادَ تَرْكَهُ أَثِمَ.

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

4 جُمادی الثانیہ 1443ھ/8 جنوری 2022

تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین کرنا

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفعُ الیدین کرنے کا حکم:

احناف کے نزدیک نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفعُ الیدَین کرنا یعنی ہاتھوں کو اُٹھانا سنت ہے، اس کے علاوہ نماز میں کسی اور جگہ رفع الیدین کرنا سنت نہیں، بلکہ یہی سنت ہے کہ رفعُ الیدین نہ کیا جائے۔

احناف کا یہ مذہب متعدد معتبر دلائل سے ثابت ہے، ذیل میں چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

1۔ جلیل القدر تابعی امام علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں حضور اقدس ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ وہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور انھوں نے نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفعُ الیدین کیا، اس کے علاوہ کہیں اور رفع الیدین نہیں کیا۔

مذکورہ روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حَسن قرار دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ یہی مذہب بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام کا بھی ہے اور یہی قول امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور اہلِ کوفہ کا بھی ہے۔

- سنن الترمذي:

٢٥٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَصَلَّى، فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ.

وَفِي البَابِ عَنِ البَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ. حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالتَّابِعِينَ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَهْلِ الكُوفَةِ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث درج ذیل کتبِ احادیث میں بھی موجود ہے:

- سنن النسائي:

١٠٢٥- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يُعِدْ.

١٠٥٧- قَالَ الْبُخَارِي: أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً.

- مسند أبي يعلى:

٥٠٤٠- حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَهُ إِلَّا مَرَّةً.

- مصنف ابن أبي شيبة:

2456- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرحمن بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَلَا أُرِيكُمْ صَلاَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً.

واضح رہے کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

لَكِنْ لَمَّا صَحَّ خَبَرُ ابْنِ مَسْعُودٍ إلخ. (الأَعْمَالُ الْمُسْتَحَبَّةُ فِي الصَّلاةِ وَلَيْسَتْ فَرْضًا: مَسْأَلَةٌ رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ كُلِّ رُكُوعٍ وَسُجُودٍ وَقِيَامٍ وَجُلُوسٍ، سِوَى تَكْبِيرَةِ الإِحْرَامِ)

2۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز ادا کی، ان حضرات نے صرف نماز کی ابتدا ہی میں رفع الیدین کیا۔

- مسند أبي يعلى:

٥٠٣٩- حَدَّثنا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ: حَدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ. وَقَدْ قَالَ مُحَمَّدٌ: فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الأُولَى.

- معرفة السنن والآثار للبيهقي:

٣٢٨٦- قَالَ الشَّيْخُ أَحْمَدُ: وَرَوَى مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ

عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ.

3۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نماز کی ابتدا میں رفع الیدین کرتے، پھر پوری نماز میں کہیں اور رفع الیدین نہیں کرتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں:

- سنن أبي داود:

٧٥٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُودُ.

- شرح معاني الآثار:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ إِبْهَامَاهُ قَرِيبًا مِنْ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَعُودُ. (بَابُ التَّكْبِيرِ لِلرُّكُوعِ وَالتَّكْبِيرِ لِلسُّجُودِ وَالرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ هَلْ مَعَ ذَلِكَ رَفْعٌ أَمْ لَا؟)

- سنن الدار قطني:

١١٣٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَى بِهِمَا أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ إِلَى شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ.

- مصنف عبد الرزاق:

٢٥٣٠- عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُرَى إِبْهَامُهُ قَرِيبًا مِنْ أُذُنَيْهِ.

٢٥٣١- عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ مِثْلَهُ،

وَزَادَ قَالَ: مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ لَا تُعِدْ لِرَفْعِهَا فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ.

- مصنف ابن أبي شيبة:

2455- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ وَعِيسَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا حَتَّى يَفْرُغَ.

4۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا و موقوفًا دونوں طرح یہ روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: سات جگہوں کے علاوہ کسی اور جگہ ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے، ان سات جگہوں میں سے ایک جگہ نماز کی ابتدا بھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

- المعجم الكبير:

١٢٠٧٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي لَيْلَى: حَدَّثَنِي أَبِي: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِي اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: حِينَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ، وَحِينَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَيَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الصَّفَا، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الْمَرْوَةِ، وَحِينَ يَقِفُ مَعَ النَّاسِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وبِجَمْعٍ، وَالْمَقامَيْنِ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ».

- مصنف ابن أبي شيبة:

١٥٩٩٦- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لا تُرْفَعُ الأَيْدِي إِلا فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلاةِ، وَإِذَا جِئْتَ مِنْ بَلَدٍ، وَإِذَا رَأَيْتَ الْبَيْتَ، وَإِذَا قُمْتَ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَبِعَرَفَاتٍ، وَبِجَمْعٍ، وَعِنْدِ الْجِمَارِ.

٢٤٦٥- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تُرْفَعُ الأَيْدِي فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلاةِ، وَإِذَا رَأَى الْبَيْتَ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَفِي عَرَفَاتٍ، وَفِي جَمْعٍ، وَعِنْدَ الْجِمَارِ.

5۔آگے ذکر ہونے والے دلائل "مصنف ابن ابی شیبہ" سے لیے گئے ہیں، جن میں سے ہر ایک کے ساتھ حدیث نمبر بھی موجود ہے۔ان تمام دلائل میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر جیسے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم، اور امام ابراہیم نخعی، امام شعبی، امام اسود، امام علقمہ، امام قیس، امام خیثمہ اور امام ابو اسحاق جیسے اکابر تابعین رحمہم اللہ سے نماز میں صرف ابتدا ہی میں رفع الیدین کرنا ثابت ہوتا ہے۔

- مصنف ابن أبي شيبة:

2457- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قِطَافٍ النَّهْشَلِيِّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَا يَعُودُ.

2458- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَن عَبْدِ اللهِ: أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا.

2459- حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ: أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرَةِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا.

٢٤٦٠- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ وَمُغِيرَةُ عَنْ إبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إذَا كَبَّرْتَ فِي فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ فَارْفَعْ يَدَيْك، ثُمَّ لَا تَرْفَعْهُمَا فِيمَا بَقِيَ.

٢٤٦١- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلاةِ، قَالَ وَكِيعٌ: ثُمَّ لَا يَعُودُونَ.

٢٤٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ حُصَيْنٍ وَمُغِيرَةُ عَنْ إبْرَاهِيمَ، قَالَ: لَا تَرْفَعْ يَدَيْك فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلاةِ إِلَّا فِي الافْتِتَاحَةِ الأَولَى.

٢٤٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ خَيْثَمَةَ وَإِبْرَاهِيمَ قَالَ: كَانَا لَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِلَّا فِي بَدْءِ الصَّلَاةِ.

٢٤٦٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إسْمَاعِيلَ قَالَ: كَانَ قَيْسٌ يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَا يَدْخُلُ فِي

الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا.

٢٤٦٦- حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هُشَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُسْلِمٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: كَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ شَيْءٍ إِذَا كَبَّرَ.

٢٤٦٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: مَا رَأَيْت ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ.

٢٤٦٨- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ: أَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِذَا افْتَتَحَا، ثُمَّ لَا يَعُودَانِ.

٢٤٦٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ حَسَنِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ قَالَ: صَلَّيْت مَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ إِلا حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: وَرَأَيْت الشَّعْبِيَّ وَإِبْرَاهِيمَ وَأَبَا إِسْحَاقَ لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا حِينَ يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ.

6۔ جلیل القدر ہستی امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور جگہ رفع الیدین کو نہیں جانتا۔

- المدونة:

فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الرُّكُوعِ وَالْإِحْرَامِ: قَالَ: وَقَالَ مَالِكٌ: لَا أَعْرِفُ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي شَيْءٍ مِنْ تَكْبِيرِ الصَّلَاةِ لَا فِي خَفْضٍ وَلَا فِي رَفْعٍ إِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ شَيْئًا خَفِيفًا، وَالْمَرْأَةُ فِي ذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ. قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ: وَكَانَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ مَالِكٍ ضَعِيفًا إِلَّا فِي تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ.

حضرت امام مالک رحمہ اللہ مدینہ منورہ کے رہائشی تھے اور وہ تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع الیدین کرنے سے متعلق لاعلمی کا اظہار کر رہے ہیں، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مدینہ منورہ میں نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفعُ الیدین کرنے کا معمول نہیں تھا۔

نماز میں رفع الیدین واجب نہیں:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امت کا اجماع ہے کہ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرنا مستحب (یعنی سنت) ہے، البتہ اس کے علاوہ نماز کی دیگر جگہوں میں رفع الیدین کرنے میں اختلاف ہے۔ [پھر آگے فرماتے ہیں کہ:] اور اس بات پر اجماع ہے کہ نماز میں کسی بھی جگہ رفع الیدین واجب نہیں۔

- شرح النووي على صحيح مسلم:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّة عَلَى اِسْتِحْبَاب رَفْع الْيَدَيْنِ عِنْد تَكْبِير الْإِحْرَام، وَاخْتَلَفُوا فِيمَا سِوَاهَا .... وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهُ لَا يَجِب شَيْء مِنَ الرَّفْع.

(باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الاحرام)

فوائد اور وضاحتیں:

1۔ ما قبل کی تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ نماز میں رفع الیدین کے بارے میں احناف کا موقف کئی معتبر احادیث مبارکہ اور آثارِ صحابہ وتابعین سے ثابت ہے۔

2۔ مذکورہ تمام دلائل معتبر اور قابلِ استدلال ہیں، جہاں تک ان پر وارد ہونے والے کمزور اور بے بنیاد اعتراضات کا تعلق ہے تو ان کے تشفی بخش جوابات کے لیے اعلاء السنن، درسِ ترمذی اور نیل الفرقدین سمیت متعلقہ کتب کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے، جس کی تفصیل آگے ذکر کی جارہی ہے ان شاء اللہ۔

3۔ وہ تمام احادیث مبارکہ جن میں کوئی صحابی حضور اقدس ﷺ کی نماز نقل فرماتے ہیں اور ان میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع الیدین کا ذکر نہیں کرتے تو وہ احادیث مبارکہ بھی احناف کی دلیل اور تائید بن جاتی ہیں کیوں کہ اگر حضور اقدس ﷺ نے نماز میں کسی اور مقام پر بھی رفع الیدین فرمایا ہوتا تو وہ صحابی ضرور نقل فرماتے، اس لیے نقل نہ کرنا بھی رفعُ الیدین نہ کرنے کی دلیل بن جاتی ہے۔

4۔ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع الیدین کے سنت ہونے پر تو امت کا اجماع ہے، البتہ اس کے علاوہ نماز کی دیگر جگہوں میں رفع الیدین کرنے میں امت کا اختلاف ہے، لیکن یہ اختلاف سنت ہونے اور نہ ہونے میں ہے

کہ ایک جماعت کے نزدیک نماز کے ان دیگر مقامات میں بھی رفع الیدین کرنا سنت ہے جبکہ دوسری جماعت کے نزدیک یہ سنت نہیں ہے، گویا کہ یہ اختلاف رفعُ الیدین کے افضل ہونے یا نہ ہونے کا ہے، کیوں کہ اس بات پر بھی اجماع ہے کہ نماز میں کسی بھی مقام پر رفعُ الیدین کرنا واجب نہیں۔ اس لیے اس مسئلے کو بلا وجہ نزاع کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔

5۔ مذکورہ تفصیل سے اُن لوگوں کی غلطی بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو نماز میں رفعُ الیدین کرنے کے معاملے میں احناف کی نماز کو خلافِ سنت یا غلط قرار دے کر انتشار اور فتنہ پھیلاتے ہیں۔ یہ واضح غلطی ہے کہ کیوں کہ احناف کا موقف بھی دلائل سے ثابت اور سنت کے موافق ہے۔

6۔ مسئلہ رفع الیدین کے بارے میں احناف کے موقف سے متعلق متعدد دلائل ذکر کر دیے گئے ہیں، مزید دلائل اور شبہات کے ازالے کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

- اعلاء السنن از محدثِ عصر شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ۔
- نیل الفرقدین از امام العصر خاتمۃ المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ۔
- معارف السنن از محدث جلیل حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ۔
- نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح از حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب رحمہ اللہ۔
- کشف الرَّین فی مسئلۃ رفع الیدین از علامہ محدث ہاشم سندھی رحمہ اللہ۔
- درسِ ترمذی از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم۔
- سنت رسولِ الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی ترک رفع الیدین از مولانا محمد آصف صاحب زید مجدہم۔

کیا ہم کبھی کبھار سنت کی نیت سے رفع الیدین کر سکتے ہیں؟

ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ چوں کہ حضور اقدس ﷺ نے نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ بھی رفع الیدین کیا ہے تو کیا میں سنت کی نیت سے کبھی کبھار اس پر عمل کر سکتا ہوں؟؟ تو بندہ نے ان کو تفصیل سے سمجھا کر ان کی غلط فہمی دور کی کہ:

1۔ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ دیگر مقامات میں رفع الیدین کرنے میں ائمہ کرام کا باہمی اختلاف اولیٰ اور غیر اولیٰ یعنی افضل ہونے اور افضل نہ ہونے کا ہے، جہاں تک احناف کا مسلک ہے تو شرعی دلائل کی روشنی میں ان کے نزدیک نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع الیدین کرنا سنت نہیں ہے، اس لیے جو شخص امام اعظم رحمہ اللہ کا مقلد ہے وہ اس رفع الیدین پر سنت کی نیت سے کیسے عمل کر سکتا ہے؟؟

2۔ ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ جیسا کہ دیگر بعض ائمہ کرام کے ہاں نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ دیگر مقامات میں رفع الیدین کرنا سنت ہے اسی طرح احناف کے ہاں ان مقامات میں رفع الیدین کا ترک سنت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع الیدین نہیں کرتا تو وہ بھی سنت ہی پر عمل کر رہا ہے، اس لیے جب وہ پہلے ہی سے سنت پر عمل پیرا ہے تو اس کے لیے اس سنت کو چھوڑ کر اس رفع الیدین پر سنت کی نیت سے عمل کیسے مناسب ہے؟؟

3۔ اسی طرح شرعی دلائل کی روشنی میں جس عمل کے چھوڑنے کو وہ سنت سمجھ رہا ہے، اسی کو راجح سمجھتا ہے اور اپنی آخرت کے لیے اسی کو کامیابی سمجھتا ہے تو اس کو سنت کی نیت سے کیسے اختیار کر سکتا ہے؟؟ دین سے واقف شخص بخوبی آگاہ ہے کہ بعض اعمال کرنا سنت ہوتا ہے جبکہ بعض اعمال نہ کرنا سنت ہوتا ہے!!

الحمد للہ کہ ان صاحب کو بات سمجھ آگئی کہ جب ہم پہلے ہی سے ایک سنت پر عمل پیرا ہیں تو اس کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں ایک ایسے عمل کے لیے جن کو ہم سنت نہیں سمجھتے؟؟ اس لیے تمام حضرات یہ نکتہ ذہن نشین کر لیں کہ ہم نے حضور اقدس ﷺ ہی کی محبت میں نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع الیدین کو ترک کیا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ رفع الیدین نہ کرنا سنت ہے۔ اس لیے یاد رکھیے کہ عام حالات میں ایک امام کا

مقلد اپنے ہی امام کے مذہب پر عمل کرے گا کیوں کہ اس کو وہ دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ صحیح اور راجح سمجھتا ہے، اسی کو اپنے لیے آخرت میں ذریعہ نجات سمجھتا ہے، اور اسی میں ہوس پرستی اور نفس پرستی سے حفاظت ہے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
5 جُمادی الثانیہ 1443ھ/9 جنوری 2022

نماز کے قیام میں پاؤں قبلہ رُخ رکھنا

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں قیام کی حالت میں پاؤں قبلہ رُخ رکھنے کی سنت:

سنت یہ ہے کہ نماز میں قیام کی حالت میں پاؤں دائیں بائیں ترچھے نہ ہوں بلکہ سیدھے ہوں اور ان کی انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو۔ اس لیے اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔

(نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے، از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم)

واضح رہے کہ یہ سنت مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے۔

حدیث اور فقہی عبارات

- سنن النسائي:

٨٠٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِسِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَقَالَ: «اللهُ أَكْبَرُ». (بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ)

- رد المحتار على الدر المختار:

وَيُؤَيِّدُ مَا قُلْنَاهُ أَنَّ الْمُحَقِّقَ ابْنَ الْهُمَامِ قَالَ فِي «زَادِ الْفَقِيرِ»: وَمِنْهَا: أَيْ مِنْ سُنَنِ الصَّلَاةِ تَوْجِيهُ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ إِلَى الْقِبْلَةِ وَوَضْعُ الرُّكْبَتَيْنِ، وَاخْتُلِفَ فِي الْقَدَمَيْنِ. اهـ (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- البحر الرائق شرح كنز الدقائق:

وَفِي «التَّجْنِيسِ»: وَيُكْرَهُ أَنْ يُمِيلَ أَصَابِعَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ عَنِ الْقِبْلَةِ؛ لِأَنَّهُ مَأْمُورٌ بِتَوْجِيهِهَا. قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «فَلْيُوَجِّهْ مِنْ أَعْضَائِهِ إِلَى الْقِبْلَةِ مَا اسْتَطَاعَ». (بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يُكْرَهُ فِيهَا)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

3 جُمادَی الثانیہ 1443ھ/7 جنوری 2022

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی سنت

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی سنت:

احناف کے نزدیک نماز میں قیام کی حالت میں مردوں کے لیے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔ واضح رہے کہ یہ بات حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ، اور امام ابراہیم نخعی اور امام ابو مجلز رحمہما اللہ جیسے تابعین عظام سے ثابت ہے، اور یہی قول امام سفیان اور امام اسحاق رحمہما اللہ جیسے جلیل القدر ائمہ کا بھی ہے۔ ذیل میں امام ابن المنذر رحمہ اللہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

- الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف:

وَقَالَ آخَرُونَ: وَضْعُ الْأَيْدِي عَلَى الْأَيْدِي تَحْتَ السُّرَّةِ، رُوِيَ هَذَا الْقَوْلُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، وَأَبِي مِجْلَزٍ .... وَبِهِ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَإِسْحَاقُ، وَقَالَ إِسْحَاقُ: تَحْتَ السُّرَّةِ أَقْوَى فِي الْحَدِيثِ، وَأَقْرَبُ إِلَى التَّوَاضُعِ.
(ذِكْرُ وَضْعِ بَطْنِ كَفِّ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ كَفِّ الْيُسْرَى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ جَمِيعًا)

احناف کے دلائل:

احناف کا یہ مذہب متعدد دلائل سے ثابت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

پہلی دلیل:

حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ انھوں نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٣٩٥٩- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. (وضع اليمين عَلَى الشِّمَالِ)

فوائد اور وضاحتیں:

1۔ مذکورہ حدیث کی سند جید ہے، اس لیے یہ معتبر اور قابلِ استدلال ہے۔ دیکھیے: إعلاء السنن: باب وضع

اليدين تحت السرة وكيفية الوضع۔ مزید کہ حضرت علامہ **عبد الحیؒ** لکھنوی رحمہ اللہ نے امام قاسم بن قطلوبغار حمہ اللہ کے حوالے سے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔ راویوں کی توثیق کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

- القول الجازم في سقوط الحد بنكاح المحارم لعبد الحي اللكهنوي:

ويؤيِّدُهُ صنيعُ الحافظِ قاسم بن قُطْلُوبُغَا في «تخريجِ أحاديثِ الاختيار شرح المختار» حيث نقلَ فيه حديثًا فيه علقمةَ عن أبيه، وهو حديثُ «مصنَّفِ ابنِ أبي شيبة»: حدَّثنا وكيع عن موسى بن عمير، عن علقمة بن وائل بن حُجْر، عن أبيه قال: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلاةِ تَحْتَ السُّرَّة. وقال: هذا سندٌ جيد، وكيعٌ أحدُ الأعلام. وموسى بن عمير وثَّقَهُ أبو حاتم، وأخرجَ له النَّسَائيُّ. وعلقمةُ أخرجَ له البُخاريُّ في رفعِ اليدين، ومسلمُ في «صحيحه»، والأربعة، ووثَّقَهُ ابنُ حبَّان. انتهى.

2۔ جن حضرات کو یہ شبہ ہے کہ مذکورہ روایت میں "تَحْتَ السُّرَّةِ" کے الفاظ "مصنف ابن ابی شیبہ" میں نہیں ہیں، تو ان کے لیے عرض یہ ہے کہ یہ الفاظ "مصنف ابن ابی شیبہ" کے متعدد نسخوں میں موجود ہیں، جس کی کچھ تفصیل کے لیے دورِ حاضر کے مشہور محدث حضرت شیخ عوامہ دام ظلہم کی تحقیق سے شائع ہونے والے "مصنف ابن ابی شیبہ" کے نسخے کا یہ مقام حاشیہ سمیت دیکھ لیا جائے۔

دوسری دلیل:

حضرت ابو جُحیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: سنت یہ ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

- سنن أبي داود:

٧٥٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ أَنَّ عَلِيًّا رضى الله عنه قَالَ: السُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. (باب وَضْعِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ)

فوائداوروضاحتیں:

1۔ مذکورہ حدیث حسن درجے کی ہے، اس لیے معتبر اور قابلِ استدلال ہے۔ دیکھیے: إعلاء السنن: باب وضع اليدين تحت السرة وكيفية الوضع۔

2۔ مذکورہ روایت امام ابن داسہ اور ابن العربی رحمہما اللہ تعالیٰ کے روایت کردہ سنن ابی داود کے نسخوں میں موجود ہے، جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی "تدریب الراوی" سے اس کی صراحت آگے ذکر ہوگی ان شاء اللہ، جس سے اس روایت کا موجود اور معتبر ہونا معلوم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مکتبہ دار السلام سے شائع ہونے والے صحاح ستہ کے مجموعے "موسوعۃ الکتب الستۃ" میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ واضح رہے کہ نسخوں کا ایسا اختلاف معتبر اور قابلِ قبول ہوتا ہے، ان میں سے کسی کو بھی غلط اور خود ساختہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

3۔ واضح رہے کہ جمہور محدثین کرام کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی صحابی یوں فرمائے کہ "یہ سنت ہے" تو یہ مرفوع حدیث ہی کے حکم میں ہوتا ہے یعنی اس سے حضور اقدس ﷺ ہی کی سنت مراد ہوتی ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ "تقریب" میں فرماتے ہیں کہ:

الثَّانِي: قَوْلُ الصَّحَابِيِّ: أُمِرْنَا بِكَذَا، أَوْ نُهِينَا عَنْ كَذَا، أَوْ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا، أَوْ أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ، وَمَا أَشْبَهَهُ: كُلُّهُ مَرْفُوعٌ عَلَى الصَّحِيحِ الَّذِي قَالَهُ الْجُمْهُورُ.

اس کی تشریح میں امام سیوطی رحمہ اللہ صحابی کے قول کہ "یہ سنت ہے" کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ: "یہ سنت ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔" یعنی یہ بھی مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اور اس سے حضور اقدس ﷺ ہی کی سنت مراد ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام ابوداود رحمہ اللہ نے روایت فرمائی ہے امام ابن داسہ اور ابن العربی رحمہما اللہ کی روایت کے مطابق۔ گویا کہ امام سیوطیؒ نے سنن ابی داود میں اس روایت کا ہونا تسلیم کیا ہے۔

- تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي:

(أَوْ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا) كَقَوْلِ عَلِيٍّ: «مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ»،

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ فِي رِوَايَةِ ابْنِ دَاسَةَ وَابْنِ الْأَعْرَابِيِّ. (النَّوْعُ السابع الموقوف)

4۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت درج ذیل کتبِ احادیث میں بھی موجود ہے:

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٣٩٦٦- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ السُّوَائِيِّ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الأَيْدِي عَلَى الأَيْدِي تَحْتَ السُّرَرِ.

- السنن الكبرى للبيهقي:

٢٤٣٥- وَرُوِىَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ: تَحْتَ السُّرَّةِ. وَفِى إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ. أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَارِثِ الْفَقِيهُ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ الْحَافِظُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ زَكَرِيَّا: حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِى زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِى زِيَادُ بْنُ زَيْدٍ السُّوَائِىُّ عَنْ أَبِى جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِى الصَّلَاةِ وَضْعَ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ.

- سنن الدارقطني:

١١١٢- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَزَّازُ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ زَكَرِيَّا الْمُحَارِبِىُّ: حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِى زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ زَيْدٍ السُّوَائِىُّ عَنْ أَبِى جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِى الصَّلَاةِ وَضْعَ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ.

١١١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ: حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعَ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ .

- مسند الإمام أحمد بن حنبل:

٨٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَسَدِيُّ لُوَيْنٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ السُّوَائِيِّ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ وَضْعُ الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ.

تیسری دلیل:

حضرت ابو وائل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے گا۔

- سنن أبي داود:

٧٥٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْكُوفِيِّ عَنْ سَيَّارٍ أَبِي الْحَكَمِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَخْذُ الأَكُفِّ عَلَى الأَكُفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُضَعِّفُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ إِسْحَاقَ الْكُوفِيَّ.

مذکورہ حدیث معتبر اور قابلِ استدلال ہے اور یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: إعلاء السنن: باب وضع اليدين تحت السرة وكيفية الوضع۔

چوتھی دلیل:

جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٣٩٦٠- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ رَبِيعٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

پانچویں دلیل:

جلیل القدر تابعی امام ابو مجلز رحمہ اللہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٣٩٦٣- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ، أَوْ سَأَلْتُهُ،

قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ: يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ، وَيَجْعَلُهَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ.

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی عقلی توجیہ:

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی ایک عقلی توجیہ اور دلیل یہ بھی ہے کہ نماز در حقیقت اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا بہترین ذریعہ ہے، اس لیے قیام کے دوران ایسی حالت ہونی چاہیے جس سے اللہ کی تعظیم اور بندے کی عاجزی کا بہتر طریقے سے اظہار ہوتا ہو، اور اگر غور کیا جائے تو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں تعظیم کا پہلو زیادہ ہے، جیسا کہ دنیا کا دستور بھی یہی مشاہدہ ہے، اس لیے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اللہ کی تعظیم اور بندے کی عاجزی کے اظہار کی بہترین مناسب صورت ہے۔ چنانچہ امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے "الاوسط" میں امام اسحاق رحمہ اللہ سے یہی بات نقل فرمائی ہے۔ چنانچہ امام اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی بات زیادہ قوی ہے اور یہ تواضع کے بھی زیادہ قریب ہے۔

وَقَالَ إِسْحَاقُ: تَحْتَ السُّرَّةِ أَقْوَى فِي الْحَدِيثِ، وَأَقْرَبُ إِلَى التَّوَاضُعِ.

(ذِكْرُ وَضْعِ بَطْنِ كَفِّ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ كَفِّ الْيُسْرَى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ جَمِيعًا)

وضاحتیں اور فوائد:

1۔ امام ترمذی رحمہ اللہ "جامع الترمذی" میں فرماتے ہیں کہ:

٢٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَؤُمُّنَا، فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ».

وَفِي البَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَغُطَيْفِ بْنِ الحَارِثِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، يَرَوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ، وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ، وَرَأَى بَعْضُهُمْ: أَنْ يَضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ، وَكُلُّ ذَلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ.

یعنی کہ حضرات صحابہ اور تابعین کرام میں سے بعض ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں جبکہ بعض دیگر ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں، اور یہ دونوں صورتیں ان کے نزدیک درست ہیں۔

اس عبارت میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہی نہیں فرمایا، جبکہ ناف کے اوپر اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے دو مذاہب ذکر فرمائے ہیں اور دونوں کو درست فرمایا، گویا کہ دونوں میں سے کسی بھی مذہب کو غلط اور خلافِ سنت نہیں کہا جاسکتا، بلکہ دونوں مذاہب کے حضرات کے پاس اپنے اپنے موقف کے بارے میں دلائل موجود ہیں۔ جامع الترمذی کی یہ عبارت یقیناً ان حضرات کی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہے جو کہ سمجھتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت کے خلاف یا غلط ہے۔

2۔ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے یا ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا مسئلہ چاروں ائمہ کرام کے مابین بلکہ حضرات صحابہ کرام کے دور سے اختلافی رہا ہے لیکن یہ اختلاف جائز ناجائز کا نہیں بلکہ افضل اور غیر افضل ہونے کا ہے، اس لیے اس کو باہمی تنازع اور انتشار کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے جیسا کہ آجکل بعض حضرات اسی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور دوسروں کی نماز کو غلط یا سنت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

عورت کے لیے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم:

فقہائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت نماز میں سینے پر ہاتھ رکھے گی۔ چنانچہ مشہور محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ الوقایہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

(والمَرْأَةُ تَضَعُ عَلَى صَدْرِهَا) اتفاقًا؛ لأَنَّ مبنى حالها على الستر.

یہی بات حضرت علامہ عبد الحیؒ لکھنوی رحمہ اللہ نے ”ہدایہ“ کی شرح ”السعایہ“ میں بھی ذکر فرمائی ہے۔ اس لیے اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

مرد اور عورت کی نماز میں اُصولی فرق:

شریعت نے عورت اور مرد کے مابین نماز کے معاملے میں واضح فرق رکھا ہے، جس کی وجہ سے متعدد مقامات میں عورت کی نماز مرد کی نماز سے مختلف ہے، مرد اور عورت کی نماز میں ایک اہم اور اصولی فرق یہ ہے کہ عورت چوں کہ نام ہی حیا اور پردے کا ہے اس لیے عورت کے لیے نماز میں وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو اور یہی طریقہ اللہ تعالی کو پسند ہے۔

جیسا کہ امام محدث بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَجماعُ مَا يُفَارِقُ الْمَرْأَةَ فِيهِ الرَّجُلُ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ رَاجِعٌ إِلَى السَّتْرِ، وَهُوَ أَنَّهَا مَأْمُورَةٌ بِكُلِّ مَا كَانَ أَسْتَرَ لَهَا.

(السنن الكبرى للبيهقي: باب مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ مِنْ تَرْكِ التَّجَافِي فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)

ترجمہ: مرد اور عورت کی نماز میں باہمی فرق کے تمام تر مسائل کی بنیاد ستر اور پردہ ہے، چنانچہ عورت کو نماز میں اسی طریقے کا حکم دیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔

اس اصول سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ نہیں باندھے گی کیوں کہ یہ اس کے لیے ستر اور حیا کے خلاف ہے، بلکہ وہ سینے پر ہاتھ رکھے گی کیوں کہ یہی اس کے لیے حیا اور ستر کا باعث ہے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

7 جُمادیٰ الثانیہ 1443ھ/11 جنوری 2022

نماز میں قیام کی حالت میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں قیام کی حالت میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ:

مردوں کے لیے نماز کے قیام میں ہاتھ باندھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ اس طرح باندھیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر آجائے، دائیں ہاتھ کی درمیانی تین انگلیاں بائیں بازو پر پھیلادیں کہ ان کا رخ کہنی کی طرف ہو، اور انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے گٹے کو پکڑ لیں۔ جبکہ خواتین کے لیے نماز کے قیام میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ اس طرح رکھیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر آجائے، وہ مردوں کی طرح ہاتھ نہ باندھیں۔

ذیل میں اس حوالے سے روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”ہم انبیاء کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم (وقت داخل ہو جانے کے بعد) افطار کرنے میں جلدی کریں، اور سحری کرنے میں تاخیر کریں اور نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھیں۔“

- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:

٢٦٠٩- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَبِيَّ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا بِتَعْجِيلِ فِطْرِنَا وَتَأْخِيرِ سُحُورِنَا وَأَنْ نَضَعَ أَيْمَانَنَا عَلَى شَمَائِلِنَا فِي الصَّلَاةِ».

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الْكَبِيرِ»، وَرِجَالُهُ رِجَالُ «الصَّحِيحِ».

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔

2۔ حضرت ہُلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے۔

- سنن الترمذي:

٢٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَؤُمُّنَا، فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ. وَفِي البَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ،

وَغُطَيْفِ بْنِ الحَارِثِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

3۔ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو یوں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے، پھر تکبیرِ تحریمہ کہی اور ہاتھوں کو اتنا اُٹھایا کہ وہ کانوں کے برابر آگئے، دائیں ہاتھ کو بائیں ہتھیلی (کی پشت)، گٹے اور بازو پر رکھا۔

- سنن النسائي:

٨٨٨- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: قُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَيْفَ يُصَلِّي فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَقَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا بِأُذُنَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ ... إلخ. (بَاب مَوْضِعِ الْيَمِينِ مِنَ الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ)

وضاحت اور فوائد:

1۔ مذکورہ تینوں روایات کے مجموعے سے احناف کا مذہب بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ تینوں احادیث میں نماز میں قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے۔ پھر تیسری حدیث میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھنے کا ذکر ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت، گٹے اور بازو پر آجائے۔ پھر دوسری حدیث میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنے کا ذکر ہے۔ اس لیے احناف کے مذہب کے مطابق جب نماز کے قیام میں ہاتھ اس طرح باندھے جائیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر آجائے، دائیں ہاتھ کی درمیانی تین انگلیاں بائیں بازو پر پھیلادی جائیں کہ ان کا رخ کہنی کی طرف ہو، اور انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے گٹے کو پکڑ لیا جائے تو تینوں احادیث پر بخوبی عمل ہو جاتا ہے۔

2۔ خواتین کے لیے قیام کی حالت میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ مردوں سے مختلف ہے جو کہ ان کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہے کہ وہ اپنے سینے پر یوں ہاتھ رکھیں گی کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر آجائے، یہ ان احادیث سے ثابت ہے جن میں دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھنے کا ذکر ہے۔ مزید

تفصیل کے لیے ماقبل کی تحریر ''نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی سنت'' ملاحظہ فرمائیں۔

فقہی عبارات

- الفتاوی الهندية:

سُنَنُهَا: رَفْعُ الْيَدَيْنِ لِلتَّحْرِيمَةِ .... وَوَضْعُ يَمِينِهِ على يَسَارِهِ تَحْتَ سُرَّتِهِ ..... وَوَضْعُ يَدِهِ الْيُمْنَى على الْيُسْرَى تَحْتَ السُّرَّةِ كما فَرَغَ من التَّكْبِيرِ، هَكَذَا في «الْمُحِيطِ» نَاقِلًا عن الْإِمَامِ خُوَاهَرْ زَادَهْ، وَهَكَذَا في «النِّهَايَةِ». وَالْمَرْأَةُ تَضَعُهُمَا على ثَدْيَيْهَا، كَذَا في «الْمُنْيَةِ» ..... اسْتَحْسَنَ كَثِيرٌ من مَشَايِخِنَا الْجَمْعَ بين الْأَخْذِ وَالْوَضْعِ، كَذَا في «الْخُلَاصَةِ»، وفي «الْمُصَفَّى»: هو الصَّحِيحُ، كَذَا في «شَرْحِ النُّقَايَةِ» لِلشَّيْخِ أبي الْمَكَارِمِ، وَذَلِكَ بِأَنْ يَضَعَ بَاطِنَ كَفِّهِ الْيُمْنَى على ظَاهِرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَيَأْخُذَ الرُّسْغَ بِالْخِنْصَرِ وَالْإِبْهَامِ وَيُرْسِلَ الْبَاقِيَ على الذِّرَاعِ.

(الْبَابُ الرَّابِعُ في صِفَةِ الصَّلَاةِ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ في سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

- الدر المختار:

(وَوَضَعَ) الرَّجُلُ (يَمِينَهُ عَلَى يَسَارِهِ تَحْتَ سُرَّتِهِ آخِذًا رُسْغَهَا بِخِنْصَرِهِ وَإِبْهَامِهِ) هُوَ الْمُخْتَارُ، وَتَضَعُ الْمَرْأَةُ وَالْخُنْثَى الْكَفَّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ ثَدْيِهَا.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: آخِذًا رُسْغَهَا) أَيْ مَفْصِلَهَا وَهُوَ بِضَمٍّ فَسُكُونٍ أَوْ بِضَمَّتَيْنِ كَمَا فِي «الْقَامُوسِ». (قَوْلُهُ: بِخِنْصَرِهِ وَإِبْهَامِهِ) أَيْ يُحَلِّقُ الْخِنْصَرَ وَالْإِبْهَامَ عَلَى الرُّسْغِ وَيَبْسُطُ الْأَصَابِعَ الثَّلَاثَ كَمَا فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ» وَنَحْوِهِ فِي «الْبَحْرِ» وَ«النَّهْرِ» وَ«الْمِعْرَاجِ» وَ«الْكِفَايَةِ» وَ«الْفَتْحِ» وَ«السِّرَاجِ» وَغَيْرِهَا. وَقَالَ فِي «الْبَدَائِعِ»: وَيُحَلِّقُ إبْهَامَهُ وَخِنْصَرَهُ وَبِنْصِرَه وَيَضَعُ الْوُسْطَى وَالْمُسَبِّحَةَ عَلَى مِعْصَمِهِ، وَتَبِعَهُ فِي «الْحَلْبَةِ»، وَمِثْلُهُ فِي «شَرْحِ الشَّيْخِ إسْمَاعِيلَ» عَنِ «الْمُجْتَبَى». (قَوْلُهُ: هُوَ الْمُخْتَارُ) كَذَا فِي «الْفَتْحِ» وَ«التَّبْيِينِ»، وَهَذَا اسْتَحْسَنَهُ كَثِيرٌ مِنَ الْمَشَايِخِ؛ لِيَكُونَ جَامِعًا بَيْنَ الْأَخْذِ وَالْوَضْعِ الْمَرْوِيَّيْنِ فِي الْأَحَادِيثِ، وَعَمَلًا بِالْمَذْهَبِ احْتِيَاطًا كَمَا فِي «الْمُجْتَبَى» وَغَيْرِهِ.

قَالَ سَيِّدِي عَبْدُ الْغَنِيِّ فِي «شَرْحِ هَدِيَّةِ ابْنِ الْعِمَادِ»: وَفِي هَذَا نَظَرٌ؛ لِأَنَّ الْقَائِلَ بِالْوَضْعِ يُرِيدُ وَضْعَ الْجَمِيعِ، وَالْقَائِلَ بِالْأَخْذِ يُرِيدُ أَخْذَ الْجَمِيعِ، فَأَخْذُ الْبَعْضِ وَوَضْعُ الْبَعْضِ لَيْسَ أَخْذًا وَلَا وَضْعًا، بَلِ الْمُخْتَارُ عِنْدِي وَاحِدٌ مِنْهُمَا مُوَافِقَةً لِلسُّنَّةِ. اهـ. قُلْت: وَهَذَا الْبَحْثُ مَنْقُولٌ فَفِي «الْمِعْرَاجِ» بَعْدَ نَقْلِهِ مَا مَرَّ عَنِ «الْمُجْتَبَى» وَ«الْمَبْسُوطِ» وَ«الظَّهِيرِيَّةِ»: وَقِيلَ: هَذَا خَارِجٌ عَنِ الْمَذَاهِبِ وَالْأَحَادِيثِ فَلَا يَكُونُ الْعَمَلُ بِهِ احْتِيَاطًا اهـ. ثُمَّ رَأَيْت الشُّرُنْبُلَالِيَّ ذَكَرَ فِي «الْإِمْدَادِ» هَذَا الِاعْتِرَاضَ، ثُمَّ قَالَ: قُلْت: فَعَلَى هَذَا يَنْبَغِي أَنْ يُفْعَلَ بِصِفَةِ أَحَدِ الْحَدِيثَيْنِ فِي وَقْتٍ وَبِصِفَةِ الْآخَرِ فِي غَيْرِهِ؛ لِيَكُونَ جَامِعًا بَيْنَ الْمَرْوِيَّيْنِ حَقِيقَةً. اهـ. أَقُولُ: يُرَدُّ عَلَيْهِ أَنَّهُ فِي كُلِّ وَقْتٍ عَمِلَ بِأَحَدِهِمَا يَكُونُ تَارِكًا فِيهِ الْعَمَلَ بِالْآخَرِ وَالْوَارِدُ فِي الْأَحَادِيثِ ذُكِرَ فِي بَعْضِهَا الْوَضْعُ وَفِي بَعْضِهَا الْأَخْذُ بِلَا بَيَانِ الْكَيْفِيَّةِ. وَالَّذِي اسْتَحْسَنَهُ الْمَشَايِخُ فِيهِ الْعَمَلَ بِهِمَا جَمِيعًا؛ إذْ لَا شَكَّ أَنَّ فِي الْأَخْذِ وَضْعًا وَزِيَادَةً. وَالْقَاعِدَةُ الْأُصُولِيَّةُ أَنَّهُ مَتَى أَمْكَنَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْمُتَعَارِضَيْنِ ظَاهِرًا لَا يُعْدَلُ عَنْ أَحَدِهِمَا فَتَأَمَّلْ. (قَوْلُهُ: الْكَفَّ عَلَى الْكَفِّ) عَزَاهُ فِي هَامِشِ «الْخَزَائِنِ» إلَى «الْغَزْنَوِيَّةِ». (قَوْلُهُ: تَحْتَ ثَدْيِهَا) كَذَا فِي بَعْضِ نُسَخِ «الْمُنْيَةِ»، وَفِي بَعْضِهَا: عَلَى ثَدْيِهَا. قَالَ فِي «الْحَلْبَةِ»: وَكَانَ الْأَوْلَى أَنْ يَقُولَ: «عَلَى صَدْرِهَا» كَمَا قَالَهُ الْجَمُّ الْغَفِيرُ، لَا «عَلَى ثَدْيِهَا» وَإِنْ كَانَ الْوَضْعُ عَلَى الصَّدْرِ قَدْ يَسْتَلْزِمُ ذَلِكَ بِأَنْ يَقَعَ بَعْضُ سَاعِدِ كُلِّ يَدٍ عَلَى الثَّدْيِ، لَكِنَّ هَذَا لَيْسَ هُوَ الْمَقْصُودُ بِالْإِفَادَةِ. (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
8 جُمادَی الثانیہ 1443ھ/12 جنوری 2022

نماز میں ثناپڑھنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد ثنا پڑھنے کا حکم:

مرد اور عورت دونوں کے لیے ہر نماز کی پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد ثنا پڑھنا سنت ہے۔ چنانچہ ''سنن النسائی'' میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب نماز شروع کرتے تو یہ پڑھتے:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ.

(**ترجمہ:** اے اللہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیری بزرگی بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔)

- سنن النسائی:

٨٩٨- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ فَضَالَةَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَنْبَأَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ».

(نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الذِّكْرِ بَيْنَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ)

مقتدی کے لیے ثنا پڑھنے کا حکم:

1۔ اگر مقتدی امام کے ساتھ پہلی رکعت میں شریک ہو رہا ہے تو وہ بھی ثنا پڑھے گا، البتہ جہری نمازوں میں اگر امام بلند آواز سے قرأت شروع کرلے تو مقتدی ثنا نہ پڑھے بلکہ خاموش رہے اور جس قدر ثنا پڑھ چکا ہے اسی پر اکتفا کرے، مزید نہ پڑھے، کیوں کہ اس صورت میں قرآن کریم کو سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ جہاں تک سرّی نمازوں کا تعلق ہے جن میں امام آہستہ قرأت کرتا ہے تو ان میں مقتدی پہلی رکعت میں شامل ہونے کے بعد صرف ثنا پڑھ کر خاموش رہے گا۔

2۔ مسبوق (یعنی جس شخص سے امام کے ساتھ ایک یا اس سے زیادہ رکعات نکل چکی ہوں وہ) جب امام کے

سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز ادا کرے گا تو اس کے لیے بھی صرف پہلی رکعت میں ثنا پڑھنا سنت ہے۔

نماز میں ثنا آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے:

نماز میں ثنا آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے۔ ذیل میں چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

1۔ جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام پانچ چیزیں آہستہ کہے گا، جن میں سے ثنا یعنی ”سبحانك اللّٰهم وبحمدك“ بھی ہے۔

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٨٩٤١- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: خَمْسٌ يُخْفِيهِنَّ الإِمَام: الاسْتِعَاذَةُ، وَسُبْحَانَك اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَبِسْمِ اللهِ الرَّحْمَن الرَّحِيمِ، وَآمِينَ، وَاللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

2۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا میں نماز ادا کی ہے، یہ حضرات سورتِ فاتحہ سے آغاز کرتے تھے۔

- صحيح مسلم:

٣٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ. وَعَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَيْهِ يُخْبِرُهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ بِـ«الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ»، لَا يَذْكُرُونَ «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ» فِي أَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِي آخِرِهَا.

(باب حُجَّةِ مَنْ قَالَ: لَا يَجْهَرُ بِالْبَسْمَلَةِ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد سورتِ فاتحہ سے پہلے ثنا، اعوذ باللہ اور بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے، بلکہ بلند آواز سے پڑھنے کا آغاز سورتِ فاتحہ ہی سے کرتے تھے۔

3۔ حضرت سَمُرہ بن جُندُب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کی نماز میں دو جگہ سکتہ یعنی

خاموشی یاد ہے: ایک خاموشی اُس وقت جب وہ تکبیرِ تحریمہ کہتے، اور دوسری خاموشی اُس وقت جب وہ "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کی قرأت سے فارغ ہو جاتے۔

- سنن أبي داود:

٧٧٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ: أَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَكْتَتَيْنِ: سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ، وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ»، فَحَفِظَ ذَلِكَ سَمُرَةُ وَأَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، فَكَتَبَا فِي ذَلِكَ إِلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَكَانَ فِي كِتَابِهِ إِلَيْهِمَا أَوْ فِي رَدِّهِ عَلَيْهِمَا أَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ. (باب السَّكْتَةِ عِنْدَ الافْتِتَاحِ)

اس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد خاموشی ثنا، اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنے ہی کے لیے تھی، اس سے آہستہ آواز میں ثنا کہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) أَيْ: هَذَا اللَّفْظَ، قَالَ مِيرَكُ: مِنْ طَرِيقِ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، عَنْ سَمُرَةَ وَسَاقَهُ قَالَ: فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، قَالَ: فَكَتَبُوا ذَلِكَ إِلَى الْمَدِينَةِ إِلَى أُبَيٍّ فَصَدَّقَ سَمُرَةَ، وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي سَمَاعِ الْحَسَنِ مِنْ سَمُرَةَ، وَالْأَصَحُّ صِحَّةُ سَمَاعِهِ مِنْهُ، وَقَدْ أَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي «صَحِيحِهِ»، وَقَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ: صَحَّ الْحَدِيثُ عَنْ سَمُرَةَ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَعُمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اه. قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَسَنَدُهُ حَسَنٌ بَلْ صَحِيحٌ.
(بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ)

فقہی عبارات

- فتاویٰ ہندیہ:

سُنَنُهَا: رَفْعُ الْيَدَيْنِ لِلتَّحْرِيمَةِ وَنَشْرُ أَصَابِعِهِ وَجَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّكْبِيرِ وَالثَّنَاءُ وَالتَّعَوُّذُ وَالتَّسْمِيَةُ

وَالتَّأْمِينُ سِرًّا ...... ثُمَّ يقول: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ، كَذَا في «الْهِدَايَةِ»، إِمَامًا كان أو مُقْتَدِيًا أو مُنْفَرِدًا كَذَا في «التَّتَارْخَانِيَّة»، ولم يُذْكَرْ في الْأَصْلِ وَلَا في النَّوَادِرِ «وجل ثَنَاؤُكَ»، كَذَا في «الْمُحِيطِ»، فَلَا يَأْتِي بِهِ في الْفَرَائِضِ، وَكَذَا في «الْهِدَايَةِ». (الْفَصْلُ الثَّالِثُ في سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

- **فتاویٰ ہندیہ:**

الْمَسْبُوقُ: من لم يُدْرِكْ الرَّكْعَةَ الْأُولَى مع الْإِمَامِ، وَلَهُ أَحْكَامٌ كَثِيرَةٌ كَذَا في «الْبَحْرِ الرَّائِقِ»، منها: أَنَّهُ إذَا أَدْرَكَ الْإِمَامَ في الْقِرَاءَةِ في الرَّكْعَةِ التي يَجْهَرُ فيها لَا يَأْتِي بِالثَّنَاءِ، كَذَا في «الْخُلَاصَةِ»، هو الصَّحِيحُ كَذَا في «التَّجْنِيسِ»، وهو الْأَصَحُّ هَكَذَا في «الْوَجِيزِ» لِلْكَرْدَرِيِّ، سَوَاءٌ كان قَرِيبًا أو بَعِيدًا أو لَا يَسْمَعُ لِصَمَمِهِ، هَكَذَا في «الْخُلَاصَةِ»، فإذا قام إلَى قَضَاءِ ما سَبَقَ يَأْتِي بِالثَّنَاءِ وَيَتَعَوَّذُ لِلْقِرَاءَةِ، كَذَا في «فَتَاوَى قَاضِي خَانْ» وَ«الْخُلَاصَةِ» وَ«الظَّهِيرِيَّةِ». وفي صَلَاةِ الْمُخَافَتَةِ يَأْتِي بِهِ، هَكَذَا في «الْخُلَاصَةِ»، وَيَسْكُتُ الْمُؤْتَمُّ عن الثَّنَاءِ إذَا جَهَرَ الْإِمَامُ، هو الصَّحِيحُ، كَذَا في «التَّتَارْخَانِيَّة» في فَصْلِ ما يَفْعَلُهُ الْمُصَلِّي في صَلَاتِهِ.

(الْفَصْلُ السَّابِعُ في الْمَسْبُوقِ وَاللَّاحِقِ)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
9 جُمادَی الثانیہ 1443ھ/13 جنوری 2022

نماز میں تعوّذ اور بسم اللہ پڑھنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں تعوّذ یعنی اَعُوذُ بِاللّٰہ پڑھنے کا حکم:

1۔ ہر نماز کی صرف پہلی رکعت میں ثنا کے بعد اور بسم اللہ سے پہلے تعوّذ پڑھنا سنت ہے۔ یہ حکم امام کے لیے بھی ہے اور منفرد یعنی اکیلے نماز ادا کرنے والے کے لیے بھی، جبکہ مقتدی امام کے پیچھے کسی بھی رکعت میں تعوّذ نہیں پڑھے گا۔

2۔ مسبوق (یعنی جس شخص سے امام کے ساتھ ایک یا اس سے زیادہ رکعات نکل چکی ہوں وہ) جب امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پوری کرے گا تو اس میں صرف پہلی رکعت میں ثنا کے بعد اور بسم اللہ سے پہلے تعوّذ پڑھے گا۔

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم:

1۔ ہر نماز کی تمام رکعات میں سورتِ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

2۔ یہاں اصولی بات یہ سمجھیے کہ تعوّذ اور بسم اللہ قرأت کے تابع ہیں یعنی یہ سورتِ فاتحہ اور سورت کے لیے پڑھے جاتے ہیں، اس لیے تعوّذ اور بسم اللہ پڑھنا صرف اسی کے لیے سنت ہے جس کے ذمے قرأت ہو، لیکن جس کے ذمے قرأت نہ ہو تو اس کے لیے تعوّذ اور بسم اللہ پڑھنا بھی سنت نہیں۔ اس اصولی بات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ تعوّذ اور بسم اللہ پڑھنا صرف امام اور منفرد یعنی اکیلے نماز ادا کرنے والے کے لیے سنت ہے کیوں کہ ان کے ذمے قرأت ہے، جبکہ مقتدی امام کے پیچھے کسی بھی رکعت میں تعوّذ اور بسم اللہ نہیں پڑھے گا کیوں کہ اس کے ذمے قرأت نہیں۔

3۔ مسبوق جب امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پوری کرے گا تو اس میں بھی ہر رکعت میں سورتِ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے گا۔

نماز میں تعوّذ اور بسم اللہ بھول جانے سے سجدہ سہو واجب ہونے کا حکم:

نماز میں تعوّذ اور بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، اس لیے اگر کوئی شخص یہ پڑھنا بھول جائے تو اس سے سجدہ سہو

واجب نہیں ہوتا۔

نماز میں تعوّذ اور بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے:

نماز میں تعوّذ اور بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے، البتہ اگر کسی نے بھول کر آواز سے پڑھ لیے تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

تنبیہ: واضح رہے کہ مذکورہ بالا احکام مرد اور عورت دونوں کے لیے ہیں۔

تعوُّذ:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔

تسمیہ:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان، بہت مہربان ہے۔

احادیث مبارکہ اور فقہی عبارات

- مصنف ابن ابی شیبہ:

٢٤٧١- عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الأَسْوَدِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَكَبَّرَ فَقَالَ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ، ثُمَّ يَتَعَوَّذَ.

٢٤٧٢- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ يَتَعَوَّذُ يَقُولُ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، أَوْ: أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ.

٢٤٧٣- عَنْ كَهْمَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا أَسْتَعِيذُ بِالسَّمِيعِ الْعَلِيمِ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قُلْ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، إِنَّ اللهَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.

٢٤٧٥- حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، مِنْ هَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ، وَنَفْثِهِ».

١٩٥- مَنْ كَانَ لَا يَجْهَرُ بِـ «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ»:

٤١٥١- حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَايَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ -وَلَمْ أَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ أَشَدَّ عَلَيْهِ حَدَثٌ فِي الإِسْلَامِ مِنْهُ- قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا أَقْرَأُ: «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم»، قَالَ: يَا بُنَيَّ، إِيَّاكَ وَالْحَدَثَ، فَإِنِّي قَدْ صَلَّيْت خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقُولُ ذَلِكَ، إِذَا قَرَأْت فَقُلْ: «الْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ».

٤١٦٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ فَلَمْ يَجْهَرُوا بِـ «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ».

٤١٦٠- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمَرْزُبَانِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ كَانَ يُخْفِي «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم» وَالاسْتِعَاذَةَ، وَ«رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ».

٤١٦١- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُغِيرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: جَهْرُ الإِمَامِ بـ«بِسْمِ الله الرَّحْمَنِ الرَّحِيم» بِدْعَةٌ.

٤١٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ وَابْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُمَا كَانَا لَا يَجْهَرَانِ.

٤١٦٥- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَأَلْتُ الْحَكَمَ وَحَمَّادًا وَأَبَا إِسْحَاقَ عَنِ الْجَهْرِ؟ قالوا: اقْرَأْ: «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم» فِي نَفْسِك.

٤١٦٦- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الْجَهْرُ بـ«بسم اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم» قِرَاءَةُ الأَعْرَابِ.

٤١٦٩- عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عَلِيًّا كَانَ لَا يَجْهَرُ بِـ«بسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم».

٤١٧٠- عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: لَا يُجْهَرُ بِـ«بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ».

٤١٧١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيّ عَنْ أَبِي سِنَانٍ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ عُمَرَ سَبْعِينَ صَلَاةً، فَلَمْ يَجْهَرْ فِيهَا بِـ«بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ».

٤١٥٩- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ وَمُغِيرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: يُخْفِي الإِمَامُ «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم» وَالاسْتِعَاذَةَ، وَ«آمِينَ»، وَ«رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ».

- **فتاویٰ ہندیہ:**

سُنَنُهَا: رَفْعُ الْيَدَيْنِ لِلتَّحْرِيمَةِ وَنَشْرُ أَصَابِعِهِ وَجَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّكْبِيرِ وَالثَّنَاءُ وَالتَّعَوُّذُ وَالتَّسْمِيَةُ وَالتَّأْمِينُ سِرًّا ...... ثُمَّ يَتَعَوَّذُ وَصُورَتُهُ: أَعُوذُ بِاللهِ من الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، وهو الْمُخْتَارُ كَذَا في «الْخُلَاصَةِ»، وَبِهِ يُفْتَى هَكَذَا في «الزَّاهِدِيِّ». وَالسُّنَّةُ فيه الْإِخْفَاءُ وهو الْمَذْهَبُ عِنْدَ عُلَمَائِنَا، هَكَذَا في «الذَّخِيرَةِ»، ثُمَّ التَّعَوُّذُ تَبَعٌ لِلْقِرَاءَةِ دُونَ الثَّنَاءِ عِنْدَ أبي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى حتى يَأْتِيَ بِهِ الْمَسْبُوقُ إذَا قام إلَى الْقَضَاءِ دُونَ الْمُقْتَدِي، وَيُؤَخَّرُ عن تَكْبِيرَاتِ الْعِيدِ، هَكَذَا في «الْهِدَايَةِ» وَأَكْثَرِ الْمُتُونِ. وَالتَّعَوُّذُ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ لَا غَيْرُ، فَلَو افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَنَسِيَ التَّعَوُّذَ حتى قَرَأَ الْفَاتِحَةَ لَا يَتَعَوَّذُ بَعْدَ ذلك، كَذَا في «الْخُلَاصَةِ». ثُمَّ يَأْتِي بِالتَّسْمِيَةِ وَيُخْفِيهَا وَهِيَ من الْقُرْآنِ آيَةٌ لِلْفَصْلِ بين السُّوَرِ، كَذَا في «الظَّهِيرِيَّةِ» فِيمَا يُكْرَهُ في الصَّلَاةِ، وَلَا يَتَأَدَّى بها فَرْضُ الْقِرَاءَةِ، كَذَا في «الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ»، وَيَأْتِي بها في أَوَّلِ كل رَكْعَةٍ وهو قَوْلُ أبي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ، كَذَا في «الْمُحِيطِ»، وفي «الْحُجَّةِ»: وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، هَكَذَا في «التَّتَارْخَانِيَّة». وَلَا يُسَمِّي بين الْفَاتِحَةِ وَالسُّورَةِ، هَكَذَا في «الْوِقَايَةِ» وَ«النُّقَايَةِ»، وهو الصَّحِيحُ، هَكَذَا في «الْبَدَائِعِ» وَ«الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ». (الْفَصْلُ الثَّالِثُ في سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

- **مراقی الفلاح:**

«و» يسن «التعوذ» فيقول: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، وهو ظاهر المذهب، أو: أستعيذ الخ، واختاره الهندواني «للقراءة»، فيأتي به المسبوق كالإمام والمنفرد، لا المقتدي؛ لأنه تبع للقراءة

عندهما ..... «و» تسن «التسمية أول كل ركعة» قبل الفاتحة؛ لأنه ﷺ كان يفتتح صلاته بـ«بسم الله الرحمن الرحيم»، والقول بوجوبها ضعيف وإن صح؛ لعدم ثبوت المواظبة عليها.

- البحر الرائق:

قَيَّدَ بِتَرْكِ الْوَاجِبِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَجِبُ بِتَرْكِ سُنَّةٍ كَالثَّنَاءِ وَالتَّعَوُّذِ وَالتَّسْمِيَةِ وَتَكْبِيرَاتِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَتَسْبِيحَاتِهَا وَرَفْعِ الْيَدَيْنِ في تَكْبِيرَةِ الِافْتِتَاحِ وَتَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ وَالتَّأْمِينِ وَالتَّسْمِيعِ وَالتَّحْمِيدِ، كَذَا في «الْمُحِيطِ» وَ«الْخُلَاصَةِ».

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
25 جُمادَی الاُولیٰ 1441ھ/ 21 جنوری 2020

نماز میں آمین کہنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں سورتِ فاتحہ کے بعد آمین کہنے کا حکم:

نماز میں سورتِ فاتحہ کے بعد آمین کہنا سنت ہے، یہ حکم امام کے لیے بھی ہے اور منفرد یعنی اکیلے نماز ادا کرنے والے کے لیے بھی ہے، اسی طرح مقتدی بھی جہری نمازوں میں امام کے سورتِ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہے گا، البتہ سرّی نمازوں میں چوں کہ مقتدی کو امام کی سورتِ فاتحہ کی آواز سنائی نہیں دیتی، اس لیے ان میں صرف امام ہی آمین کہے گا۔ ذیل میں آمین سے متعلق چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، سو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگئی تو اس کے گذشتہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔“ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

٧٨٠- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب امام سورتِ فاتحہ مکمل کرلے تو یہی وقت امام کے آمین کہنے کا ہوتا ہے تو جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہہ دیا کریں۔ اس حدیث کی مزید صراحت اور وضاحت ”سنن النسائی“ کی درج ذیل صحیح حدیث میں موجود ہے:

2۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب امام ”غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ“ کہے تو تم بھی آمین کہو، کیوں کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ سو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگئی تو اس کے گذشتہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔“ جیسا کہ سنن النسائی میں ہے:

٩٢٦- أَخْبَرَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» فَقُولُوا: آمِينَ؛ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُولُ: آمِينَ، وَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ:

آمِينَ، فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

اس دوسری حدیث سے پہلی حدیث کی مزید وضاحت ہوگئی کہ جب امام سورتِ فاتحہ مکمل کرلیتا ہے تو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے، اس لیے مقتدی کو بھی چاہیے کہ وہ بھی آمین کہے۔

فائدہ: واضح رہے کہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین موافق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس طرح آمین کہے کہ اس کی اور فرشتوں کی آمین ایک ہی وقت میں ادا ہو جائے اور جو شخص بروقت آمین کہتا ہے تو اس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہو ہی جاتی ہے۔ اس موافقت کے اس کے علاوہ دیگر معانی بھی مراد لیے گئے ہیں۔

- التيسير بشرح الجامع الصغير:

(إذا أمّن) بالتشديد (الإمام) أي إذا فرغ الإمام من قراءة الفاتحة في الجهرية (فأمّنوا) أيها المؤمنون مقارنين له. وظاهره أنه إذا لم يؤمّن لا يؤمّنوا وليس مرادا. (فإنه) أي الشأن (ومن وافق تأمينه تأمين الملائكة) قولا وزمنا، وقيل: إخلاصا وخشوعا. واعترض والمراد جميعهم أو الحفظة أو من يشهد الصلاة. (غفر له ما تقدّم) زاد في رواية للجرجاني في «أماليه»: وما تأخر، وعليها اعتمد الغزالي في «وسيطه». (من ذنبه) يعني من الصغائر كما يفيده أخبار تجيء. و«من» للبيان لا للتبعيض. قال المؤلف: وأحسن ما فسر به هذا الحديث ما رواه عبد الرزاق عن عكرمة قال: صفوف أهل الأرض على صفوف أهل السماء، فإذا وافق أمين في الأرض أمين في السماء غفر للعبد. قال الحافظ ابن حجر: مثله لا يقال بالرأي فالمصير إليه أولى. (مالك) في «الموطأ» (حم ق عن أبي هريرة). (حرف الهمزة)

نماز میں آمین آہستہ کہنا سنّت ہے:

احناف کے نزدیک نماز میں سورتِ فاتحہ کے بعد آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے۔ احناف کا یہ مذہب متعدد دلائل سے ثابت ہے:

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جب امام "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کہے تو تم بھی آمین کہو، کیوں کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ سو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگئی تو اس کے گذشتہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔" جیسا کہ سنن النسائی میں ہے:

٩٢٦- أَخْبَرَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» فَقُولُوا: آمِينَ؛ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُولُ: آمِينَ، وَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ: آمِينَ، فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

مذکورہ حدیث میں آمین آہستہ کہنے کی طرف یہ اشارہ مل جاتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام بھی آمین کہتا ہے، اس لیے مقتدی بھی آمین کہہ دیا کریں۔ تو اگر آمین بلند آواز سے کہی جاتی تو حضور اقدس ﷺ بطورِ وضاحت یہ ارشاد نہ فرماتے کہ امام بھی آمین کہتا ہے، کیوں کہ وہ تو پہلے ہی سے مقتدی کو معلوم ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورتِ فاتحہ کے بعد امام جو خاموشی اختیار کرلیتا ہے تو مقتدی یہ نہ سمجھیں کہ امام آمین نہیں کہتا، بلکہ حدیث میں فرمادیا گیا ہے کہ امام بھی آمین کہتا ہے اس لیے مقتدی بھی آمین کہہ دیا کریں۔

- إعلاء السنن:

قوله: «عن أبي هريرة إلخ: وفيه قوله ﷺ: «وَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ: آمِينَ». قلت: فيه دلالة ظاهرة على الإخفاء بآمين للإمام، وإلا لم يحتج إلى إظهار فعله بقوله: «وَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ: آمِينَ»، كما لا يخفى. (باب ما جاء في سنية التأمين والإخفاء بها)

2۔ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، سو جب انھوں نے "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" تک تلاوت فرمائی تو "آمین" کہا اور اپنی آواز کو پوشیدہ رکھا۔

یہ روایت درج ذیل کتبِ احادیث میں موجود ہے:

- مسند احمد:

١٨٨٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ قَالَ: سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ، أَوْ سَمِعَهُ حُجْرٌ مِنْ وَائِلٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا قَرَأَ: «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» قَالَ: «آمِينَ»، وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى، وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ.

- المعجم الکبیر:

١٠٩- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَنْبَسٍ يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ: أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا قَالَ: «وَلَا الضَّالِّينَ» قَالَ: «آمِينَ»، فَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ.

- المستدرک للحاکم:

٢٩١٣- أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ الْفَقِيهُ وَأَبُو عَبْدِ اللهِ الصَّفَّارُ الزَّاهِدُ وَعَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذَ الْعَدْلُ قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ الْقَاضِي: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو الْوَلِيدِ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ حُجْرًا أَبَا الْعَنْبَسِ يُحَدِّثُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ قَالَ: «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ» قَالَ: «آمِينَ» يَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ.

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: على شرط البخاري ومسلم.

امام حاکم اور امام ذہبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ کی شرط کے

مطابق صحیح ہے۔

- مسند ابی داود الطیالسی:

١١١٧- عَنْ وَائِلٍ: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا قَرَأَ «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِّينَ» قَالَ: «آمِينَ» خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى، وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ.

- حدیث السراج:

٤٢٩- أَخْبَرَنَا السَّرَّاجُ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا يزيد بن هارون: أنبأنا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حَجَرٍ أبي العنبس، عن عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِّينَ» قَالَ: «آمِينَ»، وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ.

اس حدیث کے معتبر ہونے سے متعلق تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے: اعلاء السنن۔

3۔ حضرت سمُرہ بن جُندُب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کی نماز میں دو جگہ سکتہ یعنی خاموشی یاد ہے: ایک خاموشی اُس وقت جب وہ تکبیرِ تحریمہ کہتے، اور دوسری خاموشی اُس وقت جب وہ "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کی قرأت سے فارغ ہو جاتے۔

- سنن أبي داود:

٧٧٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ: أَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَكْتَتَيْنِ: سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ، وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ»، فَحَفِظَ ذَلِكَ سَمُرَةُ وَأَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، فَكَتَبَا فِي ذَلِكَ إِلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَكَانَ فِي كِتَابِهِ إِلَيْهِمَا أَوْ فِي رَدِّهِ عَلَيْهِمَا أَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ. (باب السَّكْتَةِ عِنْدَ الافْتِتَاحِ)

اس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کے بعد خاموشی آمین ہی کے لیے تھی، اس سے آہستہ آواز میں آمین کہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

• مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) أَيْ: هَذَا اللَّفْظَ، قَالَ مِيرَكُ: مِنْ طَرِيقِ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، عَنْ سَمُرَةَ وَسَاقَهُ قَالَ: فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، قَالَ: فَكَتَبُوا ذَلِكَ إِلَى الْمَدِينَةِ إِلَى أُبَيٍّ فَصَدَّقَ سَمُرَةَ، وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي سَمَاعِ الْحَسَنِ مِنْ سَمُرَةَ، وَالْأَصَحُّ صِحَّةُ سَمَاعِهِ مِنْهُ، وَقَدْ أَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي «صَحِيحِهِ»، وَقَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ: صَحَّ الْحَدِيثُ عَنْ سَمُرَةَ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَعُمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اه. قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَسَنَدُهُ حَسَنٌ بَلْ صَحِيحٌ. (بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ)

4۔ حضرت ابو وائل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔

• مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:

٢٦٣٢- عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ وَعَبْدُ اللهِ لَا يَجْهَرَانِ بِـ«بَسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ» وَلَا بِالتَّعْوِيذِ وَلَا بِالتَّأْمِينِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الْكَبِيرِ» وَفِيهِ أَبُو سَعْدٍ الْبَقَّالُ وَهُوَ ثِقَةٌ مُدَلِّسٌ.

واضح رہے کہ یہ روایت معتبر ہے، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: اعلاء السنن۔

5۔ امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے گا، ان میں سے ایک "آمین" بھی ہے۔

• مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٢٥٩٦- عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: «أَرْبَعٌ يُخْفِيهِنَّ الْإِمَامُ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَالِاسْتِعَاذَةِ، وَآمِينَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

6۔ جلیل القدر تابعی امام عطار حمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "آمین" دعا ہے، جیسا کہ صحیح البخاری میں ہے:

وَقَالَ عَطَاءٌ: آمِينَ دُعَاءٌ. (صحيح البخاري بَاب جَهْرِ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِينِ)

اور دعا سے متعلق شریعت کا اصول یہ ہے کہ یہ آہستہ مانگنا افضل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف آیت نمبر 55 میں فرماتے ہیں:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (55)

ترجمہ: تم اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔ یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ نماز میں آہستہ آواز سے آمین کہنا افضل ہے۔

فقہی عبارت

- فتاویٰ ہندیہ:

سُنَنُهَا: رَفْعُ الْيَدَيْنِ لِلتَّحْرِيمَةِ وَنَشْرُ أَصَابِعِهِ وَجَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّكْبِيرِ وَالثَّنَاءُ وَالتَّعَوُّذُ وَالتَّسْمِيَةُ وَالتَّأْمِينُ سِرًّا ...... ثُمَّ يقول: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ، كَذَا فِي «الْهِدَايَةِ»، إِمَامًا كان أو مُقْتَدِيًا أو مُنْفَرِدًا، كَذَا فِي «التَّتَارْخَانِيَّة»، ولم يُذْكَرْ فِي الْأَصْلِ وَلَا فِي النَّوَادِرِ «وجل ثَنَاؤُكَ»، كَذَا فِي «الْمُحِيطِ»، فَلَا يَأْتِي بِهِ فِي الْفَرَائِضِ، وَكَذَا فِي «الْهِدَايَةِ». (الْفَصْلُ الثَّالِثُ فِي سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

وضاحتیں:

1۔ نماز میں آمین آہستہ یا بلند آواز سے کہنے کے معاملے میں حضرات ائمہ مجتہدین اور اکابرِ امت کا اختلاف رہا ہے، یہ اختلاف جائز وناجائز یا حق و باطل کا نہیں، بلکہ افضل ہونے اور افضل نہ ہونے کا ہے، جانبین کے پاس اپنے موقف پر دلائل موجود ہیں، اس لیے اس معاملے کو باہمی اختلاف کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔
2۔ ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ آمین کے مسئلے میں احناف کا مذہب بھی دلائل سے ثابت اور سنت کے موافق ہے، اس سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے کہ جو احناف کے مذہب کو غلط قرار دیتے ہیں۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
10 جُمادَی الثانیہ 1443ھ/14 جنوری 2022

نماز میں تکبیراتِ انتقال کہنے کا طریقہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں تکبیراتِ انتقال کہنے کا طریقہ:

نماز میں تکبیراتِ انتقال یعنی ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کی تکبیرات کہنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جس وقت ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونا شروع کرے اُسی وقت تکبیر کہنا بھی شروع کردے، اور جب دوسرے رکن کی طرف منتقل ہو جائے تو اسی کے ساتھ ہی تکبیر ختم کردے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

1۔ رکوع کے لیے جاتے وقت اس طرح تکبیر کہے کہ جھکتے ہوئے شروع کرے اور رکوع میں پہنچ کر تکبیر ختم کردے۔

2۔ رکوع سے اٹھتے ہوئے تسمیع یعنی: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" اس طرح کہے کہ رکوع سے اٹھتے ہوئے شروع کرے اور کھڑے ہوتے ہی ختم کردے۔

3۔ سجدے کے لیے جاتے ہوئے اس طرح تکبیر کہے کہ جھکتے ہوئے شروع کرے اور سجدے میں پہنچ کر ختم کردے۔

4۔ سجدے سے اُٹھتے ہوئے اس طرح تکبیر کہے کہ اُٹھتے ہوئے شروع کرے اور بیٹھتے ہی ختم کردے۔

5۔ پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے اُٹھتے ہوئے اس طرح تکبیر کہے کہ اُٹھتے ہوئے شروع کرے اور کھڑے ہوتے ہی ختم کردے۔

وضاحت: واضح رہے کہ یہ حکم امام، مقتدی اور منفرد (یعنی اکیلے نماز ادا کرنے والے)؛ سب کے لیے ہے، بلکہ امام کو تو اس کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

تفصیلی عبارات

- صحيح البخاري:

٧٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو

بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ، سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ -قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَلَكَ الْحَمْدُ- ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ.
(بَاب التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ)

- عمدة القاري شرح صحيح البخاري:

فيه إثبات التكبير في كل خفض ورفع إلا في رفعه من الركوع يقول: سمع الله لمن حمده. وفيه في قوله: «ثم يكبر حين يركع» إلى آخره دليل على مقارنة التكبير لهذه الحركات وبسطه عليها فيبدأ بالتكبير حين يسرع في الانتقال إلى الركوع ويمده حتى يصل إلى حد الراكعين، ثم يشرع في تسبيح الركوع، ويبدأ بالتكبير حين يشرع في الهوى إلى السجود ويمده حتى يضع جبهته على الأرض، ثم يشرع في تسبيح السجود. وفيه يبدأ في قوله: «سمع الله لمن حمده» حتى يشرع في الرفع من الركوع ويمده حتى ينتصب قائما .... وفيه أنه يشرع في التكبير للقيام من التشهد الأول ويمده حتى ينتصب قائما. (باب يهوي بالتكبير حين يسجد)

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

(ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ): قَالَ ابْنُ الْهُمَامِ: وَفِيهِ تَرْجِيحُ مُقَارَنَةِ الِانْتِقَالِ بِالتَّكْبِيرِ كَمَا هُوَ فِي «الْجَامِعِ الصَّغِيرِ»، وَأَنَّ التَّسْمِيعَ يُذْكَرُ حَالَةَ الِانْتِقَالِ مِنَ الرُّكُوعِ، وَالتَّحْمِيد حَالَةَ الِانْتِقَالِ مِنَ الْقِيَامِ، وَعَلَى وَفْقِهِ ذِكْرُ فِي جَامِعِ التُّمُرْتَاشِيِّ وَقَالَ فِيهِ: فَإِنْ لَمْ يَأْتِ بِالتَّسْمِيعِ حَالَةَ الرَّفْعِ لَا يَأْتِ بِهِ حَالَةَ الِاسْتِوَاءِ، وَقِيلَ: يَأْتِي بِهِمَا. (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- الفتاوى الهندية:

وَيُكَبِّرُ مع الِانْحِطَاطِ، كَذَا في «الْهِدَايَةِ»، قال الطَّحَاوِيُّ: وهو الصَّحِيحُ، كَذَا في «مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ»، فَيَكُونُ ابْتِدَاءُ تَكْبِيرِهِ عِنْدَ أَوَّلِ الْخُرُورِ، وَالْفَرَاغُ عِنْدَ الِاسْتِوَاءِ لِلرُّكُوعِ، كَذَا في

«الْمُحِيطِ». (الْفَصْلُ الثَّالِثُ فِي سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع:

وإذا فَرَغَ منَ الْقِرَاءَةِ يَنْحَطُّ لِلرُّكُوعِ وَيُكَبِّرُ مع الِانْحِطَاطِ .... وَمِنْ سُنَنِ الِانْتِقَالِ أَنْ يُكَبِّرَ مع الِانْحِطَاطِ. (فَصْلٌ وَأَمَّا سُنَنُهَا فَكَثِيرَةٌ)

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: مَعَ الِانْحِطَاطِ) أَفَادَ أَنَّ السُّنَّةَ كَوْنُ ابْتِدَاءِ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الْخُرُورِ وَانْتِهَائِهِ عِنْدَ اسْتِوَاءِ الظَّهْرِ، وَقِيلَ: إنَّهُ يُكَبِّرُ قَائِمًا، وَالْأَوَّلُ هُوَ الصَّحِيحُ، كَمَا فِي «الْمُضْمَرَاتِ»، وَتَمَامُهُ فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ». (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:

والسنة أن يكون ابتداء الذكر عند ابتداء الإنتقال، وانتهاؤه عند انتهائه، وإن خالف ترك السنة. قال في «الأشباه»: كل ذكر فات محله لا يؤتى به في غيره. (فصل في المكروهات)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

22 جُمادَی الاُولیٰ 1443ھ/27 دسمبر 2021

نماز میں تکبیرات کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز کی تکبیرات کہنے کا حکم:

نماز کی تکبیرات میں سے صرف تکبیرِ تحریمہ فرض ہے، اور نماز کے آخر میں سلام واجب ہے، ان کے علاوہ رکوع کے لیے جانے کی تکبیر، رکوع سے اُٹھنے کی تسمیع یعنی ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ''، سجدے کے لیے جانے کی تکبیر، پہلے سجدے سے اٹھنے کی تکبیر، دوسرے سجدے کے لیے جانے کی تکبیر اور دوسرے سجدے سے اٹھنے کی تکبیر؛ یہ سب سنت ہیں۔

وضاحت: نماز کے آخر میں دونوں طرف سلام کہنا واجب ہے، البتہ اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرتے وقت فقط لفظِ ''اَلسَّلَامُ'' کہنا واجب ہے، جبکہ پورا سلام یعنی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ'' کہنا سنت ہے۔

روایات اور فقہی عبارات

• صحيح البخاري:

٧٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ، سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ -قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَلَكَ الْحَمْدُ- ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ.

(بَاب التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ)

• سنن أبي داود:

٦١- عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ».

- الفتاوى الهندية:

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ في فَرَائِضِ الصَّلَاةِ، وَهِيَ سِتٌّ منها: التَّحْرِيمَةُ، وَهِيَ شَرْطٌ عِنْدَنَا.

(الْبَابُ الرَّابِعُ في صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- الفتاوى الهندية:

وَيَجِبُ لَفْظُ السَّلَامِ، هَكَذَا في «الْكَنْزِ».

(الْبَابُ الرَّابِعُ في صِفَةِ الصَّلَاةِ: الْفَصْلُ الثَّانِي في وَاجِبَاتِ الصَّلَاةِ)

- الفتاوى الهندية:

سُنَنُهَا: رَفْعُ الْيَدَيْنِ لِلتَّحْرِيمَةِ .... وَتَكْبِيرُ الرُّكُوعِ .... وَتَكْبِيرُ السُّجُودِ وَالرَّفْعِ.

(الْبَابُ الرَّابِعُ في صِفَةِ الصَّلَاةِ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ في سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

- الدر المختار:

(مِنْ فَرَائِضِهَا) الَّتِي لَا تَصِحُّ بِدُونِهَا (التَّحْرِيمَةُ) قَائِمًا (وَهِيَ شَرْطٌ) .... (وَلَهَا وَاجِبَاتٌ) .... (وَلَفْظُ السَّلَامِ) مَرَّتَيْنِ، فَالثَّانِي وَاجِبٌ عَلَى الْأَصَحِّ، «بُرْهَانٌ»، دُونَ «عَلَيْكُمْ» .... (وَسُنَنُهَا) .... (وَتَكْبِيرُ الرُّكُوعِ) .... (وَتَكْبِيرُ السُّجُودِ و) كَذَا نَفْسُ (الرَّفْعِ مِنْهُ) بِحَيْثُ يَسْتَوِي جَالِسًا (وَ) كَذَا (تَكْبِيرُهُ) .... وَالتَّسْمِيعُ لِلْإِمَامِ وَالتَّحْمِيدُ لِغَيْرِه. .... (ثُمَّ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَيَسَارِهِ) ..... (قَائِلًا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ) هُوَ السُّنَّةُ، وَصَرَّحَ الْحَدَّادِيُّ بِكَرَاهَةِ: عَلَيْكُمْ السَّلَامُ (وَ) أَنَّهُ (لَا يَقُولُ) هُنَا (وَبَرَكَاتُهُ).

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: التَّحْرِيمَةُ) الْمُرَادُ بِهَا جُمْلَةُ ذِكْرٍ خَالِصٍ. مِثْلُ: اللهُ أَكْبَرُ. كَمَا سَيَأْتِي مَعَ بَيَانِ شُرُوطِهَا الْعِشْرِينَ نَظْمًا. وَالتَّحْرِيمُ: جَعْلُ الشَّيْءِ مُحَرَّمًا، سُمِّيَتْ بِهَا؛ لِتَحْرِيمِهَا الْأَشْيَاءَ الْمُبَاحَةَ قَبْلَ الشُّرُوعِ، بِخِلَافِ سَائِرِ التَّكْبِيرَاتِ. وَالتَّاءُ فِيهَا لِلْمُبَالَغَةِ، قُهُسْتَانِيٌّ، وَهُوَ الْأَظْهَرُ، بُرْجُنْدِيٌّ، وَقِيلَ: لِلْوَحْدَةِ، وَقِيلَ: لِلنَّقْلِ مِنَ الْوَصْفِيَّةِ إِلَى الِاسْمِيَّةِ .... (قَوْلُهُ: عَلَى الْأَصَحِّ) وَقِيلَ: سُنَّةٌ، «فَتْحٌ». (قَوْلُهُ: دُونَ «عَلَيْكُمْ») فَلَيْسَ بِوَاجِبٍ عِنْدَنَا. .... (قَوْلُهُ: وَكَذَا الرَّفْعُ مِنْهُ) أَشَارَ إِلَى أَنَّ

الرَّفْعَ مَرْفُوعٌ بِالْعَطْفِ عَلَى تَكْبِيرٍ. قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَلَا يَجُوزُ جَرُّهُ؛ لِأَنَّهُ لَا يُكَبِّرُ فِيهِ وَإِنَّمَا يَأْتِي بِالتَّسْمِيعِ اه لَكِنْ سَنَذْكُرُ فِي الْفَصْلِ الْآتِي الْقَوْلَ بِأَنَّهُ سُنَّةٌ فِيهِ أَيْضًا؛ لِحَدِيثِ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ رَفْعٍ وَخَفْضٍ. وَعَلَى تَأْوِيلِ الْحَدِيثِ بِأَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّكْبِيرِ ذِكْرٌ فِيهِ تَعْظِيمٌ يُقَالُ مِثْلُهُ هُنَا، فَيَجُوزُ الْجَرُّ لِئَلَّا يَفُوتَ الْمُصَنِّفَ ذِكْرُ التَّسْمِيعِ فِي السُّنَنِ، لَكِنْ يَفُوتُهُ ذِكْرُ نَفْسِ الرَّفْعِ، فَالتَّأْوِيلُ فِي عِبَارَةِ «الْكَنْزِ» أَظْهَرُ كَمَا أَوْضَحْنَاهُ فِي حَوَاشِينَا عَلَى «الْبَحْرِ». ..... (قَوْلُهُ: لِغَيْرِهِ) أَيْ لِمُؤْتَمٍّ وَمُنْفَرِدٍ، لَكِنْ سَيَأْتِي أَنَّ الْمُعْتَمَدَ أَنَّ الْمُنْفَرِدَ يَجْمَعُ بَيْنَ التَّسْمِيعِ وَالتَّحْمِيدِ وَكَذَا الْإِمَامُ عِنْدَهُمَا وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنِ الْإِمَامِ جَزَمَ بِهَا الشُّرُنْبُلَالِيُّ فِي مُقَدَّمَتِهِ. .... (قَوْلُهُ: هُوَ السُّنَّةُ) قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَهُوَ عَلَى وَجْهِ الْأَكْمَلِ أَنْ يَقُولَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَو السَّلَامُ أَوْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ أَوْ عَلَيْكُم السَّلَامُ أَجْزَأَهُ وَكَانَ تَارِكًا لِلسُّنَّةِ، وَصَرَّحَ فِي «السِّرَاجِ» بِكَرَاهَةِ الْأَخِيرِ. اه. قُلْت: تَصْرِيحُهُ بِذَلِكَ لَا يُنَافِي كَرَاهَةَ غَيْرِهِ أَيْضًا مِمَّا خَالَفَ السُّنَّةَ. (باب صفة الصلاة)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

26 جُمادی الثانیہ 1443ھ/30 جنوری 2022

نماز میں رکوع کرنے کا سنت طریقہ

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

مردوں کے لیے رکوع کرنے کا سنت طریقہ:

نماز میں مردوں کے لیے رکوع کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لیے جاتے وقت تکبیر کہیں اس طرح کہ جھکتے ہوئے تکبیر شروع کریں اور رکوع میں پہنچ کر تکبیر ختم کردیں۔ رکوع میں اپنے اوپر کے دھڑ کو پوری طرح جھکائیں کہ سر اور پشت ایک ہی سطح پر آجائیں۔ رکوع کی حالت میں نہ تو سر کو جھکائیں اور نہ ہی اتنا بلند کریں کہ وہ کمر سے اوپر ہو جائے، بلکہ سر اور کمر کو ایک ہی سیدھ میں رکھیں۔ ہاتھوں کے ذریعے گھٹنوں کو پکڑلیں، اور انگلیوں میں فاصلہ رکھیں۔ کہنیوں کو پسلیوں سے الگ رکھیں۔ بازؤوں اور ہاتھوں کو سیدھا رکھیں کہ وہ تنے ہوئے ہوں اور ان میں کوئی خم نہ ہو۔ نظر پاؤں کی طرف رکھیں۔ دونوں پاؤں کے درمیان مناسب فاصلہ رکھیں جیسا کہ قیام کی حالت میں فاصلہ رکھا گیا تھا۔ رکوع خوب اطمینان سے کریں کہ کم از کم تین بار "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" اطمینان سے پڑھ سکیں۔

روایات اور فقہی عبارات

- صحيح البخاري:

٧٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ، سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ -قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَلَكَ الْحَمْدُ- ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ.

(بَاب التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ)

- عمدة القاري شرح صحيح البخاري:

فيه إثبات التكبير في كل خفض ورفع إلا في رفعه من الركوع يقول: سمع الله لمن حمده. وفيه

في قوله: «ثم يكبر حين يركع» إلى آخره دليل على مقارنة التكبير لهذه الحركات وبسطه عليها فيبدأ بالتكبير حين يسرع في الانتقال إلى الركوع ويمده حتى يصل إلى حد الراكعين، ثم يشرع في تسبيح الركوع، ويبدأ بالتكبير حين يشرع في الهوى إلى السجود ويمده حتى يضع جبهته على الأرض، ثم يشرع في تسبيح السجود. وفيه يبدأ في قوله: «سمع الله لمن حمده» حتى يشرع في الرفع من الركوع ويمده حتى ينتصب قائما .... وفيه أنه يشرع في التكبير للقيام من التشهد الأول ويمده حتى ينتصب قائما. (باب يهوي بالتكبير حين يسجد)

- سنن الترمذي:

٢٥٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ قَالَ: قَالَ لَنَا عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ: إِنَّ الرُّكَبَ سُنَّتْ لَكُمْ، فَخُذُوا بِالرُّكَبِ.

وَفِي البَابِ عَنْ سَعْدٍ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي حُمَيْدٍ، وَأَبِي أُسَيْدٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، وَأَبِي مَسْعُودٍ. حَدِيثُ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ فِي ذَلِكَ، إِلَّا مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَبَعْضِ أَصْحَابِهِ أَنَّهُمْ كَانُوا يُطَبِّقُونَ. وَالتَّطْبِيقُ مَنْسُوخٌ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ.

٢٦٠- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ العَقَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ: اجْتَمَعَ أَبُو حُمَيْدٍ، وَأَبُو أُسَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَذَكَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَكَعَ، فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا، وَوَتَّرَ يَدَيْهِ، فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ.

وَفِي البَابِ عَنْ أَنَسٍ. حَدِيثُ أَبِي حُمَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ أَهْلُ العِلْمِ: أَنْ يُجَافِيَ الرَّجُلُ يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ.

٢٦٢- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ العَظِيمِ»، وَفِي سُجُودِهِ، «سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى»،

وَمَا أَتَى عَلَى آيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ وَسَأَلَ، وَمَا أَتَى عَلَى آيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ وَتَعَوَّذَ.

وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

٢٦٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَا يُقِيمُ فِيهَا الرَّجُلُ يَعْنِي، صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ».

وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَرِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ. حَدِيثُ أَبِي مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

- سنن أبي داود:

٨٥٩- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدٍ -يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو- عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ :«إِذَا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَبِمَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَقْرَأَ، وَإِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَاحَتَيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ».

- المعجم الأوسط:

٥٩٩١- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ: قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ ابْنُ ثَمَانِ سِنِينَ، فَذَهَبَتْ بِي أُمِّي إِلَيْهِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ رِجَالَ الْأَنْصَارِ وَنِسَاءَهُمْ قَدْ أَتْحَفُوكَ غَيْرِي، وَإِنِّي لَمْ أَجِدْ مَا أُتْحِفُكَ بِهِ إِلَّا بُنَيَّ هَذَا، فَاقْبَلْهُ مِنِّي يَخْدِمُكَ مَا بَدَا لَكَ قَالَ: فَخَدَمْتُ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ، فَلَمْ يَضْرِبْنِي ضَرْبَةً، وَلَمْ يَسُبَّنِي، وَلَمْ يَعْبَسْ فِي وَجْهِي. وَكَانَ أَوَّلُ مَا أَوْصَانِي أَنْ قَالَ: «يَا بُنَيَّ، اكْتُمْ سِرِّي تَكُنْ مُؤْمِنًا»، فَمَا أَخْبَرْتُ بِسِرِّهِ أَحَدًا قَطُّ، وَإِنَّ أُمِّي وَأَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ سَأَلُونِي فَمَا أَخْبَرْتُهُنَّ بِسِرِّهِ، وَلَا أُخْبِرُ سِرَّهُ أَحَدًا أَبَدًا ثُمَّ قَالَ: «يَا بُنَيَّ، أَسْبِغِ الْوُضُوءَ يَزِدْ فِي عُمُرِكَ، وَيُحِبُّكَ حَافِظَاكَ»، ثُمَّ قَالَ: «يَا بُنَيَّ، إِنِ اسْتَطَعْتَ أَلَّا تَبِيتَ إِلَّا عَلَى وَضُوءٍ فَافْعَلْ، فَإِنَّهُ مَنْ أَتَاهُ الْمَوْتُ، وَهُوَ عَلَى وَضُوءٍ أُعْطِيَ الشَّهَادَةَ». ثُمَّ قَالَ: «يَا بُنَيَّ، إِنِ اسْتَطَعْتَ أَلَا تَزَالَ تُصَلِّ فَافْعَلْ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَزَالُ تُصَلِّي عَلَيْكَ مَا دُمْتَ تُصَلِّي». ثُمَّ قَالَ: «يَا بُنَيَّ، إِيَّاكَ وَالِالْتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ؛ فَإِنَّ الِالْتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ هَلَكَةٌ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ

فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيضَةِ». ثُمَّ قَالَ لِي: «يَا بُنَيَّ، إِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ، وَفَرِّجْ بَيْنَ أَصَابِعَكَ، وَارْفَعْ يَدَيْكَ عَنْ جَنْبَيْكَ، فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ فَمَكِّنْ لِكُلِّ عُضْوٍ مَوْضِعَهُ، فَإِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ لَا يُقِيمُ صُلْبَهُ» ... الحديث.

(بَابُ الْمِيمِ: مَنِ اسْمُهُ: مُحَمَّدٌ)

- صحيح ابن حبان:

١٨٨٧- عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَلِمَاتٌ أَسْأَلُ عَنْهُنَّ، قَالَ: «اجْلِسْ»، وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ ثَقِيفٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَلِمَاتٌ أَسْأَلُ عَنْهُنَّ، فَقَالَ ﷺ: «سَبَقَكَ الْأَنْصَارِيُّ»، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: إِنَّهُ رَجُلٌ غَرِيبٌ، وَإِنَّ لِلْغَرِيبِ حَقًّا، فَابْدَأْ بِهِ، فَأَقْبَلَ عَلَى الثَّقَفِيِّ، فَقَالَ: «إِنْ شِئْتَ أَجَبْتُكَ عَمَّا كُنْتَ تَسْأَلُ، وَإِنْ شِئْتَ سَأَلْتَنِي وَأُخْبِرُكَ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، بَلْ أَجِبْنِي عَمَّا كُنْتُ أَسْأَلُكَ، قَالَ: «جِئْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ الرُّكُوعِ، وَالسُّجُودِ، وَالصَّلَاةِ، وَالصَّوْمِ»، فَقَالَ: لَا، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أَخْطَأْتَ مِمَّا كَانَ فِي نَفْسِي شَيْئًا، قَالَ: «فَإِذَا رَكَعْتَ، فَضَعْ رَاحَتَيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ، ثُمَّ فَرِّجْ بَيْنَ أَصَابِعِكَ، ثُمَّ امْكُثْ حَتَّى يَأْخُذَ كُلُّ عُضْوٍ مَأْخَذَهُ .... الحديث.

(ذِكْرُ وَصْفِ بَعْضِ السُّجُودِ وَالرُّكُوعِ لِلْمُصَلِّي فِي صَلَاتِهِ)

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: مَعَ الِانْحِطَاطِ) أَفَادَ أَنَّ السُّنَّةَ كَوْنُ ابْتِدَاءِ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الْخُرُورِ وَانْتِهَائِهِ عِنْدَ اسْتِوَاءِ الظَّهْرِ، وَقِيلَ: إِنَّهُ يُكَبِّرُ قَائِمًا، وَالْأَوَّلُ هُوَ الصَّحِيحُ، كَمَا فِي «الْمُضْمَرَاتِ»، وَتَمَامُهُ فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ». (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- الدر المختار:

(ثُمَّ) كَمَا فَرَغَ (يُكَبِّرُ) مَعَ الِانْحِطَاطِ (لِلرُّكُوعِ) .... (وَيَضَعُ يَدَيْهِ) مُعْتَمِدًا بِهِمَا (عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَيُفَرِّجُ أَصَابِعَهُ) لِلتَّمَكُّنِ. وَيُسَنُّ أَنْ يُلْصِقَ كَعْبَيْهِ. وَيَنْصِبَ سَاقَيْهِ (وَيَبْسُطَ ظَهْرَهُ) وَيُسَوِّيَ ظَهْرَهُ بِعَجُزِهِ (غَيْرَ رَافِعٍ وَلَا مُنَكِّسٍ رَأْسِهِ وَيُسَبِّحُ فِيهِ) وَأَقَلُّهُ (ثَلَاثًا).

• رد المحتار علی الدر المختار:

وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَذْكُرَ لَفْظَ «يُسَنُّ» عِنْدَ قَوْلِهِ: «وَيَضَعُ يَدَيْهِ»؛ لِيُعْلَمَ أَنَّ الْوَضْعَ وَالِاعْتِمَادَ وَالتَّفْرِيجَ وَالْإِلْصَاقَ وَالنَّصْبَ وَالْبَسْطَ وَالتَّسْوِيَةَ كُلَّهَا سُنَنٌ، كَمَا فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ». قَالَ: وَيَنْبَغِي أَنْ يُزَادَ مُجَافِيًا عَضُدَيْهِ مُسْتَقْبِلًا أَصَابِعَهُ فَإِنَّهُمَا سُنَّةٌ كَمَا فِي «الزَّاهِدِيِّ». اهـ. قَالَ فِي «الْمِعْرَاجِ»: وَفِي «الْمُجْتَبَى»: هَذَا كُلُّهُ فِي حَقِّ الرَّجُلِ، وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَتَنْحَنِي فِي الرُّكُوعِ يَسِيرًا وَلَا تُفَرِّجُ وَلَكِنْ تَضُمُّ وَتَضَعُ يَدَيْهَا عَلَى رُكْبَتَيْهَا وَضْعًا وَتَحْنِي رُكْبَتَيْهَا وَلَا تُجَافِي عَضُدَيْهَا؛ لِأَنَّ ذَلِكَ أَسْتَرُ لَهَا. وَفِي «شَرْحِ الْوَجِيزِ»: الْخُنْثَى كَالْمَرْأَةِ اهـ. (قَوْلُهُ: وَيَنْصِبُ سَاقَيْهِ) فَجَعْلُهُمَا شِبْهَ الْقَوْسِ كَمَا يَفْعَلُهُ كَثِيرٌ مِنَ الْعَوَامِّ مَكْرُوهٌ، «بَحْرٌ». (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

خواتین کے لیے رکوع کا سنت طریقہ:

خواتین کو چاہیے کہ وہ رکوع میں پوری طرح نہ جھکیں بلکہ تھوڑا سا جھک جائیں، وہ بھی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، اور خوب سمٹ کر رکوع کریں کہ بازوؤں کو پہلوؤں (یعنی کہنیوں کو پسلیوں) سے مِلا لیں، گھٹنوں کو سیدھا نہ رکھیں بلکہ تھوڑا سا آگے جھکا لیں (یعنی ذرا سا خم دے دیں)، ہاتھوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑیں بلکہ ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیں اور انگلیاں آپس میں مِلا لیں، نظر پاؤں کی طرف رکھیں، اور دونوں پاؤں آپس میں تقریباً مِلا لیں۔

ذیل میں اس کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

1۔ شریعت نے عورت اور مرد کے مابین نماز کے معاملے میں واضح فرق رکھا ہے، جس کی وجہ سے متعدد مقامات میں عورت کی نماز مرد کی نماز سے مختلف ہے، مرد اور عورت کی نماز میں ایک اہم اور اصولی فرق یہ ہے کہ عورت چوں کہ نام ہی حیا اور پردے کا ہے اس لیے عورت کے لیے نماز میں وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو اور یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اور یہ اصول متعدد دلائل سے ماخوذ ہے۔

جیسا کہ امام محدث بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَجماعُ مَا يُفَارِقُ الْمَرْأَةَ فِيهِ الرَّجُلُ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ رَاجِعٌ إِلَى السَّتْرِ، وَهُوَ أَنَّهَا مَأْمُورَةٌ بِكُلِّ مَا كَانَ أَسْتَرَ لَهَا.

(السنن الكبرى للبيهقي: باب مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ مِنْ تَرْكِ التَّجَافِي فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)

ترجمہ: مرد اور عورت کی نماز میں باہمی فرق کے تمام تر مسائل کی بنیاد ستر اور پردہ ہے، چنانچہ عورت کو نماز میں اسی طریقے کا حکم دیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔

اس اصول سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خواتین کے لیے رکوع کا وہی طریقہ ستر کا باعث ہے جو کہ ماقبل میں مذکور ہوا، جہاں تک مردوں کے رکوع کا طریقہ ہے تو وہ خواتین کے لیے ستر کا باعث نہیں، اس لیے خواتین کو مردوں کے رکوع کے طریقے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

2۔ جلیل القدر تابعی امام عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عورت سمٹ کر رکوع کرے گی اور رکوع میں اپنے ہاتھوں کو اپنے پیٹ کے ساتھ ملائے گی۔

- مصنف عبد الرزاق:

٥٠٦٩- عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: تَجْتَمِعُ الْمَرْأَةُ إِذَا رَكَعَتْ تَرْفَعُ يَدَيْهَا إِلَى بَطْنِهَا، وَتَجْتَمِعُ مَا اسْتَطَاعَتْ، فَإِذَا سَجَدَتْ فَلْتَضُمَّ يَدَيْهَا إِلَيْهَا، وَتَضُمَّ بَطْنَهَا وَصَدْرَهَا إِلَى فَخِذَيْهَا، وَتَجْتَمِعُ مَا اسْتَطَاعَتْ. (بَابُ تَكْبِيرِ الْمَرْأَةِ بِيَدَيْهَا، وَقِيَامِ الْمَرْأَةِ وَرُكُوعِهَا وَسُجُودِهَا)

جلیل القدر تابعی رحمہ اللہ کا یہ قول خواتین کی نماز کے لیے ستر پر مبنی شریعت کے مذکورہ اصول کی واضح ترجمانی اور اس کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

3۔ "سنن الترمذی" کی حدیث کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے مرد کے لیے رکوع میں کمر یعنی پشت سیدھی رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس حدیث میں واضح طور پر "الرَّجُلُ" کا لفظ موجود ہے، جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حکم عورت کے لیے نہیں ہے۔

٢٦٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَا يُقِيمُ فِيهَا الرَّجُلُ يَعْنِي صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ».

حَدِيثُ أَبِي مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

- رد المحتار على الدر المختار:

قَالَ فِي «الْمِعْرَاجِ»: وَفِي «الْمُجْتَبَى»: هَذَا كُلُّهُ فِي حَقِّ الرَّجُلِ، وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَتَنْحَنِي فِي الرُّكُوعِ يَسِيرًا وَلَا تُفَرِّجُ وَلَكِنْ تَضُمُّ وَتَضَعُ يَدَيْهَا عَلَى رُكْبَتَيْهَا وَضْعًا وَتَحْنِي رُكْبَتَيْهَا وَلَا تُجَافِي عَضُدَيْهَا؛ لِأَنَّ ذَلِكَ أَسْتَرُ لَهَا. وَفِي «شَرْحِ الْوَجِيزِ»: الْخُنْثَى كَالْمَرْأَةِ اهـ. (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
11 جمادی الثانیہ 1443ھ/15 جنوری 2022

رکوع میں تسبیح پڑھنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز کے رکوع میں تسبیح پڑھنے کا حکم:

1۔ نماز کے رکوع میں تسبیح یعنی ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ“ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ یہ حکم امام، مقتدی اور منفرد اور اسی طرح مرد اور عورت سبھی کے لیے ہے۔

2۔ واضح رہے کہ رکوع میں مذکورہ تسبیح کم از کم تین مرتبہ پڑھنا سنت ہے، یہ اس کی ادنی مقدار ہے۔ اس لیے تین سے کم مقدار میں پڑھنا بہتر اور مناسب نہیں ہے کیوں کہ اس کو مکروہ قراد یا گیا ہے، البتہ تین سے زیادہ بار پڑھنا مستحب ہے جس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں، البتہ طاق مقدار میں پڑھنا بہتر ہے جیسے پانچ، سات، نو اور گیارہ وغیرہ۔ جبکہ امام کے لیے مقتدیوں کی رعایت میں یہی مناسب ہے کہ وہ زیادہ تعداد میں نہ پڑھے۔

3۔ ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ رکوع میں کم از کم تین بار تسبیح یعنی ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ“ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ اس لیے اس کا اہتمام ہونا چاہیے، البتہ اگر کسی نے رکوع میں تسبیح نہیں پڑھی تو نماز تو درست ہو جائے گی اور اس پر سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوگا، لیکن جان بوجھ کر ایسا کرنا خلافِ سنت اور بُرا ہے جس کی وجہ سے نماز کے ثواب میں کمی آجاتی ہے۔

حدیث اور فقہی عبارت

- سنن الترمذي:

٢٦٢- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ قَال: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ العَظِيمِ»، وَفِي سُجُودِهِ، «سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى»، وَمَا أَتَى عَلَى آيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ وَسَأَلَ، وَمَا أَتَى عَلَى آيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ وَتَعَوَّذَ.

وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

- الدر المختار:

(ثُمَّ) كَمَا فَرَغَ (يُكَبِّرُ) مَعَ الِانْحِطَاطِ (لِلرُّكُوعِ .... وَيُسَبِّحُ فِيهِ) وَأَقَلُّهُ (ثَلَاثًا) فَلَوْ تَرَكَهُ أَوْ

نَقَصَهُ كُرِهَ تَنْزِيهًا.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَأَقَلُّهُ ثَلَاثًا) ..... (قَوْلُهُ: كُرِهَ تَنْزِيهًا) أَيْ بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْأَمْرَ بِالتَّسْبِيحِ لِلِاسْتِحْبَابِ، «بَحْرٌ»، وَفِي «الْمِعْرَاجِ»: وَقَالَ أَبُو مُطِيعٍ الْبَلْخِيّ تِلْمِيذُ أَبِي حَنِيفَةَ: إنَّ الثَّلَاثَ فَرْضٌ. وَعِنْدَ أَحْمَدَ: يَجِبُ مَرَّةً كَتَسْبِيحِ السُّجُودِ وَالتَّكْبِيرَاتِ وَالتَّسْمِيعِ وَالدُّعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، فَلَوْ تَرَكَهُ عَمْدًا بَطَلَتْ، وَلَوْ سَهْوًا لَا. وَفِي «الْقُهُسْتَانِيِّ»: وَقِيلَ: يَجِبُ. اهـ. وَهَذَا قَوْلٌ ثَالِثٌ عِنْدَنَا، وَذَكَرَ فِي «الْحَلْبَةِ» أَنَّ الْأَمْرَ بِهِ وَالْمُوَاظَبَةَ عَلَيْهِ مُتَظَافِرَانِ عَلَى الْوُجُوبِ، فَيَنْبَغِي لُزُومُ سُجُودِ السَّهْوِ أَوِ الْإِعَادَةِ لَوْ تَرَكَهُ سَاهِيًا أَوْ عَامِدًا، وَوَافَقَهُ عَلَى هَذَا الْبَحْثِ الْعَلَّامَةُ إبْرَاهِيمُ الْحَلَبِيُّ فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ» أَيْضًا. وَأَجَابَ فِي «الْبَحْرِ» بِأَنَّهُ -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- لَمْ يَذْكُرْهُ لِلْأَعْرَابِيِّ حِينَ عَلَّمَهُ، فَهَذَا صَارِفٌ لِلْأَمْرِ عَنِ الْوُجُوبِ، لَكِنِ اسْتَشْعَرَ فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ» وُرُودَ هَذَا، فَأَجَابَ عَنْهُ بِقَوْلِهِ: وَلِقَائِلٍ أَنْ يَقُولَ: إنَّمَا يَلْزَمُ ذَلِكَ أَنْ لَوْ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّلَاةِ وَاجِبٌ خَارِجٌ عَمَّا عَلَّمَهُ الْأَعْرَابِيُّ وَلَيْسَ كَذَلِكَ، بَلْ تَعْيِينُ الْفَاتِحَةِ وَضَمِّ السُّورَةِ أَوْ ثَلَاثِ آيَاتٍ لَيْسَ مِمَّا عَلَّمَهُ لِلْأَعْرَابِيِّ، بَلْ ثَبَتَ بِدَلِيلٍ آخَرَ فَلِمَ لَا يَكُونُ هَذَا كَذَلِكَ؟ اهـ. وَالْحَاصِلُ: أَنَّ فِي تَثْلِيثِ التَّسْبِيحِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ ثَلَاثَةَ أَقْوَالٍ عِنْدَنَا، أَرْجَحُهَا مِنْ حَيْثُ الدَّلِيلُ الْوُجُوبُ تَخْرِيجًا عَلَى الْقَوَاعِدِ الْمَذْهَبِيَّةِ، فَيَنْبَغِي اعْتِمَادُهُ كَمَا اعْتَمَدَ ابْنُ الْهُمَامِ وَمَنْ تَبِعَهُ رِوَايَةَ وُجُوبِ الْقَوْمَةِ وَالْجِلْسَةِ وَالطُّمَأْنِينَةِ فِيهِمَا كَمَا مَرَّ. وَأَمَّا مِنْ حَيْثُ الرِّوَايَةُ فَالْأَرْجَحُ السُّنِّيَّةُ؛ لِأَنَّهَا الْمُصَرَّحُ بِهَا فِي مَشَاهِيرِ الْكُتُبِ، وَصَرَّحُوا بِأَنَّهُ يُكْرَهُ أَنْ يُنْقِصَ عَنِ الثَّلَاثِ، وَأَنَّ الزِّيَادَةَ مُسْتَحَبَّةٌ بَعْدَ أَنْ يَخْتِمَ عَلَى وِتْرٍ خَمْسٍ أَوْ سَبْعٍ أَوْ تِسْعٍ مَا لَمْ يَكُنْ إمَامًا فَلَا يُطَوِّلُ، وَقَدَّمْنَا فِي سُنَنِ الصَّلَاةِ عَنْ «أُصُولِ أَبِي الْيُسْرِ» أَنَّ حُكْمَ السُّنَّةِ أَنْ يُنْدَبَ إلَى تَحْصِيلِهَا، وَيُلَامَ عَلَى تَرْكِهَا مَعَ حُصُولِ إثْمٍ يَسِيرٍ، وَهَذَا يُفِيدُ أَنَّ كَرَاهَةَ تَرْكِهَا فَوْقَ التَّنْزِيهِ وَتَحْتَ الْمَكْرُوهِ تَحْرِيمًا. وَبِهَذَا يَضْعُفُ قَوْلُ «الْبَحْرِ»: إنَّ الْكَرَاهَةَ هُنَا لِلتَّنْزِيهِ؛ لِأَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ وَإِنْ تَبِعَهُ الشَّارِحُ وَغَيْرُهُ فَتَدَبَّرْ.

[تَنْبِيهٌ]: السُّنَّةُ فِي تَسْبِيحِ الرُّكُوعِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»، إِلَّا إِنْ كَانَ لَا يُحْسِنُ الظَّاءَ فَيُبَدِّلُ بِهِ «الْكَرِيمَ»؛ لِئَلَّا يَجْرِيَ عَلَى لِسَانِهِ الْعَزِيمُ فَتَفْسُدُ بِهِ الصَّلَاةُ، كَذَا فِي «شَرْحِ دُرَرِ الْبِحَارِ»، فَلْيُحْفَظْ فَإِنَّ الْعَامَّةَ عَنْهُ غَافِلُونَ حَيْثُ يَأْتُونَ بَدَلَ الظَّاءِ بِزَايٍ مُفَخَّمَةٍ. (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: لَا يُوجِبُ فَسَادًا وَلَا سَهْوًا) أَيْ بِخِلَافِ تَرْكِ الْفَرْضِ فَإِنَّهُ يُوجِبُ الْفَسَادَ، وَتَرْكُ الْوَاجِبِ فَإِنَّهُ يُوجِبُ سُجُودَ السَّهْوِ. (قَوْلُهُ: لَوْ عَامِدًا غَيْرَ مُسْتَخِفٍّ) فَلَوْ غَيْرَ عَامِدٍ فَلَا إِسَاءَةَ أَيْضًا بَلْ تُنْدَبُ إِعَادَةُ الصَّلَاةِ كَمَا قَدَّمْنَاهُ فِي أَوَّلِ بَحْثِ الْوَاجِبَاتِ، وَلَوْ مُسْتَخِفًّا كَفَرَ؛ لِمَا فِي «النَّهْرِ» عَنِ «الْبَزَّازِيَّةِ»: لَوْ لَمْ يَرَ السُّنَّةَ حَقًّا كَفَرَ؛ لِأَنَّهُ اسْتِخْفَافٌ. اهـ. وَوَجْهُهُ أَنَّ السُّنَّةَ أَحَدُ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْمُتَّفَقِ عَلَى مَشْرُوعِيَّتِهَا عِنْدَ عُلَمَاءِ الدِّينِ، فَإِذَا أَنْكَرَ ذَلِكَ وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا ثَابِتًا وَمُعْتَبَرًا ثَابِتًا فِي الدِّينِ يَكُونُ قَدْ اسْتَخَفَّ بِهَا وَاسْتَهَانَهَا وَذَلِكَ كُفْرٌ، تَأَمَّلْ.

مَطْلَبٌ فِي قَوْلِهِم: الْإِسَاءَةُ دُونَ الْكَرَاهَةِ:

(قَوْلُهُ: وَقَالُوا إِلَخْ) نَصَّ عَلَى ذَلِكَ فِي «التَّحْقِيقِ» وَفِي «التَّقْرِيرِ الْأَكْمَلِيِّ» مِنْ كُتُبِ الْأُصُولِ، لَكِنْ صَرَّحَ ابْنُ نُجَيْمٍ فِي «شَرْحِ الْمَنَارِ» بِأَنَّ الْإِسَاءَةَ أَفْحَشُ مِنَ الْكَرَاهَةِ، وَهُوَ الْمُنَاسِبُ هُنَا لِقَوْلِ «التَّحْرِيرِ»: وَتَارِكُهَا يَسْتَوْجِبُ إِسَاءَةً: أَيْ التَّضْلِيلَ وَاللَّوْمَ. وَفِي «التَّلْوِيحِ»: تَرْكُ السُّنَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ قَرِيبٌ مِنَ الْحَرَامِ، وَقَدْ يُوَفَّقُ بِأَنَّ مُرَادَهُمْ بِالْكَرَاهَةِ التَّحْرِيمِيَّةُ، وَالْمُرَادُ بِهَا فِي «شَرْحِ الْمَنَارِ» التَّنْزِيهِيَّةُ، فَهِيَ دُونَ الْمَكْرُوهِ تَحْرِيمًا وَفَوْقَ الْمَكْرُوهِ تَنْزِيهًا، وَيَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ مَا فِي «النَّهْرِ» عَنِ «الْكَشْفِ الْكَبِيرِ» مَعْزِيًّا إِلَى «أُصُولِ أَبِي الْيُسْرِ»: حُكْمُ السُّنَّةِ أَنْ يُنْدَبَ إِلَى تَحْصِيلِهَا وَيُلَامَ عَلَى تَرْكِهَا مَعَ لُحُوقِ إِثْمٍ يَسِيرٍ اهـ. وَعَنْ هَذَا قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: إِنَّ الظَّاهِرَ مِنْ كَلَامِهِمْ أَنَّ الْإِثْمَ مَنُوطٌ بِتَرْكِ الْوَاجِبِ أَوِ السُّنَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ؛ لِتَصْرِيحِهِمْ بِإِثْمِ مَنْ تَرَكَ سُنَنَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلَى الصَّحِيحِ، وَتَصْرِيحُهُمْ بِإِثْمِ مَنْ تَرَكَ الْجَمَاعَةَ مَعَ أَنَّهَا سُنَّةٌ عَلَى الصَّحِيحِ. وَلَا شَكَّ أَنَّ الْإِثْمَ بَعْضُهُ أَشَدُّ مِنْ بَعْضٍ فَالْإِثْمُ لِتَارِكِ السُّنَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ أَخَفُّ مِنْهُ لِتَارِكِ الْوَاجِبِ اهـ. مُلَخَّصًا. وَظَاهِرُهُ حُصُولُ الْإِثْمِ بِالتَّرْكِ مَرَّةً، وَيُخَالِفُهُ مَا فِي «شَرْحِ التَّحْرِيرِ» أَنَّ

الْمُرَادَ التَّرْكُ بِلَا عُذْرٍ عَلَى سَبِيلِ الْإِصْرَارِ، وَكَذَا مَا يَأْتِي قَرِيبًا عَنِ «الْخُلَاصَةِ»، وَكَذَا مَا مَرَّ مِنْ سُنَنِ الْوُضُوءِ مِنْ أَنَّهُ لَوِ اكْتَفَى بِالْغُسْلِ مَرَّةً، إِنِ اعْتَادَهُ أَثِمَ، وَإِلَّا لَا، وَكَذَا مَا فِي «شَرْحِ الْكَيْدَانِيَّةِ» عَن «الْكَشْفِ». وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِي الْمِصْرَيْنِ عَلَى تَرْكِ السُّنَّةِ بِالْقِتَالِ وَأَبُو يُوسُفَ بِالتَّأْدِيبِ اهـ. فَيَتَعَيَّنُ حَمْلُ التَّرْكِ فِيمَا مَرَّ عَن «الْبَحْرِ» عَلَى التَّرْكِ عَلَى سَبِيلِ الْإِصْرَارِ تَوْفِيقًا بَيْنَ كَلَامِهِمْ. (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- الموسوعة الفقهية الكويتية:

تَدَارُكُ سُنَنِ الصَّلَاةِ:

السُّنَنُ لَا تَبْطُل الصَّلَاةُ بِتَرْكِهَا وَلَوْ عَمْدًا، وَلَا تَجِبُ الإِعَادَةُ، وَإِنَّمَا حُكْمُ تَرْكِهَا كَرَاهَةُ التَّنْزِيهِ، كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْحَنَفِيَّةُ. (تدارك)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

12 جُمادیٰ الثانیہ 1443ھ/16 جنوری 2022

رکوع سے اٹھتے ہوئے تسمیع اور تحمید کہنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

رکوع سے اٹھتے ہوئے تسمیع اور قومہ میں تحمید کہنے کا حکم:

1۔ نماز میں رکوع سے اُٹھتے ہوئے آہستہ آواز سے تسمیع یعنی "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہنا سنت ہے، جس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ رکوع سے اُٹھتے ہوئے تسمیع شروع کرے اور کھڑے ہوتے ہی ختم کردے۔ جب رکوع کے بعد خوب سیدھا ہوکر اطمینان سے کھڑا ہو جائے جس کو قومہ کہتے ہیں تو اس حالت میں آہستہ آواز سے تحمید یعنی "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہنا سنت ہے۔ یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے۔

2۔ واضح رہے کہ باجماعت نماز میں امام بلند آواز سے صرف تسمیع کہے گا جبکہ اس کے جواب میں مقتدی آہستہ آواز سے صرف تحمید کہے گا، جبکہ متعدد فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا یعنی بلند آواز سے تسمیع کہنے کے بعد آہستہ آواز سے تحمید بھی کہے گا، اس پر بھی عمل کرنا درست ہے۔

3۔ احادیث مبارکہ سے تحمید کے چار طرح کے الفاظ ثابت ہیں:

- اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ۔
- اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔
- رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ۔
- رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

چوں کہ تحمید کے مذکورہ چاروں الفاظ ثابت ہیں اس لیے ان میں سے کوئی بھی تحمید پڑھی جائے تو سنت ادا ہو جائے گی، البتہ جہاں تک افضل ہونے کی بات ہے تو اسی ترتیب کے ساتھ یہ افضل ہے کہ پہلے الفاظ سب سے افضل ہیں، پھر دوسرے، پھر تیسرے، پھر چوتھے۔

رکوع سے اُٹھتے وقت کی تسمیع:

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ۔

اللہ نے اس شخص کی سُن لی جس نے اس کی تعریف کی۔

قومہ کی تحمید:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے سب تعریف ہے۔

حدیث اور فقہی عبارت

- صحيح البخاري:

٧٣٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا.

(بَاب إِيجَابِ التَّكْبِيرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ)

٧٩٥- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَالَ" «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» قَالَ: «اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ».

(بَاب مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ)

٧٩٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

(بَاب فَضْلِ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ)

٧٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: «رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ» قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ

ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ.
(بَاب التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنْ السُّجُودِ)

- سنن أبي داود:

٨٥٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ وَحُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ رَجُلٍ أَوْجَزَ صَلَاةً مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي تَمَامٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ». قَامَ حَتَّى نَقُولَ: قَدْ أَوْهَمَ، ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَسْجُدُ، وَكَانَ يَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى نَقُولَ، قَدْ أَوْهَمَ. (باب طُولِ الْقِيَامِ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ)

- وفي «إعلاء السنن»:

فهذا يدل على أنه ﷺ كان لا يجهر في القومة بما سوى التسميع إلخ.
(باب كون الذكر مسنونا في القومة)

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٨٩٤١- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: خَمْسٌ يُخْفِيهِنَّ الإِمَام: الاسْتِعَاذَةُ، وَسُبْحَانَك اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَبِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَآمِينَ، وَاللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

- الدر المختار:

(ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنْ رُكُوعِهِ مُسَمِّعًا) .... (وَيَكْتَفِي بِهِ الْإِمَامُ)، وَقَالَا: يَضُمُّ التَّحْمِيدَ سِرًّا (وَ) يَكْتَفِي (بِالتَّحْمِيدِ الْمُؤْتَمُّ)، وَأَفْضَلُهُ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَك الْحَمْدُ، ثُمَّ حَذْفُ الْوَاوِ، ثُمَّ حَذْفُ «اللَّهُمَّ» فَقَطْ (وَيَجْمَعُ بيْنَهُمَا لَوْ مُنْفَرِدًا) عَلَى الْمُعْتَمَدِ يُسَمِّعُ رَافِعًا وَيَحْمَدُ مُسْتَوِيًا.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: مُسَمِّعًا) أَيْ قَائِلًا «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ»، وَأَفَادَ أَنَّهُ لَا يُكَبِّرُ حَالَةَ الرَّفْعِ خِلَافًا لِمَا فِي «الْمُحِيطِ» مِنْ أَنَّهُ سُنَّةٌ وَإِنِ ادَّعَى الطَّحَاوِيُّ تَوَاتُرَ الْعَمَلِ بِهِ؛ لِمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعَلِيًّا وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ كَانُوا يُكَبِّرُونَ عِنْدَ كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ، فَقَدْ أَجَابَ فِي «الْمِعْرَاجِ» بِأَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّكْبِيرِ الذِّكْرُ الَّذِي فِيهِ تَعْظِيمٌ لِلّٰهِ تَعَالَى جَمْعًا بَيْنَ الرِّوَايَاتِ وَالْآثَارِ وَالْأَخْبَارِ اهـ..... (قَوْلُهُ: وَقَالَا يَضُمُّ التَّحْمِيدَ) هُوَ رِوَايَةٌ عَنِ الْإِمَامِ أَيْضًا، وَإِلَيْهِ مَالَ الْفَضْلِيُّ

وَالطَّحَاوِيُّ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ، «مِعْرَاجٌ» عَنِ «الظَّهِيرِيَّةِ»، وَاخْتَارَهُ فِي «الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ»، وَمَشَى عَلَيْهِ فِي «نُورِ الْإِيضَاحِ»، لَكِنَّ الْمُتُونَ عَلَى قَوْلِ الْإِمَامِ. (قَوْلُهُ: ثُمَّ حَذَفَ «اللَّهُمَّ») أَيْ مَعَ إِثْبَاتِ الْوَاوِ، وَبَقِيَ رَابِعَةٌ وَهِيَ حَذْفُهُمَا، وَالْأَرْبَعَةُ فِي الْأَفْضَلِيَّةِ عَلَى هَذَا التَّرْتِيبِ كَمَا أَفَادَهُ بِالْعَطْفِ بِـ«ثُمَّ». (قَوْلُهُ: عَلَى الْمُعْتَمَدِ) أَيْ مِنْ أَقْوَالٍ ثَلَاثَةٍ مُصَحَّحَةٍ. قَالَ فِي «الْخَزَائِنِ»: وَهُوَ الْأَصَحُّ كَمَا فِي «الْهِدَايَةِ» وَ«الْمَجْمَعِ» وَ«الْمُلْتَقَى»، وَصُحِّحَ فِي «الْمَبْسُوطِ» أَنَّهُ كَالْمُؤْتَمِّ، وَصُحِّحَ فِي «السِّرَاجِ» مَعْزِيًّا لِشَيْخِ الْإِسْلَامِ أَنَّهُ كَالْإِمَامِ. قَالَ الْبَاقَانِيُّ: وَالْمُعْتَمَدُ الْأَوَّلُ اهـ (قَوْلُهُ: يُسَمِّعُ) بِتَشْدِيدِ الْمِيمِ كَمَا فِي «يَحْمَدُ»، ح، أَيْ لِكَوْنِهِمَا مِنَ التَّسْمِيعِ وَالتَّحْمِيدِ. قَالَ ط: وَلَا يَتَعَيَّنُ التَّشْدِيدُ فِي الثَّانِي، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ؛ إِذْ لَوْ خَفَّفَ لَأَفَادَ خِلَافَ الْمُرَادِ. (قَوْلُهُ: مُسْتَوِيًا) هُوَ لِلتَّأْكِيدِ، فَإِنَّ مُطْلَقَ الْقِيَامِ إِنَّمَا يَكُونُ بِاسْتِوَاءِ الشِّقَّيْنِ، وَإِنَّمَا أَكَّدَ لِغَفْلَةِ الْأَكْثَرِينَ عَنْهُ فَلَيْسَ بِمُسْتَدْرَكٍ كَمَا ظَنَّ قُهُسْتَانِيٌّ، أَوْ لِلتَّأْسِيسِ، وَالْمُرَادِ مِنْهُ التَّعْدِيلُ كَمَا أَفَادَهُ فِي «الْعِنَايَةِ». (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: مَعَ الِانْحِطَاطِ) أَفَادَ أَنَّ السُّنَّةَ كَوْنُ ابْتِدَاءِ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الْخُرُورِ وَانْتِهَائِهِ عِنْدَ اسْتِوَاءِ الظَّهْرِ، وَقِيلَ: إِنَّهُ يُكَبِّرُ قَائِمًا، وَالْأَوَّلُ هُوَ الصَّحِيحُ، كَمَا فِي «الْمُضْمَرَاتِ»، وَتَمَامُهُ فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ». (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:

والسنة أن يكون ابتداء الذكر عند ابتداء الإنتقال، وانتهاؤه عند انتهائه، وإن خالف ترك السنة. قال في «الأشباه»: كل ذكر فات محله لا يؤتى به في غيره. (فصل في المكروهات)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
13 جُمادَی الثانیہ 1443ھ/17 جنوری 2022

رکوع کے بعد قومہ کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں رکوع سے اُٹھنے کے بعد قومہ کا حکم:

1۔ نماز میں رکوع سے اُٹھنے کے بعد سیدھا کھڑا ہونے کو قَومہ کہتے ہیں، یہ واجب ہے، جبکہ اس قومہ میں تحمید یعنی "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہنا سنت ہے۔ واضح رہے کہ امام رکوع سے اُٹھتے وقت بلند آواز سے صرف تسمیع یعنی "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہے گا جبکہ مقتدی اس کے جواب میں قومہ میں آہستہ آواز سے صرف تحمید یعنی "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہے گا، جبکہ متعدد فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا، یعنی رکوع سے اٹھتے وقت بلند آواز سے تسمیع کہے گا جبکہ اس کے بعد آہستہ آواز سے تحمید کہے گا، اس پر بھی عمل کرنا درست ہے۔ جس کی تفصیل ما قبل میں گذر چکی ہے۔

2۔ یہ اہم مسئلہ بھی ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ جس طرح رکوع سے اُٹھنے کے بعد قومہ کرنا واجب ہے اسی طرح اس قومہ کو اس قدر اطمینان سے ادا کرنا بھی واجب ہے کہ جسم کے اعضا اپنی جگہ پُر سکون ہو جائیں، جس کی مقدار ایک تسبیح (یعنی سبحان اللہ یا سبحان ربّی الاعلیٰ) کے برابر ہے، اس کو تعدیلِ ارکان کہتے ہیں۔ اس لیے قومہ خوب اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنا چاہیے، اس میں جلدی ہر گز نہیں کرنی چاہیے۔ بعض لوگ جان بوجھ کر رکوع سے اُٹھتے ہی سجدے میں چلے جاتے ہیں اور اطمینان سے قومہ نہیں کرتے تو یاد رہے کہ یہ گناہ ہے اور ایسے لوگوں کے ذمّے یہ نماز دوبارہ ادا کرنا واجب ہے کیوں کہ نماز میں جان بوجھ کر کوئی واجب ترک کرنے کا یہی حکم ہے، البتہ اگر ایسا کام بھول کیا ہے یعنی بھول کر تعدیلِ ارکان چھوڑا ہے تو ایسی صورت میں نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔ (ردالمحتار)

حدیث اور فقہی عبارت

- صحيح البخاري:

٧٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ

ﷺ فَرَدَّ وَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، فَرَجَعَ يُصَلِّي كَمَا صَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» ثَلَاثًا، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ، فَعَلِّمْنِي، فَقَالَ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا». (بَاب إِيجَابِ التَّكْبِيرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ)

٧٩٥- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَالَ" «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» قَالَ: «اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ».

(بَاب مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ الرُّكُوعِ)

- الدر المختار:

(وَتَعْدِيلُ الْأَرْكَانِ) أَيْ تَسْكِينُ الْجَوَارِحِ قَدْرَ تَسْبِيحَةٍ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَكَذَا فِي الرَّفْعِ مِنْهُمَا عَلَى مَا اخْتَارَهُ الْكَمَالُ،

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَتَعْدِيلُ الْأَرْكَانِ) هُوَ سُنَّةٌ عِنْدَهُمَا فِي تَخْرِيجِ الْجُرْجَانِيِّ، وَفِي تَخْرِيجِ الْكَرْخِيِّ وَاجِبٌ حَتَّى تَجِبَ سَجْدَتَا السَّهْوِ بِتَرْكِهِ، كَذَا فِي «الْهِدَايَةِ»، وَجَزَمَ بِالثَّانِي فِي «الْكَنْزِ» وَ«الْوِقَايَةِ» وَ«الْمُلْتَقَى»، وَهُوَ مُقْتَضَى الْأَدِلَّةِ كَمَا يَأْتِي. قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَبِهَذَا يُضَعَّفُ قَوْلُ الْجُرْجَانِيِّ. (قَوْلُهُ: وَكَذَا فِي الرَّفْعِ مِنْهُمَا) أَيْ يَجِبُ التَّعْدِيلُ أَيْضًا فِي الْقَوْمَةِ مِنَ الرُّكُوعِ وَالْجِلْسَةِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَتَضَمَّنَ كَلَامُهُ وُجُوبَ نَفْسِ الْقَوْمَةِ وَالْجِلْسَةِ أَيْضًا؛ لِأَنَّهُ يَلْزَمُ مِنْ وُجُوبِ التَّعْدِيلِ فِيهِمَا وُجُوبُهُمَا. (قَوْلُهُ: عَلَى مَا اخْتَارَهُ الْكَمَالُ) قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَمُقْتَضَى الدَّلِيلِ وُجُوبُ الطُّمَأْنِينَةِ فِي الْأَرْبَعَةِ أَيْ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَفِي الْقَوْمَةِ وَالْجِلْسَةِ، وَوُجُوبُ نَفْسِ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ وَالْجُلُوسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ؛ لِلْمُوَاظَبَةِ عَلَى ذَلِكَ كُلِّهِ، وَلِلْأَمْرِ فِي حَدِيثِ الْمُسِيءِ صَلَاتَهُ، وَلِمَا ذَكَرَهُ قَاضِي خَانْ مِنْ لُزُومِ سُجُودِ السَّهْوِ بِتَرْكِ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ سَاهِيًا، وَكَذَا فِي «الْمُحِيطِ»، فَيَكُونُ حُكْمُ الْجِلْسَةِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ كَذَلِكَ؛ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِيهِمَا وَاحِدٌ،

وَالْقَوْلُ بِوُجُوبِ الْكُلِّ هُوَ مُخْتَارُ الْمُحَقِّقِ ابْنِ الْهُمَامِ وَتِلْمِيذِهِ ابْنِ أَمِيرِ الْحَاجِّ، حَتَّى قَالَ: إنَّهُ الصَّوَابُ، وَاللهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ. اهـ

مَطْلَبٌ: لَا يَنْبَغِي أَنْ يَعْدِلَ عَنِ الدِّرَايَةِ إذَا وَافَقَتْهَا رِوَايَةٌ:

وَقَالَ فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ»: وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَعْدِل عَنِ الدِّرَايَةِ أَيْ الدَّلِيلِ إذَا وَافَقَتْهَا رِوَايَةٌ عَلَى مَا تَقَدَّمَ عَنْ «فَتَاوَى قَاضِي خَانْ»، وَمِثْلُهُ مَا ذُكِرَ فِي «الْقُنْيَةِ» مِنْ قَوْلِهِ: وَقَدْ شَدَّدَ الْقَاضِي الصَّدْرُ فِي شَرْحِهِ فِي تَعْدِيلِ الْأَرْكَانِ جَمِيعِهَا تَشْدِيدًا بَلِيغًا فَقَالَ: وَإِكْمَالُ كُلِّ رُكْنٍ وَاجِبٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَالشَّافِعِيِّ: فَرِيضَةٌ، فَيَمْكُثُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَفِي الْقَوْمَةِ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَطْمَئِنَّ كُلُّ عُضْوٍ مِنْهُ، هَذَا هُوَ الْوَاجِبُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، حَتَّى لَوْ تَرَكَهَا أَوْ شَيْئًا مِنْهَا سَاهِيًا يَلْزَمُهُ السَّهْوُ وَلَوْ عَمْدًا يُكْرَهُ أَشَدَّ الْكَرَاهَةِ، وَيَلْزَمُهُ أَنْ يُعِيدَ الصَّلَاةَ، وَتَكُونَ مُعْتَبَرَةً فِي حَقِّ سُقُوطِ التَّرْتِيبِ وَنَحْوِهِ كَمَنْ طَافَ جُنُبًا تَلْزَمُهُ الْإِعَادَةُ، وَالْمُعْتَبَرُ هُوَ الْأَوَّلُ كَذَا هَذَا. اهـ وَالْحَاصِلُ: أَنَّ الْأَصَحَّ رِوَايَةً وَدِرَايَةً وُجُوبُ تَعْدِيلِ الْأَرْكَانِ، وَأَمَّا الْقَوْمَةُ وَالْجَلْسَةُ وَتَعْدِيلُهُمَا فَالْمَشْهُورُ فِي الْمَذْهَبِ السُّنِّيَّةُ، وَرُوِيَ وُجُوبُهَا، وَهُوَ الْمُوَافِقُ لِلْأَدِلَّةِ، وَعَلَيْهِ الْكَمَالُ وَمَنْ بَعْدَهُ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ وَقَدْ عَلِمْت قَوْلَ تِلْمِيذِهِ: إنَّهُ الصَّوَابُ.

(باب صفة الصلاة: واجبات الصلاة)

- الدر المختار:

(ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنْ رُكُوعِهِ مُسَمِّعًا) .... (وَيَكْتَفِي بِهِ الْإِمَامُ)، وَقَالَا: يَضُمُّ التَّحْمِيدَ سِرًّا (وَ) يَكْتَفِي (بِالتَّحْمِيدِ الْمُؤْتَمُّ)، وَأَفْضَلُهُ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَك الْحَمْدُ، ثُمَّ حَذْفُ الْوَاوِ، ثُمَّ حَذْفُ «اللَّهُمَّ» فَقَطْ (وَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا لَوْ مُنْفَرِدًا) عَلَى الْمُعْتَمَدِ يُسَمِّعُ رَافِعًا وَيَحْمَدُ مُسْتَوِيًا.

- رد المحتار علی الدر المختار:

(قَوْلُهُ: مُسَمِّعًا) أَيْ قَائِلًا «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ»، وَأَفَادَ أَنَّهُ لَا يُكَبِّرُ حَالَةَ الرَّفْعِ خِلَافًا لِمَا فِي «الْمُحِيطِ» مِنْ أَنَّهُ سُنَّةٌ وَإِنِ ادَّعَى الطَّحَاوِيُّ تَوَاتُرَ الْعَمَلِ بِهِ؛ لِمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعَلِيًّا وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ كَانُوا يُكَبِّرُونَ عِنْدَ كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ، فَقَدْ

أَجَابَ فِي «الْمِعْرَاجِ» بِأَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّكْبِيرِ الذِّكْرُ الَّذِي فِيهِ تَعْظِيمٌ لِلّٰهِ تَعَالَى جَمْعًا بَيْنَ الرِّوَايَاتِ وَالْآثَارِ وَالْأَخْبَارِ اهـ..... (قَوْلُهُ: وَقَالَا يَضُمُّ التَّحْمِيدَ) هُوَ رِوَايَةٌ عَنِ الْإِمَامِ أَيْضًا، وَإِلَيْهِ مَالَ الْفَضْلِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ، «مِعْرَاجٌ» عَنِ «الظَّهِيرِيَّةِ»، وَاخْتَارَهُ فِي «الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ»، وَمَشَى عَلَيْهِ فِي «نُورِ الْإِيضَاحِ»، لَكِنَّ الْمُتُونَ عَلَى قَوْلِ الْإِمَامِ. (قَوْلُهُ: ثُمَّ حَذَفَ «اللَّهُمَّ») أَيْ مَعَ إِثْبَاتِ الْوَاوِ، وَبَقِيَ رَابِعَةٌ وَهِيَ حَذْفُهُمَا، وَالْأَرْبَعَةُ فِي الْأَفْضَلِيَّةِ عَلَى هَذَا التَّرْتِيبِ كَمَا أَفَادَهُ بِالْعَطْفِ بِـ«ثُمَّ». (قَوْلُهُ: عَلَى الْمُعْتَمَدِ) أَيْ مِنْ أَقْوَالٍ ثَلَاثَةٍ مُصَحَّحَةٍ. قَالَ فِي «الْخَزَائِنِ»: وَهُوَ الْأَصَحُّ كَمَا فِي «الْهِدَايَةِ» وَ«الْمَجْمَعِ» وَ«الْمُلْتَقَى»، وَصُحِّحَ فِي «الْمَبْسُوطِ» أَنَّهُ كَالْمُؤْتَمِّ، وَصُحِّحَ فِي «السِّرَاجِ» مَعْزِيًّا لِشَيْخِ الْإِسْلَامِ أَنَّهُ كَالْإِمَامِ. قَالَ الْبَاقَانِيُّ: وَالْمُعْتَمَدُ الْأَوَّلُ اهـ. (قَوْلُهُ: يُسَمِّعُ) بِتَشْدِيدِ الْمِيمِ كَمَا فِي «يَحْمَدُ»، ح، أَيْ لِكَوْنِهِمَا مِنَ التَّسْمِيعِ وَالتَّحْمِيدِ. قَالَ ط: وَلَا يَتَعَيَّنُ التَّشْدِيدُ فِي الثَّانِي، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ؛ إِذْ لَوْ خَفَّفَ لَأَفَادَ خِلَافَ الْمُرَادِ. (قَوْلُهُ: مُسْتَوِيًا) هُوَ لِلتَّأْكِيدِ، فَإِنَّ مُطْلَقَ الْقِيَامِ إِنَّمَا يَكُونُ بِاسْتِوَاءِ الشِّقَّيْنِ، وَإِنَّمَا أَكَّدَ لِغَفْلَةِ الْأَكْثَرِينَ عَنْهُ فَلَيْسَ بِمُسْتَدْرَكٍ كَمَا ظَنَّ قُهُسْتَانِيٌّ، أَوْ لِلتَّأْسِيسِ، وَالْمُرَادِ مِنْهُ التَّعْدِيلُ كَمَا أَفَادَهُ فِي «الْعِنَايَةِ». (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

14 جُمادَی الثّانیہ 1443ھ/ 18 جنوری 2022

سجدے میں جانے کا سنت طریقہ

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

مرد کے لیے سجدے میں جانے کا طریقہ:

مرد کے لیے سجدے میں جانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ سجدے میں جاتے ہوئے تکبیر شروع کرے اور سجدے میں پہنچ کر تکبیر ختم کردے۔ سجدے میں جاتے ہوئے سینہ آگے کو جھکاتے ہوئے نہ جائے، اسی طرح گھٹنے رکھنے سے پہلے کمر اور سینے کو بھی نہ جھکائے۔ زمین پر پہلے اپنے گھٹنے رکھے، پھر ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی رکھے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم فرماتے ہیں کہ:

"سجدے میں جاتے وقت اس طریقے کا خیال رکھیں کہ:

1۔ سب سے پہلے گھٹنوں کو خم دے کر انھیں زمین کی طرف اس طرح لے جائیں کہ سینہ آگے کو نہ جھکے، جب گھٹنے زمین پر ٹک جائیں اس کے بعد سینے کو جھکائیں۔

2۔ جب تک گھٹنے زمین پر نہ ٹکیں اس وقت تک اوپر کے دھڑ کو جھکانے سے حتی الامکان پرہیز کریں۔

آجکل سجدے میں جانے کے اس مخصوص ادب سے بے پروائی بہت عام ہو گئی ہے، اکثر لوگ شروع ہی سے سینہ آگے کو جھکا کر سجدے میں جاتے ہیں، لیکن صحیح طریقہ وہی ہے جو نمبر 1 اور نمبر 2 میں بیان کیا گیا، بغیر کس عذر کے اس کو نہ چھوڑنا چاہیے۔

3۔ گھٹنوں کے بعد پہلے ہاتھ زمین پر رکھیں پھر ناک پھر پیشانی۔" (نمازیں سنت کے مطابق پڑھیں)

وضاحت: سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے اور پھر ہاتھ زمین پر رکھنا صحیح اور معتبر روایات سے ثابت ہے، جیسا کہ آگے احادیث ذکر ہوں گی ان شاء اللہ۔

سجدے میں جاتے ہوئے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم:

سجدے کے لیے جاتے وقت گھٹنوں (اور رانوں) پر ہاتھ رکھنے یا نہ رکھنے سے متعلق روایات اور فقہی عبارات میں کوئی صراحت نہیں ملتی، البتہ امت کا عمل اسی پر ہے کہ سجدے کے لیے جاتے ہوئے گھٹنوں (اور رانوں) پر ہاتھ رکھے جاتے ہیں، حتی کہ متعدد حضرات اکابر نے یہی طریقہ ذکر فرمایا ہے، اور یہی زیادہ بہتر معلوم

ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ بعض اہلِ علم کے نزدیک سجدے کے لیے جانے کا جو سنت طریقہ ہے اس پر بہتر انداز سے عمل اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب گھٹنوں (اور رانوں) پر ہاتھ رکھ کر سجدہ میں جایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(تفصیل دیکھیے: فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ دار العلوم زکریا)

عورت کے لیے سجدے میں جانے کا طریقہ:

عورت کے لیے سجدے میں جانے کا طریقہ یہ ہے کہ سجدے میں جاتے ہوئے تکبیر شروع کرے اور سجدے میں پہنچ کر تکبیر ختم کرے۔ سجدے میں جاتے ہوئے سینہ آگے کو جھکاتے ہوئے جائے۔ زمین پر پہلے اپنے گھٹنے رکھے، پھر ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی رکھے۔

چنانچہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم فرماتے ہیں کہ:

"سجدے میں جاتے وقت مردوں کے لیے یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تک گھٹنے زمین پر نہ ٹکیں اُس وقت تک وہ سینہ نہ جھکائیں، لیکن عورتوں کے لیے یہ طریقہ نہیں ہے۔ وہ شروع ہی سے سینہ جھکا کر سجدے میں جاسکتی ہیں۔" (نمازیں سنت کے مطابق پڑھیں)

مسئلہ: آجکل خواتین میں سجدہ میں جانے کا یہ طریقہ رائج ہے کہ وہ سجدے میں جاتے ہوئے پہلے بیٹھ جاتی ہیں اور دونوں پاؤں دائیں جانب نکال لیتی ہیں، پھر سجدے میں جاتے ہوئے پہلے ہاتھ زمین پر رکھتی ہیں، پھر ناک اور پھر پیشانی؛ سو یہ طریقہ درست ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، احسن الفتاویٰ)

مرد اور عورت کی نماز میں اُصولی فرق:

شریعت نے عورت اور مرد کے مابین نماز کے معاملے میں واضح فرق رکھا ہے، جس کی وجہ سے متعدد مقامات میں عورت کی نماز مرد کی نماز سے مختلف ہے، مرد اور عورت کی نماز میں ایک اہم اور اصولی فرق یہ ہے کہ عورت چوں کہ نام ہی حیا اور پردے کا ہے اس لیے عورت کے لیے نماز میں وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو اور یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور بعض احادیث سے اس کا

ثبوت بھی ملتا ہے، جیسا کہ ''الکامل لابن عدی'' میں حدیث ہے کہ :

۳۹۹: عن مجاهد عن عبد الله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: «إذا جلست المرأة في الصلاة وضعت فخذها على فخذها الأخرى، وإذا سجدت ألصقت بطنها في فخذها كأستر ما يكون لها؛ فان الله ينظر إليها ويقول: يا ملائكتي، أشهدكم أني قد غفرت لها».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ :''جب عورت سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملالے جو اس کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتا ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اس عورت کو بخش دیا ہے۔''

یہ حدیث بالکل ہی واضح ہے کہ ایک تو مرد اور عورت کے سجدے میں فرق ہے، اور دوم یہ کہ عورت کے لیے نماز میں وہی زیادہ پسندیدہ اور مناسب ہے جو اس کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔ یہ حدیث ''سنن کبریٰ بیہقی'' میں بھی ہے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث بھی معتبر ہے خصوصًا جب اس کے متعدد شواہد بھی ہیں جن کی وجہ سے اس کو مزید تقویت مل جاتی ہے، اس لیے اس کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جہاں تک اس کے راوی ابو مطیع کا تعلق ہے تو وہ معتبر راوی ہے، دیکھیے اعلاء السنن۔

مرد اور عورت کی نماز میں مذکورہ فرق کے حوالے سے امام محدث بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَجماعُ مَا يُفَارِقُ الْمَرْأَةَ فِيهِ الرَّجُلُ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ رَاجِعٌ إِلَى السَّتْرِ، وَهُوَ أَنَّهَا مَأْمُورَةٌ بِكُلِّ مَا كَانَ أَسْتَرَ لَهَا.

(السنن الكبرى للبيهقي: باب مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ مِنْ تَرْكِ التَّجَافِي فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)

ترجمہ: مرد اور عورت کی نماز میں باہمی فرق کے تمام تر مسائل کی بنیاد ستر اور پردہ ہے، چنانچہ عورت کو نماز میں اسی طریقے کا حکم دیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔

اس اصول سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت نماز میں سجدے کے لیے جاتے ہوئے جھکتے ہوئے جائے گی کیوں کہ یہی اس کے لیے زیادہ حیا اور ستر کا باعث ہے۔

احادیث اور فقہی عبارات

• صحیح البخاري:

٧٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ، سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ -قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَلَكَ الْحَمْدُ- ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ. (بَاب التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ)

• عمدة القاري شرح صحيح البخاري:

فيه إثبات التكبير في كل خفض ورفع إلا في رفعه من الركوع يقول: سمع الله لمن حمده. وفيه في قوله: «ثم يكبر حين يركع» إلى آخره دليل على مقارنة التكبير لهذه الحركات وبسطه عليها فيبدأ بالتكبير حين يسرع في الانتقال إلى الركوع ويمده حتى يصل إلى حد الراكعين، ثم يشرع في تسبيح الركوع، ويبدأ بالتكبير حين يشرع في الهوى إلى السجود ويمده حتى يضع جبهته على الأرض، ثم يشرع في تسبيح السجود. وفيه يبدأ في قوله: «سمع الله لمن حمده» حتى يشرع في الرفع من الركوع ويمده حتى ينتصب قائما .... وفيه أنه يشرع في التكبير للقيام من التشهد الأول ويمده حتى ينتصب قائما. (باب يهوي بالتكبير حين يسجد)

• صحيح مسلم:

٣٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِى ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِى بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: «رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ»، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِى سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ مِثْلَ ذَلِكَ فِى الصَّلَاةِ

كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْمَثْنَى بَعْدَ الْجُلُوسِ. ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: إِنِّى لأَشْبَهُكُمْ صَلاَةً بِرَسُولِ اللهِ ﷺ. (باب وُجُوبِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِى كُلِّ رَكْعَةٍ)

- صحيح ابن خزيمة:

١٧٢- بَابُ الْبَدْءِ بِوَضْعِ الرُّكْبَتَيْنِ عَلَى الأَرْضِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ إِذَا سَجَدَ الْمُصَلِّي؛ إِذْ هَذَا الْفِعْلُ نَاسِخٌ لِمَا خَالَفَ هَذَا الْفِعْلَ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ وَالأَمْرِ بِهِ.

٦٢٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَرَجَاءُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُذْرِيُّ قَالُوا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ إِذَا سَجَدَ.

وَقَالَ أَحْمَدُ وَرَجَاءٌ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ.

١٧٣- بَابُ ذِكْرِ خَبَرٍ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَدْئِهِ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ عِنْدَ إِهْوَائِهِ إِلَى السُّجُودِ مَنْسُوخٌ، غَلِطَ فِي الاِحْتِجَاجِ بِهِ بَعْضُ مَنْ لَمْ يَفْهَمْ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ، فَرَأَى اسْتِعْمَالَ الْخَبَرِ وَالْبَدْءَ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الأَرْضِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ.

٦٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ تَمَامٍ الْمِصْرِيُّ: حَدَّثَنَا أَصْبُغُ بْنُ الْفَرَجِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ، وَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

١٧٤- بَابُ ذِكْرِ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الأَمْرَ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ عِنْدَ السُّجُودِ مَنْسُوخٌ، وَأَنَّ وَضْعَ الرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ نَاسِخٌ؛ إِذْ كَانَ الأَمْرُ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ مُقَدَّمًا، وَالأَمْرُ بِوَضْعِ الرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ مُؤَخَّرًا، فَالْمُقَدَّمُ مَنْسُوخٌ، وَالْمُؤَخَّرُ نَاسِخٌ.

٦٢٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ: كُنَّا نَضَعُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ، فَأُمِرْنَا بِالرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ.

١٧٥- بَابُ الْبَدْءِ بِرَفْعِ الْيَدَيْنِ مِنَ الأَرْضِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ عِنْدَ رَفْعِ الرَّأْسِ مِنَ السُّجُودِ.

٦٢٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ وَرَجَاءُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُذْرِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا

سَهْلُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ إِذَا رَفَعَ.

- المستدرك على الصحيحين:

٨٢٢- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْعَطَّارُ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَبَّرَ فَحَاذَى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ رَكَعَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ مَفْصِلٍ مِنْهُ، وَانْحَطَّ بِالتَّكْبِيرِ حَتَّى سَبَقَتْ رُكْبَتَاهُ يَدَيْهِ.

هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَا أَعْرِفُ لَهُ عِلَّةً وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

وَأَمَّا حَدِيثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا سَجَدَ يَقَعُ رُكْبَتَاهُ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ. قَدِ احْتَجَّ مُسْلِمٌ بِشَرِيكٍ وَعَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: على شرطهما، ولا أعرف له علة. (بَابُ التَّأْمِينِ)

- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع:

وإذا فَرَغَ منَ الْقِرَاءَةِ يَنْحَطُّ لِلرُّكُوعِ وَيُكَبِّرُ مع الِانْحِطَاطِ .... وَمِنْ سُنَنِ الِانْتِقَالِ أَنْ يُكَبِّرَ مع الِانْحِطَاطِ. (فَصْلٌ وَأَمَّا سُنَنُهَا فَكَثِيرَةٌ)

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: مَعَ الِانْحِطَاطِ) أَفَادَ أَنَّ السُّنَّةَ كَوْنُ ابْتِدَاءِ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الْخُرُورِ وَانْتِهَائِهِ عِنْدَ اسْتِوَاءِ الظَّهْرِ، وَقِيلَ: إِنَّهُ يُكَبِّرُ قَائِمًا، وَالْأَوَّلُ هُوَ الصَّحِيحُ، كَمَا فِي «الْمُضْمَرَاتِ»، وَتَمَامُهُ فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ».
(بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:

والسنة أن يكون ابتداء الذكر عند ابتداء الإنتقال، وانتهاؤه عند انتهائه، وإن خالف ترك السنة.
قال في «الأشباه»: كل ذكر فات محله لا يؤتى به في غيره. (فصل في المكروهات)

- الدر المختار:

(ثُمَّ يُكَبِّرُ) مَعَ الْخُرُورِ (وَيَسْجُدُ وَاضِعًا رُكْبَتَيْهِ) أَوَّلًا؛ لِقُرْبِهِمَا مِنَ الْأَرْضِ (ثُمَّ يَدَيْهِ) إِلَّا لِعُذْرٍ (ثُمَّ وَجْهَهُ) مُقَدِّمًا أَنْفَهُ؛ لِمَا مَرَّ.

- رد المحتار علی الدر المختار:

(قَوْلُهُ: ثُمَّ يُكَبِّرُ) أَتَى بِـ«ثُمَّ»؛ لِلْإِشْعَارِ بِالِاطْمِئْنَانِ فَإِنَّهُ سُنَّةٌ أَوْ وَاجِبٌ عَلَى مَا اخْتَارَهُ الْكَمَالُ. (قَوْلُهُ: مَعَ الْخُرُورِ) بِأَنْ يَكُونَ ابْتِدَاءُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ ابْتِدَاءِ الْخُرُورِ، وَانْتِهَاؤُهُ عِنْدَ انْتِهَائِهِ، «شَرْحُ الْمُنْيَةِ»، وَيَخِرُّ لِلسُّجُودِ قَائِمًا مُسْتَوِيًا لَا مُنْحَنِيًا؛ لِئَلَّا يَزِيدَ رُكُوعًا آخَرَ يَدُلُّ عَلَيْهِ مَا فِي «التَّتَارْخَانِيَّةِ»: لَوْ صَلَّى فَلَمَّا تَكَلَّمَ تَذَكَّرَ أَنَّهُ تَرَكَ رُكُوعًا، فَإِنْ كَانَ صَلَّى صَلَاةَ الْعُلَمَاءِ الْأَتْقِيَاءِ أَعَادَ، وَإِنْ صَلَّى صَلَاةَ الْعَوَامّ فَلَا؛ لِأَنَّ الْعَالِمَ التَّقِيَّ يَنْحَطُّ لِلسُّجُودِ قَائِمًا مُسْتَوِيًا، وَالْعَامِّيَّ يَنْحَطُّ مُنْحَنِيًا، وَذَلِكَ رُكُوعٌ؛ لِأَنَّ قَلِيلَ الِانْحِنَاءِ مَسْحُوبٌ مِنَ الرُّكُوعِ اهـ تَأَمَّلْ. (قَوْلُهُ: وَاضِعًا رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَدَيْهِ) قَدَّمْنَا الْخِلَافَ فِي أَنَّهُ سُنَّةٌ أَوْ فَرْضٌ أَوْ وَاجِبٌ وَأَنَّ الْأَخِيرَ أَعْدَلُ الْأَقْوَالِ، وَهُوَ اخْتِيَارُ الْكَمَالِ، وَيَضَعُ الْيُمْنَى مِنْهُمَا أَوَّلَا ثُمَّ الْيُسْرَى، كَمَا فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ»، لَكِنَّ الَّذِي فِي «الْخَزَائِنِ»: وَاضِعًا رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَدَيْهِ إلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْهِ؛ لِأَجْلِ خُفٍّ أَوْ غَيْرِهِ فَيَبْدَأُ بِالْيَدَيْنِ وَيُقَدِّمُ الْيُمْنَى. اهـ. وَمِثْلُهُ فِي «الْبَدَائِعِ» و«التتارخانية» وَ«الْمِعْرَاجِ» وَ«الْبَحْرِ» وَغَيْرِهَا، وَمُقْتَضَاهُ أَنَّ تَقْدِيمَ الْيُمْنَى إنَّمَا هُوَ عِنْدَ الْعُذْرِ الدَّاعِي إلَى وَضْعِ الْيَدَيْنِ أَوَّلًا، وَإِنَّهُ لَا تَيَامُنَ فِي وَضْعِ الرُّكْبَتَيْنِ، وَهُوَ الَّذِي يَظْهَرُ لِعُسْرِ ذَلِكَ. (قَوْلُهُ: مُقَدِّمًا أَنْفَهُ) أَيْ عَلَى جَبْهَتِهِ، وَقَوْلُهُ: «لِمَا مَرَّ» أَيْ لِقُرْبِهِ مِنَ الْأَرْضِ، وَمَا ذَكَرَهُ مَأْخُوذٌ مِنَ «الْبَحْرِ»، لَكِنْ فِي «الْبَدَائِعِ»: وَمِنْهَا أَيِ السُّنَنُ أَنْ يَضَعَ جَبْهَتَهُ ثُمَّ أَنْفَهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَنْفُهُ ثُمَّ جَبْهَتُهُ. اهـ. وَمِثْلُهُ فِي «التَّتَارْخَانِيَّة» وَ«الْمِعْرَاجِ» عَنْ «شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ»، وَمُقْتَضَاهُ اعْتِمَادُ تَقْدِيمِ الْجَبْهَةِ وَأَنَّ الْعَكْسَ قَوْلُ الْبَعْضِ، تَأَمَّلْ. (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

15 جُمادی الثانیہ 1443ھ/ 19 جنوری 2022

سجدے میں ہاتھ کہاں رکھے جائیں؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں سجدے میں ہاتھ کہاں رکھے جائیں؟

سجدے میں سر اور ہاتھوں کو رکھنے کا سنت طریقہ وہی ہے جو کہ مرد کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھانے کا سنت طریقہ ہے کہ سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر آجائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہونا چاہیے جتنا کہ تکبیرِ تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوتا ہے۔

(شرح معانی الآثار، ردالمحتار، نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم)

واضح رہے کہ سجدے میں سر اور ہاتھ رکھنے کا یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے۔

احادیث اور فقہی عبارات

- شرح معاني الآثار:

خَالَفَهُمْ فِي ذَلِكَ آخَرُونَ فَقَالُوا: بَلْ يَجْعَلُ يَدَيْهِ فِي سُجُودِهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ وَاحْتَجُّوا فِي ذَلِكَ:

١٥٣٢- بِمَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ الْجَرْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ كَانَتْ يَدَاهُ حِيَالَ أُذُنَيْهِ.

١٥٣٤- وَبِمَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا لَا أَعْقِلُ صَلَاةَ أَبِي فَحَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِي وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ.

١٥٣٥- وَبِمَا حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: سَأَلْتُهُ أَيْنَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَضَعُ جَبْهَتَهُ إِذَا صَلَّى؟ قَالَ: بَيْنَ كَفَّيْهِ.

فَكَانَ كُلُّ مَنْ ذَهَبَ فِي الرَّفْعِ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ إِلَى الْمَنْكِبَيْنِ يَجْعَلُ وَضْعَ الْيَدَيْنِ فِي السُّجُودِ حِيَالَ الْمَنْكِبَيْنِ أَيْضًا، وَكُلُّ مَنْ ذَهَبَ فِي الرَّفْعِ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ إِلَى الْأُذُنَيْنِ يَجْعَلُ وَضْعَ الْيَدَيْنِ فِي السُّجُودِ حِيَالَ الْأُذُنَيْنِ أَيْضًا. وَقَدْ ثَبَتَ فِيمَا تَقَدَّمَ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ تَصْحِيحُ قَوْلِ مَنْ ذَهَبَ فِي الرَّفْعِ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ إِلَى حِيَالِ الْأُذُنَيْنِ فَثَبَتَ بِذَلِكَ أَيْضًا قَوْلُ مَنْ ذَهَبَ فِي وَضْعِ الْيَدَيْنِ فِي السُّجُودِ حِيَالَ الْأُذُنَيْنِ أَيْضًا، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللهُ. (بَاب وَضْعِ الْيَدَيْنِ فِي السُّجُودِ أَيْنَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ؟)

- صحيح مسلم:

٤٠١- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ وَمَوْلًى لَهُمْ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِيهِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ -وَصَفَ هَمَّامٌ حِيَالَ أُذُنَيْهِ- ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ فَلَمَّا قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ.

- الدر المختار:

(ثُمَّ يُكَبِّرُ) مَعَ الْخُرُورِ (وَيَسْجُدُ وَاضِعًا رُكْبَتَيْهِ) أَوَّلًا؛ لِقُرْبِهِمَا مِنَ الْأَرْضِ (ثُمَّ يَدَيْهِ) إِلَّا لِعُذْرٍ (ثُمَّ وَجْهَهُ) مُقَدِّمًا أَنْفَهُ لِمَا مَرَّ (بَيْنَ كَفَّيْهِ) اعْتِبَارًا لِآخِرِ الرَّكْعَةِ بِأَوَّلِهَا ضَامًّا أَصَابِعَ يَدَيْهِ لِتَتَوَجَّهَ لِلْقِبْلَةِ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: بَيْنَ كَفَّيْهِ) أَيْ بِحَيْثُ يَكُونُ إِبْهَامَاهُ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ كَمَا فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ». وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ: يَضَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ. وَالْأَوَّلُ فِي «صَحِيحِ مُسْلِمٍ». وَالثَّانِي فِي «صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ». وَاخْتَارَ الْمُحَقِّقُ ابْنُ الْهُمَامِ سُنِّيَّةَ كُلٍّ مِنْهُمَا بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَعَلَ كُلًّا أَحْيَانًا قَالَ: إِلَّا أَنَّ الْأَوَّلَ أَفْضَلُ؛ لِأَنَّ فِيهِ زِيَادَةَ الْمُجَافَاةِ الْمَسْنُونَةِ. اهـ وَأَقَرَّهُ شُرَّاحُ «الْمُنْيَةِ» وَالشُّرُنْبُلالي. (قَوْلُهُ: اعْتِبَارًا لِآخِرِ الرَّكْعَةِ بِأَوَّلِهَا) فَكَمَا يَجْعَلُ رَأْسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ عِنْدَ التَّحْرِيمَةِ فَكَذَا عِنْدَ

السُّجُودِ، «سِرَاجٌ» عَنِ «الْمَبْسُوطِ»، وَبَاقِي الرَّكَعَاتِ مُلْحَقَةٌ بِأُولَاهَا الَّتِي فِيهَا التَّحْرِيمَةُ. (قَوْلُهُ: ضَامًّا أَصَابِعَ يَدَيْهِ) أَيْ مُلْصِقًا جَنَبَاتِ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ، «قُهُسْتَانِيٌّ» وَغَيْرُهُ، وَلَا يُنْدَبُ الضَّمُّ إِلَّا هُنَا، وَلَا التَّفْرِيجُ إِلَّا فِي الرُّكُوعِ، كَمَا فِي «الزَّيْلَعِيِّ» وَغَيْرِهِ. (قَوْلُهُ: لِتَتَوَجَّهَ لِلْقِبْلَةِ) فَإِنَّهُ لَوْ فَرَّجَهَا يَبْقَى الْإِبْهَامُ وَالْخِنْصَرُ غَيْرَ مُتَوَجِّهَيْنِ، وَهَذَا التَّعْلِيلُ عَزَاهُ فِي هَامِشِ «الْخَزَائِنِ» إِلَى الشُّمُنِّيِّ وَغَيْرِهِ. قَالَ: وَعَلَّلَهُ فِي «الْبَحْرِ» بِأَنَّ فِي السُّجُودِ تُنَزَّلُ الرَّحْمَةُ وَبِالضَّمِّ يَنَالُ أَكْثَرَ.

(باب صفة الصلاة)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

20 جُمادیٰ الثانیہ 1443ھ/24 جنوری 2022

سجدے میں ہاتھوں کی انگلیاں کیسی رکھی جائیں؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

سجدے میں ہاتھوں کی انگلیاں کیسی رکھی جائیں؟

1۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ سجدے میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ ہونی چاہییں۔

2۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ سجدے میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند ہونی چاہییں، یعنی انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور ان کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔

(ردالمحتار، نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم)

واضح رہے کہ یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے۔

احادیث اور فقہی عبارات

- السنن الكبرى:

٢٨٠٢- أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ الْفَقِيهُ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ بْنِ عَامِرٍ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُقْبَةَ الْخَازِنُ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَكَعَ فَرَّجَ أَصَابِعَهُ، وَإِذَا سَجَدَ ضَمَّ أَصَابِعَهُ. (باب يَضُمُّ أَصَابِعَ يَدَيْهِ فِى السُّجُودِ وَيَسْتَقْبِلُ بِهَا الْقِبْلَةَ)

- صحيحُ ابن خُزَيمة:

٦٤٢- أَنَا أَبُو طَاهِرٍ: نَا أَبُو بَكْرٍ: نَا مُوسَى بْنُ هَارُونَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَزَّازُ: حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْهَمْدَانِيُّ -يُعْرَفُ بِابْنِ الْخَازِنِ- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا سَجَدَ ضَمَّ أَصَابِعَهُ. (بَابُ ضَمِّ أَصَابِعِ الْيَدَيْنِ فِي السُّجُودِ)

٦٤٣- أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ: نَا أَبُو بَكْرٍ: نَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغَافِقِيُّ الْمِصْرِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيِّ وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ: أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ

اللهِ ﷺ، رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ، فَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضَهُمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى. فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْأَخِيرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَجَلَسَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ.

(بَابُ اسْتِقْبَالِ أَطْرَافِ أَصَابِعِ الْيَدَيْنِ مِنَ الْقِبْلَةِ فِي السُّجُودِ)

- الفتاوى الهندية:

وإذا رَفَعَ يَدَيْهِ لَا يَضُمُّ أَصَابِعَهُ كُلَّ الضَّمِّ، وَلَا يُفَرِّجُ كُلَّ التَّفْرِيجِ، بَلْ يَتْرُكُهَا على ما كانت عليه بين الضَّمِّ وَالتَّفْرِيجِ، هَكَذَا في «النِّهَايَةِ»، وهو الْمُعْتَمَدُ، هَكَذَا في «الْمُحِيطِ» ...... وَيَرْكَعُ حين يَفْرُغُ من الْقِرَاءَةِ ..... وَيُفَرِّجُ بين أَصَابِعِهِ، وَلَا يُنْدَبُ إلَى التَّفْرِيجِ إلَّا في هذه الْحَالَةِ، وَلَا إلَى الضَّمِّ إلَّا في حَالَةِ السُّجُودِ، وَفِيمَا وَرَاءَ ذلك يُتْرَكُ على الْعَادَةِ، كَذَا في «الْهِدَايَةِ» ..... وَالْمَرْأَةُ تَنْحَنِي في الرُّكُوعِ يَسِيرًا، وَلَا تَعْتَمِدُ، وَلَا تُفَرِّجُ أَصَابِعَهَا، وَلَكِنْ تَضُمُّ يَدَيْهَا، وَتَضَعُ على رُكْبَتَيْهَا وَضْعًا. (سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

- الدر المختار:

(ثُمَّ يُكَبِّرُ) مَعَ الْخُرُورِ (وَيَسْجُدُ وَاضِعًا رُكْبَتَيْهِ) أَوَّلًا؛ لِقُرْبِهِمَا مِنَ الْأَرْضِ (ثُمَّ يَدَيْهِ) إلَّا لِعُذْرٍ (ثُمَّ وَجْهَهُ) مُقَدِّمًا أَنْفَهُ لِمَا مَرَّ (بَيْنَ كَفَّيْهِ) اعْتِبَارًا لِآخِرِ الرَّكْعَةِ بِأَوَّلِهَا ضَامًّا أَصَابِعَ يَدَيْهِ لِتَتَوَجَّهَ لِلْقِبْلَةِ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: ضَامًّا أَصَابِعَ يَدَيْهِ) أَيْ مُلْصِقًا جَنَبَاتِ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ، «قُهُسْتَانِيٌّ» وَغَيْرُهُ، وَلَا يُنْدَبُ الضَّمُّ إلَّا هُنَا، وَلَا التَّفْرِيجُ إلَّا فِي الرُّكُوعِ، كَمَا فِي «الزَّيْلَعِيِّ» وَغَيْرِهِ. (قَوْلُهُ: لِتَتَوَجَّهَ لِلْقِبْلَةِ) فَإِنَّهُ لَوْ فَرَّجَهَا يَبْقَى الْإِبْهَامُ وَالْخِنْصَرُ غَيْرَ مُتَوَجِّهَيْنِ، وَهَذَا التَّعْلِيلُ عَزَاهُ فِي هَامِشِ «الْخَزَائِنِ» إلَى الشُّمُنِّيِّ وَغَيْرِهِ. قَالَ: وَعَلَّلَهُ فِي «الْبَحْرِ» بِأَنَّ فِي السُّجُودِ تُنَزَّلُ الرَّحْمَةُ وَبِالضَّمِّ يَنَالُ أَكْثَرَ.

(باب صفة الصلاة)

- بدائع الصنائع:

وَمِنْهَا: أَنْ يُوَجِّهَ أَصَابِعَهُ نحو الْقِبْلَةِ؛ لِمَا رُوِيَ عن النبي ﷺ أَنَّهُ قال: «إِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجَدَ كُلُّ عُضْوٍ منه، فَلِيُوَجِّه مِن أَعْضَائِهِ إِلَى الْقِبْلَةِ ما اسْتَطَاعَ».

- تحفة الفقهاء»:

وأما سنن السجود .... ومنها: أن يضع يديه حذاء أذنيه في السجود، وأن يوجه أصابع يديه نحو القبلة.

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

21 جُمادَی الثانیہ 1443ھ/25 جنوری 2022

مرد اور عورت کے سجدے میں فرق کا ثبوت

احادیث مبارکہ، حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام کی تصریحات کی روشنی میں

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

عورت کے سجدے کا طریقہ:

عورت سجدے میں جاتے ہوئے سینہ آگے کو جھکاتے ہوئے جائے۔ زمین پر پہلے اپنے گھٹنے رکھے، پھر ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی رکھے۔ سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر آجائیں (جیسا کہ مردوں کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھانے کا طریقہ ہے)، اور ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھے۔ اور خوب سمٹ کر اور دَب کر سجدہ کرے کہ پیٹ رانوں سے مل جائے، کہنیاں زمین پر بچھادے اور سینے (یعنی پہلو) سے بھی لگادے، دونوں پاؤں کو دائیں طرف نکال کر زمین پر بچھادے، اور جتنا ہو سکے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے۔ سجدے کے دوران نگاہ ناک کی طرف رکھے۔

مرد کے سجدے کا طریقہ:

سجدے میں جاتے ہوئے سینہ آگے کو جھکاتے ہوئے نہ جائے، اسی طرح گھٹنے رکھنے سے پہلے کمر اور سینے کو بھی نہ جھکائے۔ زمین پر پہلے اپنے گھٹنے رکھے، پھر ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی رکھے۔ سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر آجائیں جیسا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھانے کا طریقہ ہے، اور ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھے۔ پیٹ رانوں سے جدا رکھے۔ کہنیاں زمین پر نہ بچھائے۔ اسی طرح کہنیوں کو سینے (یعنی پہلو) سے بھی الگ رکھے۔ دونوں پاؤں کو اس طرح سیدھا کھڑا رکھے کہ ایڑھیاں اوپر کی جانب ہوں۔ پاؤں کی انگلیوں کو اچھی طرح موڑ کر قبلہ رخ رکھے۔ سجدے کے دوران نگاہ ناک کی طرف رکھے۔

مرد اور عورت کی نماز میں اُصولی فرق:

شریعت نے عورت اور مرد کے مابین نماز کے معاملے میں واضح فرق رکھا ہے، جس کی وجہ سے متعدد مقامات میں عورت کی نماز مرد کی نماز سے مختلف ہے، مرد اور عورت کی نماز میں ایک اہم اور اصولی فرق یہ ہے کہ عورت چوں کہ نام ہی حیا اور پردے کا ہے اس لیے عورت کے لیے نماز میں وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو

عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو اور یہی طریقہ اللہ تعالی کو پسند ہے۔

جیسا کہ امام محدث بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَجماعُ مَا يُفَارِقُ الْمَرْأَةَ فِيهِ الرَّجُلُ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ رَاجِعٌ إِلَى السَّتْرِ، وَهُوَ أَنَّهَا مَأْمُورَةٌ بِكُلِّ مَا كَانَ أَسْتَرَ لَهَا.

(السنن الكبرى للبيهقي: باب مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ مِنْ تَرْكِ التَّجَافِي فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)

ترجمہ: مرد اور عورت کی نماز میں باہمی فرق کے تمام تر مسائل کی بنیاد ستر اور پردہ ہے، چنانچہ عورت کو نماز میں اسی طریقے کا حکم دیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔

مرد اور عورت کی نماز میں فرق پر ائمہ اربعہ کا اتفاق:

مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہونے سے متعلق ائمہ اربعہ کا اتفاق اور اجماع ہے، جس کی وجہ سے اس مسئلے کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، اس لیے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں حتیٰ کہ وہ عورتوں کو مردوں کی طرح نماز پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں، تو ایسے لوگ کھلی غلطی کا شکار ہیں کیوں کہ مرد اور عورت کی نماز میں فرق کا ہونا متعدد دلائل سے ثابت ہے۔

عورت سراپا پردہ ہے:

- سنن الترمذی میں ہے:

١١٧٣: عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَت اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”عورت سراپا پردہ ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔“ یعنی شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو اس بات پر اُبھارے کہ وہ اس عورت کو دیکھ کر بد نظری اور دیگر گناہوں میں مبتلا ہوں۔

عورت کے لیے نماز پڑھنے کی افضل جگہ:

- سنن ابی داود میں ہے:

٥٧٠: عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''عورت کے لیے صحن میں نماز پڑھنے سے زیادہ افضل یہ ہے کہ وہ کمرے میں نماز پڑھے، اور کمرے میں بھی زیادہ افضل یہ ہے کہ وہ کسی کونے (اور پوشیدہ جگہ) میں نماز ادا کرے۔''

عورت کے لیے افضل جگہ:

- صحیح ابن حبان میں ہے:

٥٥٩٩: عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ، وَأَقْرَبُ مَا تَكُونُ مِنْ رَبِّهَا إِذَا هِيَ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''عورت تو پردے کی چیز ہے، جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے۔ اور عورت اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے کسی کونے میں ہو۔''

ان احادیث سے عورت کے لیے ستر اور پردے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں بھی عورت کے لیے ستر کا لحاظ رکھنا مناسب ہے۔

مرد اور عورت کے سجدے میں فرق کا ثبوت

حضور اقدس ﷺ کی احادیث مبارکہ:

1: مراسیل ابی داود میں ہے:

٨٧: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ غَيْلَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى امْرَأَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ: «إِذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ إِلَى الْأَرْضِ؛ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَتْ فِي ذَلِكَ كَالرَّجُلِ».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز ادا کر رہی تھیں، تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: ”جب تم سجدہ کرو تو جسم کا بعض حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ تم اس معاملے میں مردوں کی طرح نہیں ہو۔“

یہ حدیث بالکل ہی واضح ہے کہ مرد اور عورت کے سجدے میں فرق ہے، یہ حدیث معتبر ہے، دیکھیے اِعلاء السنن۔

2: الکامل لابن عدی میں ہے:

٣٩٩: عن مجاهد عن عبد الله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: «إذا جلست المرأة في الصلاة وضعت فخذها على فخذها الأخرى، وإذا سجدت ألصقت بطنها في فخذها كأستر ما يكون لها؛ فان الله ينظر إليها ويقول: يا ملائكتي، أشهدكم أني قد غفرت لها».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب عورت سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا لے جو اس کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتا ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اس عورت کو بخش دیا ہے۔“

یہ حدیث بھی بالکل ہی واضح ہے کہ مرد اور عورت کے سجدے میں فرق ہے۔ یہ حدیث سنن کبریٰ بیہقی میں بھی ہے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث بھی معتبر ہے خصوصًا جب اس کے متعدد شواہد بھی ہیں جن کی وجہ

سے اس کو مزید تقویت مل جاتی ہے، اس لیے اس کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جہاں تک اس کے راوی ابو مطیع کا تعلق ہے تو وہ معتبر راوی ہے، دیکھیے اعلاء السنن۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٧٩٣- حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِز وَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جب عورت سجدہ کرے تو سِمٹ کر اور دب کر کرے اور رانوں کو (پیٹ اور سینے کے ساتھ) مِلا لے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں جن کے قول کو بھی سنت کا درجہ حاصل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٧٩٤: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَلَاةِ الْمَرْأَةِ، فَقَالَ: تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِزُ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عورت کی نماز سے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ: سمٹ کر، سکڑ کر اور دب کر نماز ادا کرے گی۔

جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٧٩٥: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا وَلْتَضَعْ بَطْنَهَا عَلَيْهِمَا.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: عورت جب سجدہ کرے گی تو رانوں کو ملا کر پیٹ کو ان پر رکھے گی۔

۲۷۹۸: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَان، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَلْزَقْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا، وَلا تَرْفَعْ عَجِيزَتَهَا، وَلا تُجَافِي كَمَا يُجَافِي الرَّجُلُ.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: عورت جب سجدہ کرے گی تو پیٹ کو رانوں سے ملائے گی اور مرد کی طرح سرین نہیں اٹھائے گی۔

- مصنف عبدالرزاق میں ہے:

۵۰۷۱: عبد الرزاق عن معمر والثوري عن منصور، عن إبراهيم قال: كانت تؤمر المرأة أن تضع ذراعها وبطنها على فخذيها إذا سجدت، ولا تتجافى كما يتجافى الرجل لكي لا ترفع عجيزتها.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ سجدے میں اپنے بازو اور پیٹ رانوں پر رکھے گی، اور اعضا کو کھلا اور جدا نہیں رکھے گی تا کہ سرین اوپر کو نہ اُٹھ جائے۔

- سنن کبری بیہقی میں ہے:

۳۰۷: قَالَ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ: كَانَتِ الْمَرْأَةُ تُؤْمَرُ إِذَا سَجَدَتْ أَنْ تَلْزَقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَيْ لَا تَرْتَفِع عَجِيزَتُهَا، وَلَا تُجَافِي كَمَا يُجَافِي الرَّجُلُ.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عورت کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ سجدے میں اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر رکھے گی، اور اعضا کو کھلا اور جدا نہیں رکھے گی تا کہ سرین اوپر کو نہ اُٹھ جائے۔

جلیل القدر تابعی امام مجاہد رحمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۲۷۹۶- حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ: أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ بَطْنَهُ عَلَى فَخِذَيْهِ إِذَا سَجَدَ كَمَا تَصْنَعُ الْمَرْأَةُ.

ترجمہ: امام مجاہد رحمہ اللہ یہ بات مکروہ سمجھتے تھے کہ مرد عورت کی طرح سجدے میں پیٹ کو رانوں پر رکھے۔

جلیل القدر تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٧٩٧: حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: الْمَرْأَةُ تَضْطَمُّ فِي السُّجُودِ.

ترجمہ: امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: عورت سجدے میں سمٹ کر اور دب کر رہے گی۔

جلیل القدر تابعی امام عطار حمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٥٠٦٩: عبد الرزاق عن ابن جريج، عن عطاء قال: تجتمع المراة إذا ركعت ترفع يديها إلى بطنها وتجتمع ما استطاعت، فإذا سجدت فلتضم يديها إليها وتضم بطنها وصدرها إلى فخذيها وتجتمع ما استطاعت.

ترجمہ: امام عطار حمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب عورت سجدہ کرے گی تو ہاتھوں کو اپنے ساتھ مِلالے گی، پیٹ اور سینے کو رانوں کے ساتھ ملالے گی اور ممکنہ حد تک اپنے آپ کو سمیٹے گی۔

جلیل القدر تابعین امام حسن بصری اور امام قتادہ رحمہا اللہ سے ثبوت:

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٥٠٦٨: عبد الرزاق عن معمر، عن الحسن وقتادة قالا: إذا سجدت المرأة فإنها تنضم ما استطاعت ولا تتجافى لكي لا ترفع عجيزتها.

ترجمہ: امام حسن بصری اور امام قتادہ رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ: جب عورت سجدہ کرے گی تو ممکنہ حد تک اپنے اعضا کو (باہم اور زمین کے ساتھ) ملا کر رکھے گی، اور انھیں کھلا اور جدا نہیں رکھے گی تاکہ سرین اوپر کو نہ اُٹھ جائے۔

ان حضرات صحابہ کرام نے حضور اقدس ﷺ سے سن کر ہی سجدے کا یہ فرق بیان فرمایا ہے کیوں کہ یہ باتیں قیاس واجتہاد سے بیان نہیں کی جاسکتیں، اسی طرح حضرات تابعین کرام نے بھی حضرات صحابہ کرام سے سن کر ہی امت تک یہ فرق پہنچایا ہے، جس لیے یہی حق ہے اور حق اسی قابل ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔

ایک حدیث سے متعلق غلط فہمی کا اِزالہ:

ماقبل کے دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مرد اور عورت کے سجدے میں واضح فرق ہے۔ بعض حضرات مرد اور عورت کے سجدے میں فرق نہ ہونے پر سنن ابی داود وغیرہ سے یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ:

٨٩٧: عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ».

جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بازوؤں کو سجدے میں کتے کی طرح نہ پھیلائے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ حدیث عورتوں کے لیے بھی ہے، اس لیے اس حدیث کے جملے ''وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ''میں عورتیں بھی داخل ہیں، اس لیے ان کو بھی مردوں کی طرح بازو زمین پر نہیں پھیلانے چاہیے بلکہ سجدہ مردوں ہی کی طرح کرنا چاہیے۔

جواب:

یہ حدیث اپنی ذات میں بالکل صحیح ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث صرف مرد حضرات کے بارے میں ہے نہ کہ خواتین کے بارے میں، جس کی چند وجوہات درجہ ذیل ہیں:

1۔ صحیح مسلم میں اسی مضمون کی حدیث موجود ہے جس میں واضح طور پر ''يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ'' کا لفظ آیا ہے اور ''رَجُل'' عربی میں مرد ہی کو کہتے ہیں کہ مرد اپنے بازو سجدے میں نہ بچھائے۔ اس حدیث سے سنن ابی داود والی حدیث کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے اور اس میں عورتیں شامل نہیں۔

- صحیح مسلم میں ہے:

۱۱۳۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ -يَعْنِي الأَحْمَرَ- عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، ح: قَالَ: وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ -وَاللَّفْظُ لَهُ- قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةَ بِـ«الْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ»، وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ جَالِسًا، وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ، وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى، وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهَى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ، وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ.

2: سنن ابی داود کے مضمون والی حدیث کے بارے میں امت کے عظیم محدث علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ ”فیض القدیر“ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صرف مردوں کے لیے ہے، اور جہاں تک عورتوں کا حکم ہے تو وہ دب کر اور سمٹ کر سجدہ کرے گی کیونکہ یہی ان کے لیے ستر کا باعث ہے۔

- فيض القدير:

(إذا سجد أحدكم فليعتدل) أي فليتوسط بين الافتراش والقبض في السجود بوضع كفيه على الأرض ورفع ذراعيه وجنبيه عنها؛ لأنه أمكن وأشد اعتناء بالصلاة، وفيه أنه يندب أن يجافي بطنه ومرفقيه عن فخذيه وجنبيه، لكن الخطاب للرجال كما دل عليه تعبيره بـ«أحدكم»، أما المرأة فتضم بعضها لبعض؛ لأن المطلوب لها الستر.

3: حدیث میں مذکور ”وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ“ میں ”أَحَدُكُمْ“ کا لفظ بذاتِ خود مردوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ”تم میں سے کوئی مرد“ کیوں کہ خطاب ہی مردوں کو ہو رہا ہے جیسا کہ فیض القدیر کی عبارت میں مذکور ہے۔

4: ما قبل میں مذکور متعدد دلائل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عورت سِمٹ کر، دَب کر سجدہ کرے گی اور پیٹ اور

سینے کو رانوں سے ملائے گی، تو اگر سنن ابی داود کی حدیث میں مذکور ''وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ'' کا حکم عورتوں کے لیے بھی تسلیم کر لیں تو ان تمام دلائل کے مابین تعارض اور ٹکراؤ پیدا ہو گا جو کہ درست نہیں، اس لیے اس حدیث کے ایسے معنی بیان کرنا دین کی خدمت نہیں ہو سکتی جو دیگر احادیث کے خلاف ہو۔

5: سنن ابی داود کی حدیث شریف میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو رہا ہو کہ یہ حدیث خواتین کے لیے بھی ہے، اس لیے جس حدیث میں عورتوں کے سجدے کی وضاحت نہ ہو اس سے اس معاملے میں استدلال کیسے درست ہے؟؟ جبکہ اس کے برعکس متعدد روایات سے یہ ثابت ہے کہ یہ سجدے کا حکم بھی ان احکام میں سے ہے جن میں مردوں اور عورتوں کا باہمی فرق ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مرد اور عورت کی نماز میں فرق کا ثبوت از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم، خواتین کا طریقہ نماز از حضرت مفتی عبد الرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
24 صفر 1441ھ/24 اکتوبر 2019

سجدے میں زمین پر بازو بچھانے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

مرد کے لیے نماز کے سجدے میں بازو زمین پر بچھانے کا حکم:

مرد کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ نماز کے سجدے میں اپنے بازو اور کہنیاں زمین پر نہ بچھائے، بلکہ زمین سے الگ رکھے اور اٹھائے رکھے، کیوں کہ حدیث شریف میں سجدے کی حالت میں مرد کے لیے اپنے بازوؤں اور کہنیوں کو زمین پر بچھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ’’سنن ابی داود‘‘ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’تم میں سے کوئی بھی شخص سجدے میں اپنے بازوؤں کو کتے کی طرح زمین پر نہ پھیلائے۔‘‘

٨٩٧: عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ».

اس حدیث کی مزید تفصیل آگے ذکر ہو گی ان شاء اللہ۔ واضح رہے کہ اسی حدیث کی وجہ سے حضرات فقہاء کرام نے کسی عذر کے بغیر سجدے کی حالت میں مرد کے لیے بازو زمین پر بچھانے کو مکروہِ تحریمی اور ناجائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ’’رد المحتار‘‘ میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَافْتِرَاشُ الرَّجُلِ ذِرَاعَيْهِ إلَخْ) أَيْ بَسْطُهُمَا فِي حَالَةِ السُّجُودِ، وَقَيَّدَ بِالرَّجُلِ؛ اتِّبَاعًا لِلْحَدِيثِ الْمَارِّ آنِفًا، وَلِأَنَّ الْمَرْأَةَ تَفْتَرِشُ. قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: قِيلَ: وَإِنَّمَا نَهَى عَنْ ذَلِكَ؛ لِأَنَّهَا صِفَةُ الْكَسْلَانِ وَالتَّهَاوُنُ بِحَالِهِ مَعَ مَا فِيهِ مِنَ التَّشَبُّهِ بِالسِّبَاعِ وَالْكِلَابِ. وَالظَّاهِرُ أَنَّهَا تَحْرِيمِيَّةٌ؛ لِلنَّهْيِ الْمَذْكُورِ مِنْ غَيْرِ صَارِفٍ. اهـ. (بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يُكْرَهُ فِيهَا)

عورت کے لیے نماز کے سجدے میں بازو زمین پر بچھانے کا حکم:

عورت کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ نماز کے سجدے میں اپنے بازوؤں اور کہنیوں کو زمین پر بچھائیں گی اور دب کر سمٹ کر سجدہ کریں گی۔ عورت کے لیے یہ حکم متعدد روایات سے ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضور اقدس ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز ادا کر رہی تھیں، تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: ’’جب تم سجدہ کرو تو جسم کا بعض حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ تم اس معاملے میں مردوں کی طرح

نہیں ہو۔"

● مراسیل ابی داود میں ہے:

٨٧: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ غَيْلَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى امْرَأَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ: «إِذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ إِلَى الْأَرْضِ؛ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَتْ فِي ذَلِكَ كَالرَّجُلِ».

اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ مرد اور عورت کے سجدے میں فرق ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ عورت سجدے کی حالت میں اپنے بازوؤں اور کہنیوں کو زمین سے ملائے گی۔ واضح رہے کہ یہ حدیث معتبر ہے، دیکھیے اِعلاء السنن۔

2۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جب عورت سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملالے جو اس کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتا ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اس عورت کو بخش دیا ہے۔"

● الکامل لابن عدی میں ہے:

٣٩٩: عن مجاهد عن عبد الله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: «إذا جلست المرأة في الصلاة وضعت فخذها على فخذها الأخرى، وإذا سجدت ألصقت بطنها في فخذها كأستر ما يكون لها؛ فان الله ينظر إليها ويقول: يا ملائكتي، أشهدكم أني قد غفرت لها».

اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ مرد اور عورت کے سجدے میں فرق ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورت دب کر اور سمٹ کر سجدہ کرے گی۔ تیسری اصولی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورت کے لیے سجدے بلکہ پوری نماز میں وہی طریقہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ جو اس کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔ اس سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ عورت سجدے میں اپنے بازوؤں اور کہنیوں کو زمین سے ملائے گی اور دب کر سجدہ کرے گی کہ یہی اس کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہے۔

یہ حدیث "السنن الکبریٰ للبیہقی" میں بھی ہے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث بھی معتبر اور قابلِ استدلال ہے، خصوصًا جب اس کے متعدد شواہد بھی ہیں جن کی وجہ سے اس کو مزید تقویت مل جاتی ہے، اس لیے اس کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ جہاں تک اس کے راوی ابو مطیع رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے تو وہ معتبر راوی ہے، دیکھیے: اعلاء السنن۔

3۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جب عورت سجدہ کرے تو سِمٹ کر اور دب کر کرے اور رانوں کو (پیٹ اور سینے کے ساتھ) مِلا لے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٧٩٣- حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ صراحت بھی زیرِ نظر مسئلہ واضح کر دیتی ہے۔

4۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عورت کی نماز سے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ: سمٹ کر، سکڑ کر اور دب کر نماز ادا کرے گی۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

2794: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَلَاةِ الْمَرْأَةِ، فَقَالَ: تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِزُ.

5۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: عورت جب سجدہ کرے گی تو رانوں کو ملا کر پیٹ کو ان پر رکھے گی۔

6۔ امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: عورت جب سجدہ کرے گی تو پیٹ کو رانوں سے ملائے گی اور مرد کی طرح سرین نہیں اٹھائے گی۔

7۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ سجدے میں اپنے بازو اور پیٹ رانوں پر رکھے گی، اور اعضا کو کھلا اور جدا نہیں رکھے گی تاکہ سرین اوپر کو نہ اُٹھ جائے۔

8۔امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عورت کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ سجدے میں اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر رکھے گی، اور اعضا کو کھلا اور جدا نہیں رکھے گی تاکہ سرین اوپر کو نہ اُٹھ جائے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٧٩٥: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا وَلْتَضَعْ بَطْنَهَا عَلَيْهِمَا.

٢٧٩٨: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَان، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَلْزَقْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا، وَلا تَرْفَعْ عَجِيزَتَهَا، وَلا تُجَافِي كَمَا يُجَافِي الرَّجُلُ.

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٥٠٧١: عبد الرزاق عن معمر والثوري عن منصور، عن إبراهيم قال: كانت تؤمر المرأة أن تضع ذراعها وبطنها على فخذيها إذا سجدت، ولا تتجافى كما يتجافى الرجل لكي لا ترفع عجيزتها.

- السنن الکبری للبیہقی میں ہے:

٣٠٧: قَالَ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ: كَانَتِ الْمَرْأَةُ تُؤْمَرُ إِذَا سَجَدَتْ أَنْ تَلْزَقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَيْ لَا تَرْتَفِع عَجِيزَتُهَا، وَلَا تُجَافِي كَمَا يُجَافِي الرَّجُلُ.

9۔امام مجاہد تابعی رحمہ اللہ یہ بات مکروہ سمجھتے تھے کہ مرد عورت کی طرح سجدے میں پیٹ کو رانوں پر رکھے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٧٩٦- حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ: أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ بَطْنَهُ عَلَى فَخِذَيْهِ إِذَا سَجَدَ كَمَا تَصْنَعُ الْمَرْأَةُ.

10۔امام حسن بصری تابعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: عورت سجدے میں سمٹ کر اور دب کر رہے گی۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٧٩٧: حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: الْمَرْأَةُ تَضْطَمُّ فِي السُّجُودِ.

11۔امام عطاء تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب عورت سجدہ کرے گی تو ہاتھوں کو اپنے ساتھ مِلالے گی، پیٹ اور سینے کو رانوں کے ساتھ ملالے گی اور ممکنہ حد تک اپنے آپ کو سمیٹے گی۔

- مصنف عبدالرزاق میں ہے:

٥٠٦٩: عبد الرزاق عن ابن جريج، عن عطاء قال: تجتمع المراة إذا ركعت ترفع يديها إلى بطنها وتجتمع ما استطاعت، فإذا سجدت فلتضم يديها إليها وتضم بطنها وصدرها إلى فخذيها وتجتمع ما استطاعت.

12۔امام حسن بصری تابعی اور امام قتادہ تابعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ: جب عورت سجدہ کرے گی تو ممکنہ حد تک اپنے اعضا کو (باہم اور زمین کے ساتھ) ملا کر رکھے گی، اور انھیں کھلا اور جدا نہیں رکھے گی تاکہ سرین اوپر کو نہ اُٹھ جائے۔

- مصنف عبدالرزاق میں ہے:

٥٠٦٨: عبد الرزاق عن معمر، عن الحسن وقتادة قالا: إذا سجدت المرأة فإنها تنضم ما استطاعت ولا تتجافى لكي لا ترفع عجيزتها.

مذکورہ روایات کا حاصل:

مذکورہ روایات سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

1۔ مرد اور عورت کے سجدے کا طریقہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

2۔ عورت کے لیے سجدے بلکہ پوری نماز میں وہی طریقہ سنت اور بہتر ہے جس میں اس کے ستر اور پردے کی رعایت زیادہ ہو۔

3۔ عورت دب کر، سکڑ کر اور سمٹ کر سجدہ کرے گی کہ پیٹ رانوں سے مل جائے، اور بازو اور کہنیاں زمین سے مل جائیں کیوں کہ یہی اس کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہے۔

”سنن ابی داود“ کی مذکورہ حدیث صرف مردوں کے لیے ہے!

واضح رہے کہ زیرِ نظر تحریر کے آغاز میں ”سنن ابی داود“ کی جو روایت ذکر ہوئی، جس میں سجدے کی حالت میں اپنے بازوؤں اور کہنیوں کو زمین پر پھیلانے کی ممانعت مذکور تھی، تو واضح رہے کہ وہ حدیث صرف مردوں کے لیے ہے، جہاں تک خواتین کا تعلق ہے تو یہ ممانعت ان کے لیے نہیں ہے، بلکہ ان کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے بازوؤں اور کہنیوں کو زمین پر بچھائیں گی اور دب کر سمٹ کر سجدہ کریں گی۔ ذیل میں اس فرق کے دلائل اور وجوہات ذکر کی جاتی ہیں تاکہ ”سنن ابی داود“ کی مذکورہ حدیث کا صحیح مطلب واضح ہو جائے اور غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے:

1۔ ”صحیح مسلم“ میں بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہے جس میں واضح طور پر ”يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ“ کا لفظ آیا ہے اور ”الرَّجُلُ“ عربی میں مرد ہی کو کہتے ہیں کہ مرد اپنے بازو سجدے میں نہ بچھائے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

١١٣٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ -يَعْنِي الأَحْمَرَ- عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، ح: قَالَ: وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ -وَاللَّفْظُ لَهُ- قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةَ بِـ«الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ»، وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ جَالِسًا، وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ، وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى، وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهَى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ، وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ.

”صحیح مسلم“ کی مذکورہ حدیث کے الفاظ سے ”سنن ابی داود“ کی حدیث کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے اور اس میں عورتیں شامل نہیں۔

2۔ ”سنن ابی داود“ کی حدیث میں مذکور ”وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ“ میں ”أَحَدُكُمْ“ کا لفظ بذاتِ خود

مردوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ: ''تم میں سے کوئی شخص''، کیوں کہ یہ خطاب مردوں ہی کو ہو رہا ہے جیسا کہ امت کے عظیم محدث علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ ''فیض القدیر'' میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں خطاب صرف مردوں کے لیے ہے، جیسا کہ ''أَحَدُكُمْ'' کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے، اور جہاں تک عورتوں کا حکم ہے تو وہ دب کر اور سمٹ کر سجدہ کرے گی کیونکہ یہی ان کے لیے ستر کا باعث ہے۔

- فيض القدير:

(إذا سجد أحدكم فليعتدل) أي فليتوسط بين الافتراش والقبض في السجود بوضع كفيه على الأرض ورفع ذراعيه وجنبيه عنها؛ لأنه أمكن وأشد اعتناء بالصلاة، وفيه أنه يندب أن يجافي بطنه ومرفقيه عن فخذيه وجنبيه، لكن الخطاب للرجال كما دل عليه تعبيره بـ«أحدكم»، أما المرأة فتضم بعضها لبعض؛ لأن المطلوب لها الستر.

3۔ ما قبل میں مذکور متعدد دلائل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عورت سِمٹ کر، دَب کر سجدہ کرے گی اور پیٹ اور سینے کو رانوں سے ملائے گی، اور بازوؤں اور کہنیوں کو زمین سے ملائے گی، تو اگر ''سنن ابی داود'' کی مذکورہ حدیث میں مذکور ''وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ'' کا حکم عورتوں کے لیے بھی تسلیم کر لیں تو ان تمام روایات اور دلائل کے مابین تعارض اور ٹکراؤ پیدا ہو گا جو کہ درست نہیں، اس لیے اس حدیث کے ایسے معنی بیان کرنا دین کی خدمت نہیں ہو سکتی جو دیگر احادیث کے خلاف ہو۔ گویا کہ ما قبل میں جو عورت کے سجدے کے طریقے سے متعلق متعدد روایات ذکر ہوئیں اُن کا بھی تقاضا یہی ہے کہ ''سنن ابی داود'' کی مذکورہ حدیث صرف مردوں ہی کے لیے ہو، کیوں کہ عورتوں کے لیے تو بازوؤں اور کہنیوں کو زمین پر بچھانے کا حکم ہے اور یہی ان کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہے۔

4۔ ''سنن ابی داود'' کی حدیث شریف میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو رہا ہو کہ یہ حدیث خواتین کے لیے بھی ہے، جبکہ ''صحیح مسلم'' کی صراحت سے اس حدیث کا مردوں کے ساتھ خاص ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ اس لیے ''سنن ابی داود'' کی حدیث کے حکم میں خواتین کو بھی شامل کرنا واضح طور پر غلطی ہے کہ

یہ ''صحیح مسلم''کی مذکورہ حدیث کے بھی خلاف ہے اور ماقبل میں مذکور متعدد دلائل اور روایات کے بھی خلاف ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ''سنن ابی داود''کی مذکورہ حدیث صرف مردوں کے لیے ہے، جبکہ خواتین کا حکم اس سے مختلف اور اس کے برعکس ہے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
23 جُمادیٰ الثانیہ 1443ھ/ 27 جنوری 2022

سجدے کی تسبیح کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز کے سجدے میں تسبیح پڑھنے کا حکم:

1۔ نماز کے سجدے میں تسبیح یعنی ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى'' پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ یہ حکم امام، مقتدی اور منفرد اور اسی طرح مرد اور عورت سبھی کے لیے ہے۔

2۔ واضح رہے کہ سجدے میں مذکورہ تسبیح کم از کم تین مرتبہ پڑھنا سنت ہے، یہ اس کی ادنی مقدار ہے۔ اس لیے تین سے کم مقدار میں پڑھنا بہتر اور مناسب نہیں ہے کیوں کہ اس کو مکروہ قرار دیا گیا ہے، البتہ تین سے زیادہ بار پڑھنا مستحب ہے جس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں، البتہ طاق مقدار میں پڑھنا بہتر ہے جیسے پانچ، سات، نو اور گیارہ وغیرہ۔ جبکہ امام کے لیے مقتدیوں کی رعایت میں یہی مناسب ہے کہ وہ زیادہ تعداد میں نہ پڑھے۔

3۔ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ سجدے میں کم از کم تین بار تسبیح یعنی ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى'' پڑھنا سنت ہے۔ اس لیے اس کا اہتمام ہونا چاہیے، البتہ اگر کسی نے سجدے میں تسبیح نہیں پڑھی تو نماز تو درست ہو جائے گی اور اس پر سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوگا، لیکن جان بوجھ کر ایسا کرنا خلافِ سنت اور بُرا ہے جس کی وجہ سے نماز کے ثواب میں بھی کمی آجاتی ہے۔

4۔ اگر مقتدی نے سجدے میں تین بار تسبیح مکمل نہیں کی تھی کہ اس سے پہلے ہی امام نے سجدے سے سر اٹھالیا تو ایسی صورت میں مقتدی کو چاہیے کہ اس نے جتنی بار تسبیح پڑھی ہو اسی پر اکتفا کرے اور امام کی پیروی کرتے ہوئے سجدے سے اٹھ جائے کیوں کہ تین بار تسبیح مکمل کرنا سنت ہے جبکہ امام کی پیروی واجب ہے اور واجب پر عمل سنت سے زیادہ اہم ہے۔ واضح رہے کہ یہی حکم رکوع کا بھی ہے۔

حدیث اور فقہی عبارت

- سنن الترمذي:

٢٦٢- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ

النَّبِيِّ ﷺ، فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ العَظِيمِ»، وَفِي سُجُودِهِ، «سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى»، وَمَا أَتَى عَلَى آيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ وَسَأَلَ، وَمَا أَتَى عَلَى آيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ وَتَعَوَّذَ.

وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

- سنن أبي داود:

٨٨٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ الأَهْوَازِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ وَأَبُو دَاوُدَ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يَزِيدَ الْهُذَلِيِّ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، وَذَلِكَ أَدْنَاهُ، وَإِذَا سَجَدَ فَلْيَقُلْ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى ثَلَاثًا، وَذَلِكَ أَدْنَاهُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا مُرْسَلٌ، عَوْنٌ لَمْ يُدْرِكْ عَبْدَ اللهِ. (باب مِقْدَارِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)

- الدر المختار:

(ثُمَّ) كَمَا فَرَغَ (يُكَبِّرُ) مَعَ الِانْحِطَاطِ (لِلرُّكُوعِ .... وَيُسَبِّحُ فِيهِ) وَأَقَلُّهُ (ثَلَاثًا) فَلَوْ تَرَكَهُ أَوْ نَقَصَهُ كُرِهَ تَنْزِيهًا .... (لَوْ رَفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ) مِنَ الرُّكُوعِ أَوِ السُّجُودِ (قَبْلَ أَنْ يُتِمَّ الْمَأْمُومُ التَّسْبِيحَاتِ) الثَّلَاثَ (وَجَبَ مُتَابَعَتُهُ) ..... (ثُمَّ يُكَبِّرُ) مَعَ الْخُرُورِ (وَيَسْجُدُ وَاضِعًا رُكْبَتَيْهِ) أَوَّلًا؛ لِقُرْبِهِمَا مِنَ الْأَرْضِ (ثُمَّ يَدَيْهِ) إِلَّا لِعُذْرٍ (ثُمَّ وَجْهَهُ) ..... (وَيُسَبِّحُ فِيهِ ثَلَاثًا) كَمَا مَرَّ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَأَقَلُّهُ ثَلَاثًا) ..... (قَوْلُهُ: كُرِهَ تَنْزِيهًا) أَيْ بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْأَمْرَ بِالتَّسْبِيحِ لِلِاسْتِحْبَابِ، «بَحْرٌ»، وَفِي «الْمِعْرَاجِ»: وَقَالَ أَبُو مُطِيعٍ الْبَلْخِيّ تِلْمِيذُ أَبِي حَنِيفَةَ: إِنَّ الثَّلَاثَ فَرْضٌ. وَعِنْدَ أَحْمَدَ: يَجِبُ مَرَّةً كَتَسْبِيحِ السُّجُودِ وَالتَّكْبِيرَاتِ وَالتَّسْمِيعِ وَالدُّعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، فَلَوْ تَرَكَهُ عَمْدًا بَطَلَتْ، وَلَوْ سَهْوًا لَا. وَفِي «الْقُهُسْتَانِيِّ»: وَقِيلَ: يَجِبُ. اهـ. وَهَذَا قَوْلٌ ثَالِثٌ عِنْدَنَا، وَذَكَرَ فِي «الْحَلْبَةِ» أَنَّ الْأَمْرَ بِهِ وَالْمُوَاظَبَةَ عَلَيْهِ مُتَظَافِرَانِ عَلَى الْوُجُوبِ، فَيَنْبَغِي لُزُومُ سُجُودِ السَّهْوِ أَوِ الْإِعَادَةِ لَوْ تَرَكَهُ سَاهِيًا أَوْ عَامِدًا، وَوَافَقَهُ عَلَى هَذَا الْبَحْثِ الْعَلَّامَةُ إِبْرَاهِيمُ الْحَلَبِيُّ فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ» أَيْضًا. وَأَجَابَ فِي «الْبَحْرِ» بِأَنَّهُ -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- لَمْ يَذْكُرْهُ لِلْأَعْرَابِيِّ حِينَ

عَلَّمَهُ، فَهَذَا صَارِفٌ لِلْأَمْرِ عَنِ الْوُجُوبِ، لَكِنِ اسْتَشْعَرَ فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ» وُرُودَ هَذَا، فَأَجَابَ عَنْهُ بِقَوْلِهِ: وَلِقَائِلٍ أَنْ يَقُولَ: إِنَّمَا يَلْزَمُ ذَلِكَ أَنْ لَوْ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّلَاةِ وَاجِبٌ خَارِجٌ عَمَّا عَلَّمَهُ الْأَعْرَابِيُّ وَلَيْسَ كَذَلِكَ، بَلْ تَعْيِينُ الْفَاتِحَةِ وَضَمِّ السُّورَةِ أَوْ ثَلَاثِ آيَاتٍ لَيْسَ مِمَّا عَلَّمَهُ لِلْأَعْرَابِيِّ، بَلْ ثَبَتَ بِدَلِيلٍ آخَرَ فَلِمَ لَا يَكُونُ هَذَا كَذَلِكَ؟ اهـ. وَالْحَاصِلُ: أَنَّ فِي تَثْلِيثِ التَّسْبِيحِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ ثَلَاثَةَ أَقْوَالٍ عِنْدَنَا، أَرْجَحُهَا مِنْ حَيْثُ الدَّلِيلُ الْوُجُوبُ تَخْرِيجًا عَلَى الْقَوَاعِدِ الْمَذْهَبِيَّةِ، فَيَنْبَغِي اعْتِمَادُهُ كَمَا اعْتَمَدَ ابْنُ الْهُمَامِ وَمَنْ تَبِعَهُ رِوَايَةَ وُجُوبِ الْقَوْمَةِ وَالْجِلْسَةِ وَالطُّمَأْنِينَةِ فِيهِمَا كَمَا مَرَّ. وَأَمَّا مِنْ حَيْثُ الرِّوَايَةُ فَالْأَرْجَحُ السُّنِّيَّةُ؛ لِأَنَّهَا الْمُصَرَّحُ بِهَا فِي مَشَاهِيرِ الْكُتُبِ، وَصَرَّحُوا بِأَنَّهُ يُكْرَهُ أَنْ يُنْقِصَ عَنِ الثَّلَاثِ، وَأَنَّ الزِّيَادَةَ مُسْتَحَبَّةٌ بَعْدَ أَنْ يَخْتِمَ عَلَى وِتْرٍ خَمْسٍ أَوْ سَبْعٍ أَوْ تِسْعٍ مَا لَمْ يَكُنْ إِمَامًا فَلَا يُطَوِّلُ، وَقَدَّمْنَا فِي سُنَنِ الصَّلَاةِ عَنْ «أُصُولِ أَبِي الْيُسْرِ» أَنَّ حُكْمَ السُّنَّةِ أَنْ يُنْدَبَ إِلَى تَحْصِيلِهَا، وَيُلَامَ عَلَى تَرْكِهَا مَعَ حُصُولِ إِثْمٍ يَسِيرٍ، وَهَذَا يُفِيدُ أَنَّ كَرَاهَةَ تَرْكِهَا فَوْقَ التَّنْزِيهِ وَتَحْتَ الْمَكْرُوهِ تَحْرِيمًا. وَبِهَذَا يَضْعُفُ قَوْلُ «الْبَحْرِ»: إِنَّ الْكَرَاهَةَ هُنَا لِلتَّنْزِيهِ؛ لِأَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ وَإِنْ تَبِعَهُ الشَّارِحُ وَغَيْرُهُ فَتَدَبَّرْ.

[تَنْبِيهٌ]: السُّنَّةُ فِي تَسْبِيحِ الرُّكُوعِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»، إِلَّا إِنْ كَانَ لَا يُحْسِنُ الظَّاءَ فَيُبَدِّلُ بِهِ «الْكَرِيمَ»؛ لِئَلَّا يَجْرِيَ عَلَى لِسَانِهِ الْعَزِيمُ فَتَفْسُدُ بِهِ الصَّلَاةُ، كَذَا فِي «شَرْحِ دُرَرِ الْبِحَارِ»، فَلْيُحْفَظْ فَإِنَّ الْعَامَّةَ عَنْهُ غَافِلُونَ حَيْثُ يَأْتُونَ بَدَلَ الظَّاءِ بِزَايٍ مُفَخَّمَةٍ. ..... إلخ.

(قَوْلُهُ: كَمَا مَرَّ) أَيْ نَظِيرُ مَا مَرَّ فِي تَسْبِيحِ الرُّكُوعِ مِنْ أَقَلّه ثَلَاثٌ، وَأَنَّهُ لَوْ تَرَكَهُ أَوْ نَقَصَهُ كُرِهَ تَنْزِيهًا، وَقَدَّمْنَا الْخِلَافَ فِي ذَلِكَ. (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- رد المحتار علی الدر المختار:

(قَوْلُهُ: لَا يُوجِبُ فَسَادًا وَلَا سَهْوًا) أَيْ بِخِلَافِ تَرْكِ الْفَرْضِ فَإِنَّهُ يُوجِبُ الْفَسَادَ، وَتَرْكُ الْوَاجِبِ فَإِنَّهُ يُوجِبُ سُجُودَ السَّهْوِ. (قَوْلُهُ: لَوْ عَامِدًا غَيْرَ مُسْتَخِفٍّ) فَلَوْ غَيْرَ عَامِدٍ فَلَا إِسَاءَةَ أَيْضًا بَلْ تُنْدَبُ إِعَادَةُ الصَّلَاةِ كَمَا قَدَّمْنَاهُ فِي أَوَّلِ بَحْثِ الْوَاجِبَاتِ، وَلَوْ مُسْتَخِفًّا

كَفَرَ؛ لِمَا فِي «النَّهْرِ» عَنِ «الْبَزَّازِيَّةِ»: لَوْ لَمْ يَرَ السُّنَّةَ حَقًّا كَفَرَ؛ لِأَنَّهُ اسْتِخْفَافٌ. اهـ. وَوَجْهُهُ أَنَّ السُّنَّةَ أَحَدُ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْمُتَّفَقِ عَلَى مَشْرُوعِيَّتِهَا عِنْدَ عُلَمَاءِ الدِّينِ، فَإِذَا أَنْكَرَ ذَلِكَ وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا ثَابِتًا وَمُعْتَبَرًا ثَابِتًا فِي الدِّينِ يَكُونُ قَدْ اسْتَخَفَّ بِهَا وَاسْتَهَانَهَا وَذَلِكَ كُفْرٌ، تَأَمَّلْ.

مَطْلَبٌ فِي قَوْلِهِم: الْإِسَاءَةُ دُونَ الْكَرَاهَةِ:

(قَوْلُهُ: وَقَالُوا إلَخْ) نَصَّ عَلَى ذَلِكَ فِي «التَّحْقِيقِ» وَفِي «التَّقْرِيرِ الْأَكْمَلِيِّ» مِنْ كُتُبِ الْأُصُولِ، لَكِنْ صَرَّحَ ابْنُ نُجَيمٍ فِي «شَرْحِ الْمَنَارِ» بِأَنَّ الْإِسَاءَةَ أَفْحَشُ مِنَ الْكَرَاهَةِ، وَهُوَ الْمُنَاسِبُ هُنَا لِقَوْلِ «التَّحْرِيرِ»: وَتَارِكُهَا يَسْتَوْجِبُ إسَاءَةً: أَيْ التَّضْلِيلَ وَاللَّوْمَ. وَفِي «التَّلْوِيحِ»: تَرْكُ السُّنَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ قَرِيبٌ مِنَ الْحَرَامِ، وَقَدْ يُوَفَّقُ بِأَنَّ مُرَادَهُمْ بِالْكَرَاهَةِ التَّحْرِيمِيَّةُ، وَالْمُرَادُ بِهَا فِي «شَرْحِ الْمَنَارِ» التَّنْزِيهِيَّةُ، فَهِيَ دُونَ الْمَكْرُوهِ تَحْرِيمًا وَفَوْقَ الْمَكْرُوهِ تَنْزِيهًا، وَيَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ مَا فِي «النَّهْرِ» عَنِ «الْكَشْفِ الْكَبِيرِ» مَعْزِيًّا إلَى «أُصُولِ أَبِي الْيُسْرِ»: حُكْمُ السُّنَّةِ أَنْ يُنْدَبَ إلَى تَحْصِيلِهَا وَيُلَامَ عَلَى تَرْكِهَا مَعَ لُحُوقِ إثْمٍ يَسِيرٍ اهـ. وَعَنْ هَذَا قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: إنَّ الظَّاهِرَ مِنْ كَلَامِهِمْ أَنَّ الْإِثْمَ مَنُوطٌ بِتَرْكِ الْوَاجِبِ أَوِ السُّنَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ؛ لِتَصْرِيحِهِمْ بِإِثْمِ مَنْ تَرَكَ سُنَنَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلَى الصَّحِيحِ، وَتَصْرِيحُهُمْ بِإِثْمِ مَنْ تَرَكَ الْجَمَاعَةَ مَعَ أَنَّهَا سُنَّةٌ عَلَى الصَّحِيحِ. وَلَا شَكَّ أَنَّ الْإِثْمَ بَعْضُهُ أَشَدُّ مِنْ بَعْضٍ فَالْإِثْمُ لِتَارِكِ السُّنَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ أَخَفُّ مِنْهُ لِتَارِكِ الْوَاجِبِ اهـ. مُلَخَّصًا. وَظَاهِرُهُ حُصُولُ الْإِثْمِ بِالتَّرْكِ مَرَّةً، وَيُخَالِفُهُ مَا فِي «شَرْحِ التَّحْرِيرِ» أَنَّ الْمُرَادَ التَّرْكُ بِلَا عُذْرٍ عَلَى سَبِيلِ الْإِصْرَارِ، وَكَذَا مَا يَأْتِي قَرِيبًا عَنِ «الْخُلَاصَةِ»، وَكَذَا مَا مَرَّ مِنْ سُنَنِ الْوُضُوءِ مِنْ أَنَّهُ لَوِ اكْتَفَى بِالْغُسْلِ مَرَّةً، إنِ اعْتَادَهُ أَثِمَ، وَإِلَّا لَا، وَكَذَا مَا فِي «شَرْحِ الْكَيْدَانِيَّةِ» عَن «الْكَشْفِ». وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِي الْمِصْرَيْنِ عَلَى تَرْكِ السُّنَّةِ بِالْقِتَالِ وَأَبُو يُوسُفَ بِالتَّأْدِيبِ اهـ. فَيَتَعَيَّنُ حَمْلُ التَّرْكِ فِيمَا مَرَّ عَن «الْبَحْرِ» عَلَى التَّرْكِ عَلَى سَبِيلِ الْإِصْرَارِ تَوْفِيقًا بَيْنَ كَلَامِهِمْ. (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

- الموسوعة الفقهية الكويتية:

تَدَارُكُ سُنَنِ الصَّلَاةِ:

السُّنَنُ لَا تَبْطُل الصَّلَاةُ بِتَرْكِهَا وَلَوْ عَمْدًا، وَلَا تَجِبُ الإِعَادَةُ، وَإِنَّمَا حُكْمُ تَرْكِهَا كَرَاهَةُ التَّنْزِيهِ، كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْحَنَفِيَّةُ. (تدارك)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
16 جُمادیٰ الثانیہ 1443ھ/ 20 جنوری 2022

دو سجدوں کے درمیان جلسہ کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

دو سجدوں کے درمیان جلسہ کرنے کا حکم:

نماز میں دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جَلسہ کہتے ہیں، یہ واجب ہے۔

وضاحت: جلسہ میں بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کہتے ہوئے سجدے سے سر اُٹھائے اور جلسہ میں بیٹھتے ہی تکبیر ختم کردے۔ جلسہ میں دوزانوں ہو کر بیٹھے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرکے اس کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف کرلے، اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے۔ دونوں ہاتھ رانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں گھٹنوں کے کنارے تک پہنچ جائیں۔ انگلیاں اپنی حالت پر رکھے کہ نہ تو بند کرے اور نہ ہی کھلی رکھے، اور نظر اپنی گود کی طرف رکھے۔

اطمینان سے جلسہ کرنے کا حکم:

واضح رہے کہ جس طرح دو سجدوں کے درمیان جلسہ کرنا واجب ہے، اسی طرح اس جلسہ کو اس قدر اطمینان سے ادا کرنا بھی واجب ہے کہ جسم کے اعضا اپنی جگہ پُر سکون ہوجائیں، جس کی مقدار ایک تسبیح (یعنی سبحان اللہ یا سبحان ربّی الاعلیٰ) کے برابر ہے، اس کو تعدیلِ ارکان کہتے ہیں۔ اس لیے جلسہ خوب اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنا چاہیے، اس میں جلدی ہر گز نہیں کرنی چاہیے۔ بعض لوگ جان بوجھ کر پہلے سجدے سے سر اُٹھاتے ہی دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں اور اطمینان سے جلسہ نہیں کرتے تو یاد رہے کہ یہ گناہ ہے اور ایسے لوگوں کے ذمّے یہ نماز دوبارہ ادا کرنا واجب ہے کیوں کہ نماز میں جان بوجھ کر کوئی واجب ترک کرنے کا یہی حکم ہے، البتہ اگر ایسا کام بھول کر کیا ہو یعنی بھول کر تعدیلِ ارکان چھوڑا ہو تو ایسی صورت میں نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔ (ردالمحتار)

حدیث اور فقہی عبارت

- صحيح البخاري:

٧٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّ وَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، فَرَجَعَ يُصَلِّي كَمَا صَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» ثَلَاثًا، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ، فَعَلِّمْنِي، فَقَالَ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا». (بَاب إِيجَابِ التَّكْبِيرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ)

- صحيح البخاري:

٨٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ، فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ فَنَهَانِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ: إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتَثْنِيَ الْيُسْرَى. فَقُلْتُ: إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِي.
(باب سُنَّةِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُّدِ)

- الدر المختار:

(وَيَجْلِسُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ مُطْمَئِنًّا)؛ لِمَا مَرَّ، وَيَضَعُ يَدَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ كَالتَّشَهُّدِ، «مُنْيَةُ الْمُصَلِّي». (وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا ذِكْرٌ مَسْنُونٌ).

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا ذِكْرٌ مَسْنُونٌ) قَالَ أَبُو يُوسُفَ: سَأَلْت الْإِمَامَ أَيَقُولُ الرَّجُلُ إذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي؟ قَالَ: يَقُولُ: رَبَّنَا لَك الْحَمْدُ، وَسَكَتَ، وَلَقَدْ أَحْسَنَ فِي الْجَوَابِ؛ إذْ لَمْ يَنْهَ عَنِ الِاسْتِغْفَارِ، «نَهْرٌ» وَغَيْرُهُ. أَقُولُ: بَلْ فِيهِ إشَارَةٌ إلَى أَنَّهُ غَيْرُ مَكْرُوهٍ؛ إذْ لَوْ كَانَ مَكْرُوهًا لَنَهَى عَنْهُ كَمَا يَنْهَى عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَعَدَم كَوْنِهِ مَسْنُونًا لَا يُنَافِي الْجَوَازَ كَالتَّسْمِيَةِ بَيْنَ الْفَاتِحَةِ وَالسُّورَةِ، بَلْ يَنْبَغِي أَنْ يُنْدَبَ الدُّعَاءُ بِالْمَغْفِرَةِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ خُرُوجًا مِنْ خِلَافِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ لِإِبْطَالِهِ الصَّلَاةَ بِتَرْكِهِ عَامِدًا، وَلَمْ أَرَ مَنْ صَرَّحَ

بِذَلِكَ عِنْدَنَا، لَكِنْ صَرَّحُوا بِاسْتِحْبَابِ مُرَاعَاهُ الْخِلَافِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ. (باب صفة الصلاة)

- الدر المختار:

(وَتَعْدِيلُ الْأَرْكَانِ) أَيْ تَسْكِينُ الْجَوَارِحِ قَدْرَ تَسْبِيحَةٍ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَكَذَا فِي الرَّفْعِ مِنْهُمَا عَلَى مَا اخْتَارَهُ الْكَمَالُ،

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَتَعْدِيلُ الْأَرْكَانِ) هُوَ سُنَّةٌ عِنْدَهُمَا فِي تَخْرِيجِ الْجُرْجَانِيِّ، وَفِي تَخْرِيجِ الْكَرْخِيِّ وَاجِبٌ حَتَّى تَجِبَ سَجْدَتَا السَّهْوِ بِتَرْكِهِ، كَذَا فِي «الْهِدَايَةِ»، وَجَزَمَ بِالثَّانِي فِي «الْكَنْزِ» وَ«الْوِقَايَةِ» وَ«الْمُلْتَقَى»، وَهُوَ مُقْتَضَى الْأَدِلَّةِ كَمَا يَأْتِي. قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَبِهَذَا يُضَعَّفُ قَوْلُ الْجُرْجَانِيِّ. (قَوْلُهُ: وَكَذَا فِي الرَّفْعِ مِنْهُمَا) أَيْ يَجِبُ التَّعْدِيلُ أَيْضًا فِي الْقَوْمَةِ مِنَ الرُّكُوعِ وَالْجِلْسَةِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَتَضَمَّنَ كَلَامُهُ وُجُوبَ نَفْسِ الْقَوْمَةِ وَالْجِلْسَةِ أَيْضًا؛ لِأَنَّهُ يَلْزَمُ مِنْ وُجُوبِ التَّعْدِيلِ فِيهِمَا وُجُوبُهُمَا. (قَوْلُهُ: عَلَى مَا اخْتَارَهُ الْكَمَالُ) قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَمُقْتَضَى الدَّلِيلِ وُجُوبُ الطُّمَأْنِينَةِ فِي الْأَرْبَعَةِ أَيْ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَفِي الْقَوْمَةِ وَالْجِلْسَةِ، وَوُجُوبُ نَفْسِ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ وَالْجُلُوسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ؛ لِلْمُوَاظَبَةِ عَلَى ذَلِكَ كُلِّهِ، وَلِلْأَمْرِ فِي حَدِيثِ الْمُسِيءِ صَلَاتَهُ، وَلِمَا ذَكَرَهُ قَاضِي خَانْ مِنْ لُزُومِ سُجُودِ السَّهْوِ بِتَرْكِ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ سَاهِيًا، وَكَذَا فِي «الْمُحِيطِ»، فَيَكُونُ حُكْمُ الْجِلْسَةِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ كَذَلِكَ؛ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِيهِمَا وَاحِدٌ، وَالْقَوْلُ بِوُجُوبِ الْكُلِّ هُوَ مُخْتَارُ الْمُحَقِّقِ ابْنِ الْهُمَامِ وَتِلْمِيذِهِ ابْنِ أَمِيرِ الْحَاجِّ، حَتَّى قَالَ: إنَّهُ الصَّوَابُ، وَاللَّهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ. اهـ

مَطْلَبٌ: لَا يَنْبَغِي أَنْ يَعْدِلَ عَنِ الدِّرَايَةِ إذَا وَافَقَتْهَا رِوَايَةٌ:

وَقَالَ فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ»: وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَعْدِل عَنِ الدِّرَايَةِ أَيِ الدَّلِيلِ إذَا وَافَقَتْهَا رِوَايَةٌ عَلَى مَا تَقَدَّمَ عَنْ «فَتَاوَى قَاضِي خَانْ»، وَمِثْلُهُ مَا ذُكِرَ فِي «الْقُنْيَةِ» مِنْ قَوْلِهِ: وَقَدْ شَدَّدَ الْقَاضِي الصَّدْرُ فِي شَرْحِهِ فِي تَعْدِيلِ الْأَرْكَانِ جَمِيعِهَا تَشْدِيدًا بَلِيغًا فَقَالَ: وَإِكْمَالُ كُلِّ رُكْنٍ وَاجِبٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَالشَّافِعِيِّ: فَرِيضَةٌ، فَيَمْكُثُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَفِي الْقَوْمَةِ

بَيْنَهُمَا حَتَّى يَطْمَئِنَّ كُلُّ عُضْوٍ مِنْهُ، هَذَا هُوَ الْوَاجِبُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، حَتَّى لَوْ تَرَكَهَا أَوْ شَيْئًا مِنْهَا سَاهِيًا يَلْزَمُهُ السَّهْوُ وَلَوْ عَمْدًا يُكْرَهُ أَشَدَّ الْكَرَاهَةِ، وَيَلْزَمُهُ أَنْ يُعِيدَ الصَّلَاةَ، وَتَكُونَ مُعْتَبَرَةً فِي حَقِّ سُقُوطِ التَّرْتِيبِ وَنَحْوِهِ كَمَنْ طَافَ جُنُبًا تَلْزَمُهُ الْإِعَادَةُ، وَالْمُعْتَبَرُ هُوَ الْأَوَّلُ كَذَا هَذَا. اهـ. وَالْحَاصِلُ: أَنَّ الْأَصَحَّ رِوَايَةً وَدِرَايَةً وُجُوبُ تَعْدِيلِ الْأَرْكَانِ، وَأَمَّا الْقَوْمَةُ وَالْجَلْسَةُ وَتَعْدِيلُهُمَا فَالْمَشْهُورُ فِي الْمَذْهَبِ السُّنِّيَّةُ، وَرُوِيَ وُجُوبُهَا، وَهُوَ الْمُوَافِقُ لِلْأَدِلَّةِ، وَعَلَيْهِ الْكَمَالُ وَمَنْ بَعْدَهُ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ وَقَدْ عَلِمْت قَوْلَ تِلْمِيذِهِ: إِنَّهُ الصَّوَابُ.

(باب صفة الصلاة: واجبات الصلاة)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
17 جُمادی الثانیہ 1443ھ/21 جنوری 2022

سجدے سے اُٹھنے کا طریقہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز میں سجدے سے اُٹھنے کا طریقہ:

1۔ نماز کے سجدے سے اُٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پیشانی زمین سے اُٹھائے، پھر ناک، پھر ہاتھ اور پھر گھٹنے اُٹھائے اور اگلی رکعت کے لیے اُٹھتے ہوئے نہ بیٹھے اور نہ ہی بلاعذر ہاتھوں سے زمین کا سہارا لے، بلکہ اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سیدھے اُٹھ کھڑا ہو۔اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ ایسی صورت میں سجدے سے اٹھتے ہوئے تکبیر شروع کرے اور کھڑے ہوتے ہی ختم کردے۔

2۔اگر پہلے سجدے کے بعد جلسہ کرنا ہے یا دوسرے سجدے کے بعد قعدہ کرنا ہے یعنی بیٹھنا ہے تو ایسی صورت میں سجدے سے سر اٹھاتے ہی تکبیر شروع کرے اور بیٹھتے ہی ختم کردے، اور زمین سے پہلے پیشانی اٹھائے، پھر ناک اور پھر ہاتھ اُٹھائے۔

احادیث اور فقہی عبارات

- صحيح البخاري:

٧٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ، سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ -قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَلَكَ الْحَمْدُ- ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ. (بَاب التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ)

- عمدة القاري شرح صحيح البخاري:

فيه إثبات التكبير في كل خفض ورفع إلا في رفعه من الركوع يقول: سمع الله لمن حمده. وفيه في قوله: «ثم يكبر حين يركع» إلى آخره دليل على مقارنة التكبير لهذه الحركات وبسطه عليها فيبدأ بالتكبير حين يسرع في الانتقال إلى الركوع ويمده حتى يصل إلى حد الراكعين، ثم يشرع في تسبيح الركوع، ويبدأ بالتكبير حين يشرع في الهوى إلى السجود ويمده حتى يضع جبهته على

الأرض، ثم يشرع في تسبيح السجود. وفيه يبدأ في قوله: «سمع الله لمن حمده» حتى يشرع في الرفع من الركوع ويمده حتى ينتصب قائما .... وفيه أنه يشرع في التكبير للقيام من التشهد الأول ويمده حتى ينتصب قائما. (باب يهوي بالتكبير حين يسجد)

- صحيح ابن خزيمة:

١٧٥- بَابُ الْبَدْءِ بِرَفْعِ الْيَدَيْنِ مِنَ الأَرْضِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ عِنْدَ رَفْعِ الرَّأْسِ مِنَ السُّجُودِ.

٦٢٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ وَرَجَاءُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُذْرِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ إِذَا رَفَعَ.

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٣٩٩٩- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ.

٤٠٠٠- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدٍ، عَنْ يَزِيدِ بْنِ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ.

٤٠٠١- حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرِ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ.

٤٠٠٢- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُهُ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ.

٤٠٠٣- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ.

٤٠٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرِ عَنْ عِيسَى بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ: أَنَّ عُمَرَ وَعَلِيًّا وَأَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَانُوا يَنْهَضُونَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ أَقْدَامِهِمْ.

٤٠٠٥- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الثَّانِيَةَ قَامَ كَمَا هُوَ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ.

• الدر المختار:

(ثُمَّ يُكَبِّرُ) مَعَ الْخُرُورِ (وَيَسْجُدُ وَاضِعًا رُكْبَتَيْهِ) أَوَّلًا؛ لِقُرْبِهِمَا مِنَ الْأَرْضِ (ثُمَّ يَدَيْهِ) إلَّا لِعُذْرٍ (ثُمَّ وَجْهَهُ) مُقَدِّمًا أَنْفَهُ؛ لِمَا مَرَّ. .... (وَيَعْكِسُ نُهُوضَهُ).

• رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: مُقَدِّمًا أَنْفَهُ) أَيْ عَلَى جَبْهَتِهِ، وَقَوْلُهُ: «لِمَا مَرَّ» أَيْ لِقُرْبِهِ مِنَ الْأَرْضِ، وَمَا ذَكَرَهُ مَأْخُوذٌ مِنَ «الْبَحْرِ»، لَكِنْ فِي «الْبَدَائِعِ»: وَمِنْهَا أَيِ السُّنَنُ أَنْ يَضَعَ جَبْهَتَهُ ثُمَّ أَنْفَهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَنْفُهُ ثُمَّ جَبْهَتُهُ. اهـ. وَمِثْلُهُ فِي «التَّتَارْخَانِيَّة» وَ«الْمِعْرَاجِ» عَنْ «شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ»، وَمُقْتَضَاهُ اعْتِمَادُ تَقْدِيمِ الْجَبْهَةِ وَأَنَّ الْعَكْسَ قَوْلُ الْبَعْضِ، تَأَمَّلْ. ..... (قَوْلُهُ: وَيَعْكِسُ نُهُوضَهُ) أَيْ يَرْفَعُ فِي النُّهُوضِ مِنَ السَّجْدَةِ وَجْهَهُ أَوَّلًا ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ رُكْبَتَيْهِ. وَهَلْ يَرْفَعُ الْأَنْفَ قَبْلَ الْجَبْهَةِ: أَيْ عَلَى الْقَوْلِ بِأَنَّهُ يَضَعُهُ قَبْلَهَا؟ قَالَ فِي «الْحِلْيَةِ»: لَمْ أَقِفْ عَلَى صَرِيحٍ فِيهِ. (بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

• رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: مَعَ الِانْحِطَاطِ) أَفَادَ أَنَّ السُّنَّةَ كَوْنُ ابْتِدَاءِ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الْخُرُورِ وَانْتِهَائِهِ عِنْدَ اسْتِوَاءِ الظَّهْرِ، وَقِيلَ: إنَّهُ يُكَبِّرُ قَائِمًا، وَالْأَوَّلُ هُوَ الصَّحِيحُ، كَمَا فِي «الْمُضْمَرَاتِ»، وَتَمَامُهُ فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ».
(بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

• حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:

والسنة أن يكون ابتداء الذكر عند ابتداء الإنتقال، وانتهاؤه عند انتهائه، وإن خالف ترك السنة. قال في «الأشباه»: كل ذكر فات محله لا يؤتى به في غيره. (فصل في المكروهات)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
19 جُمادیٰ الثانیہ 1443ھ/23 جنوری 2022

نماز کے جلسہ اور قعدہ میں بیٹھنے کا سنت طریقہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

مردوں کے لیے نماز کے جلسہ اور قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ:

مرد کے لیے نماز کے جلسہ اور قعدہ میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دوزانوں ہو کر یوں بیٹھے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیوں کو موڑ کر ان کا رخ قبلے کی طرف کرلے، اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے۔ دونوں ہاتھ رانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں گھٹنوں کے کنارے تک پہنچ جائیں۔ انگلیاں اپنی حالت پر رکھے کہ نہ تو بند کرے اور نہ ہی کھلی رکھے، اور نظر اپنی گود کی طرف رکھے۔

فائدہ: دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ، جبکہ تشہد کے لیے بیٹھنے کو قعدہ کہتے ہیں۔

عورتوں کے لیے نماز کے جلسہ اور قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ:

عورت کے لیے نماز کے جلسہ اور قعدہ میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دوزانوں ہو کر یوں بیٹھے کہ دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر بائیں سُرین پر بیٹھ جائے، دائیں پنڈلی کو بائیں پنڈلی پر رکھے۔ دونوں ہاتھ رانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں گھٹنوں کے کنارے تک پہنچ جائیں۔ انگلیاں سیدھی ہوں، ملی ہوئی ہوں اور قبلہ رخ ہوں، اور نظر اپنی گود کی طرف رکھے۔

(نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ نماز کے جلسہ اور قعدہ میں بیٹھنے کے معاملے میں مرد اور عورت کا طریقہ مختلف ہے جو کہ معتبر روایات سے ثابت ہے، جیسا کہ آگے روایات اور عبارات ذکر کی جائیں گی ان شاء اللہ۔ اس فرق کی مزید تفصیل درج ذیل ہے۔

مرد اور عورت کی نماز میں اُصولی فرق:

شریعت نے عورت اور مرد کے مابین نماز کے معاملے میں واضح فرق رکھا ہے، جس کی وجہ سے متعدد مقامات میں عورت کی نماز مرد کی نماز سے مختلف ہے، مرد اور عورت کی نماز میں ایک اہم اور اصولی فرق یہ ہے کہ عورت چوں کہ نام ہی حیا اور پردے کا ہے اس لیے عورت کے لیے نماز میں وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو

عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو اور یہی طریقہ اللہ تعالی کو پسند ہے اور بعض احادیث سے اس اصولی فرق کا واضح ثبوت بھی ملتا ہے، جیسا کہ ''الکامل لابن عدی'' میں حدیث ہے کہ:

۳۹۹: عن مجاهد عن عبد الله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: «إذا جلست المرأة في الصلاة وضعت فخذها على فخذها الأخرى، وإذا سجدت ألصقت بطنها في فخذها كأستر ما يكون لها؛ فان الله ينظر إليها ويقول: يا ملائكتي، أشهدكم أني قد غفرت لها».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جب عورت سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملالے جو اس کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتا ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اس عورت کو بخش دیا ہے۔''

یہ حدیث بالکل ہی واضح ہے کہ ایک تو مرد اور عورت کے سجدے میں فرق ہے، اور دوم یہ کہ عورت کے لیے نماز میں وہی طریقہ زیادہ پسندیدہ اور مناسب ہے جو اس کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔ یہ حدیث ''سنن کبریٰ بیہقی'' میں بھی ہے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث بھی معتبر ہے خصوصًا جب اس کے متعدد شواہد بھی ہیں جن کی وجہ سے اس کو مزید تقویت مل جاتی ہے، اس لیے اس کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جہاں تک اس کے راوی ابو مطیع کا تعلق ہے تو وہ معتبر راوی ہے، دیکھیے: اعلاء السنن۔

مرد اور عورت کی نماز میں مذکورہ فرق کے حوالے سے امام محدث بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَجماعُ مَا يُفَارِقُ الْمَرْأَةَ فِيهِ الرَّجُلُ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ رَاجِعٌ إِلَى السَّتْرِ، وَهُوَ أَنَّهَا مَأْمُورَةٌ بِكُلِّ مَا كَانَ أَسْتَرَ لَهَا.

(السنن الكبرى للبيهقي: باب مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ مِنْ تَرْكِ التَّجَافِي فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)

ترجمہ: مرد اور عورت کی نماز میں باہمی فرق کے تمام تر مسائل کی بنیاد ستر اور پردہ ہے، چنانچہ عورت کو نماز میں اسی طریقے کا حکم دیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔

اس اصول سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت نماز کے جلسے اور قعدے میں وہی طریقہ اختیار

کرے گی جو اس کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہو، اور ما قبل میں جو طریقہ عورت کے جلسے اور قعدے میں بیٹھنے کا ذکر ہوا اُس میں اس کے ستر اور حیا کی رعایت زیادہ ہے۔ مزید یہ کہ یہ طریقہ روایات سے بھی ثابت ہے۔

احادیث اور فقہی عبارات

• صحيح البخاري:

٨٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ، فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ فَنَهَانِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ: إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتَثْنِيَ الْيُسْرَى. فَقُلْتُ: إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِي.

٨٢٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، وَحَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْأُخْرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ. (باب سُنَّةِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُّدِ)

• الكامل لابن عدى:

٣٩٩: عن مجاهد عن عبد الله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: «إذا جلست المرأة في الصلاة وضعت فخذها على فخذها الأخرى، وإذا سجدت ألصقت بطنها في فخذها كأستر ما يكون لها؛ فان الله ينظر إليها ويقول: يا ملائكتي، أشهدكم أني قد غفرت لها».

• مُصنف ابن أبي شيبة:

٢٧٩٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زُرْعَةَ بْنْ إِبْرَاهِيمَ، عَن خَالِدِ بْنِ اللَّجْلَاجِ قَالَ: كُنَّ النِّسَاءُ يُؤْمَرْنَ أَنْ يَتَرَبَّعْنَ إِذَا جَلَسْنَ فِي الصَّلَاةِ، وَلَا يَجْلِسْنَ جُلُوسَ الرِّجَالِ عَلَى أَوْرَاكِهِنَّ، يُتَّقي ذَلِكَ عَلَى الْمَرْأَةِ؛ مَخَافَةَ أَنْ يَكُونَ مِنْهَا الشَّيءُ.

٢٧٩٤- حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الأَشَجِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَلَاةِ الْمَرْأَةِ؟ فَقَالَ: تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِزُ.

• مسند أبي حنيفة رواية الحصكفي:

٣٧- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ: كَيْفَ كُنَّ النِّسَاءُ يُصَلِّينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ؟ كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ، ثُمَّ أُمِرْنَ أَنْ يَحْتَفِزْنَ.

• جامع المسانيد للخوارزمي:

أبو حنيفة عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه سئل كيف كان النساء يصلين على عهد رسول الله ﷺ؟ قال: كن يتربعن ثم أمرن أن يحتفزن. أخرجه أبو محمد البخاري عن قبيصة الطبري عن زكريا بن يحي النيسابوري عن عبد الله بن أحمد بن خالد الرازي عن أبي ثابت زر بن نجيح البصري عن إبراهيم بن المهدي عن أبي الجواب الأحوص بن الجواب عن سفيان الثوري عن أبي حنيفة رضي الله عنهما. وأخرجه القاضي عمر بن الحسن الأشناني عن علي بن محمد البزاز عن أحمد بن محمد بن خالد عن زر بن نجيح عن إبراهيم بن المهدي عن أبي جواب الأحوص بن جواب عن سفيان الثوري عن أبي حنيفة رضي الله عنه. وأخرجه ابن خسرو في «مسنده» عن أبي الفضل بن خيرون عن خاله أبي علي الباقلاني عن أبي عبد الله بن دوست العلاف عن القاضي الأشناني بإسناده المذكور إلى أبي حنيفة رضي الله عنه.

• شرح مسند أبي حنيفة للملا علي القاري:

حديث التربع: وبه (عن نافع عن ابن عمر أنه سئل كيف كن النساء يصلين على عهد

رسول الله ﷺ؟) أي في زمانه ﷺ ؟(قال: كن يتربعن) أي في حال قعودهن (ثم أمرن أن يحتفزن) بالحاء المهملة والفاء والزاء، أي يضممن أعضاءهن بأن يتوركن في جلوسهن.

وفي «الجامع الكبير» عن حنظلة قال: أتيت النبي ﷺ فرأيته يصلي جالسا متربعا. رواه أبو نعيم، ولعله كان في النفل، أو لضرورة به، أو لبيان الجواز، ففي «مسند أبي هريرة» عن ابن عباس أنه كان يكره التربع في الصلاة. رواه عبد الرزاق.

- الدر المختار:

(وَافْتِرَاشُ رِجْلِهِ الْيُسْرَى) فِي تَشَهُّدِ الرَّجُلِ (وَالْجَلْسَةُ) بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَوَضْعُ يَدَيْهِ فِيهَا عَلَى فَخِذَيْهِ كَالتَّشَهُّدِ لِلتَّوَارُثِ. ..... (وَلَهَا آدَابٌ) تَرْكُهُ لَا يُوجِبُ إِسَاءَةً وَلَا عِتَابًا كَتَرْكِ سُنَّةِ الزَّوَائِدِ، لَكِنَّ فِعْلَهُ أَفْضَلُ (نَظَرُهُ إِلَى مَوْضِعِ سُجُودِهِ حَالَ قِيَامِهِ .... وَإِلَى حِجْرِهِ حَالَ قُعُودِهِ) ..... (وَبَعْدَ فَرَاغِهِ مِنْ سَجْدَتَيِ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ يَفْتَرِشُ) الرَّجُلُ (رِجْلَهُ الْيُسْرَى) فَيَجْعَلُهَا بَيْنَ أَلْيَتَيْهِ (وَيَجْلِسُ عَلَيْهَا وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَيُوَجِّهُ أَصَابِعَهُ) فِي الْمَنْصُوبَةِ (نَحْوَ الْقِبْلَةِ) هُوَ السُّنَّةُ فِي الْفَرْضِ وَالنَّفَلِ (وَيَضَعُ يُمْنَاهُ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَيُسْرَاهُ عَلَى الْيُسْرَى، وَيَبْسُطُ أَصَابِعَهُ) مُفَرَّجَةً قَلِيلًا (جَاعِلًا أَطْرَافَهَا عِنْدَ رُكْبَتَيْهِ) وَلَا يَأْخُذُ الرُّكْبَةَ هُوَ الْأَصَحُّ لِتَتَوَجَّهَ لِلْقِبْلَةِ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: فِي تَشَهُّدِ الرَّجُلِ) أَيْ هُوَ سُنَّةٌ فِيهِ؛ بِخِلَافِ الْمَرْأَةِ فَإِنَّهَا تَتَوَرَّكُ كَمَا سَيَأْتِي. (قَوْلُهُ: وَوَضْعُ يَدَيْهِ فِيهَا) أَيْ فِي الْجِلْسَةِ (قَوْلُهُ: فَافْهَمْ) لَعَلَّهُ يُشِيرُ بِهِ إِلَى أَنَّهُ يُؤْخَذُ مِنْ كَلَامِهِمْ أَيْضًا؛ لِأَنَّ هَذِهِ الْجِلْسَةَ مِثْلُ جِلْسَةِ التَّشَهُّدِ، وَلَوْ كَانَ فِيهَا مُخَالَفَةٌ لَهَا لَبَيَّنُوا ذَلِكَ كَمَا بَيَّنُوا أَنَّ الْجِلْسَةَ الْأَخِيرَةَ تُخَالِفُ الْأُولَى فِي التَّوَرُّكِ، فَلَمَّا أَطْلَقُوهَا عُلِمَ أَنَّهَا مِثْلُهَا، وَلِهَذَا قَالَ الْقُهُسْتَانِيُّ هُنَا: وَيَجْلِسُ أَيْ الْجُلُوسَ الْمَعْهُودَ. ..... (قَوْلُهُ: بَيْنَ أَلْيَتَيْهِ) الْأَظْهَرُ تَحْتَ أَلْيَتَيْهِ (قَوْلُهُ: فِي الْمَنْصُوبَةِ) أَيْ الْأَصَابِعِ الْكَائِنَةِ فِي الرِّجْلِ الْمَنْصُوبَةِ. قَالَ فِي «السِّرَاجِ»: يَعْنِي رِجْلَهُ الْيُمْنَى؛ لِأَنَّ مَا أَمْكَنَهُ أَنْ يُوَجِّهَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ فَهُوَ أَوْلَى. اهـ. وَصَرَّحَ بِأَنَّ الْمُرَادَ الْيُمْنَى فِي «الْمِفْتَاحِ» وَ«الْخُلَاصَةِ»

وَ«الْخِزَانَةِ»، فَقَوْلُهُ فِي «الدُّرَرِ»: «رِجْلَيْهِ» بِالتَّثْنِيَةِ فِيهِ إِشْكَالٌ؛ لِأَنَّ تَوْجِيهَ أَصَابِعِ الْيُسْرَى الْمُفْتَرَشَةِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ تَكَلُّفٌ زَائِدٌ كَمَا فِي «شَرْحِ الشَّيْخِ إِسْمَاعِيلَ، لَكِنْ نَقَلَ الْقُهُسْتَانِيُّ مِثْلَ مَا فِي «الدُّرَرِ» عَنِ «الْكَافِي» وَ«التُّحْفَةِ»، ثُمَّ قَالَ: فَيُوَجِّهُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْيُمْنَى وَأَصَابِعَهَا نَحْوَ الْقِبْلَةِ بِقَدْرِ الِاسْتِطَاعَةِ. اهـ تَأَمَّلْ. (قَوْلُهُ: هُوَ السُّنَّةُ) فَلَوْ تَرَبَّعَ أَوْ تَوَرَّكَ خَالَفَ السُّنَّةَ، ط. (قَوْلُهُ: فِي الْفَرْضِ وَالنَّفَلِ) وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ، وَقِيلَ: فِي النَّفْلِ يَقْعُدُ كَيْفَ شَاءَ كَالْمَرِيضِ. (قَوْلُهُ: وَلَا يَأْخُذُ الرُّكْبَةَ) أَيْ كَمَا يَأْخُذُهَا فِي الرُّكُوعِ؛ لِأَنَّ الْأَصَابِعَ تَصِيرُ مُوَجَّهَةً إِلَى الْأَرْضِ خِلَافًا لِلطَّحَاوِيِّ، وَالنَّفْيُ لِلْأَفْضَلِيَّةِ لَا لِعَدَمِ الْجَوَازِ كَمَا أَفَادَهُ فِي «الْبَحْرِ». (قَوْلُهُ: مُتَوَرِّكَةً) بِأَنْ تُخْرِجَ رِجْلَهَا الْيُسْرَى مِنَ الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ، وَلَا تَجْلِسُ عَلَيْهَا بَلْ عَلَى الْأَرْضِ. (باب صفة الصلاة)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

18 جُمادَی الثانیہ 1443ھ/22 جنوری 2022

تشہد میں اشارہ کرنے کے بعد انگلی کو حرکت دینے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

تشہد میں اشارہ کرنے کے بعد انگلی کو حرکت دینے کا حکم:

سنت یہ ہے کہ نماز کے قعدہ میں تشہد پڑھتے وقت دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اس طرح اشارہ کرے کہ ''لَا إِلٰهَ'' پر شہادت کی انگلی کو اوپر اٹھا کر قبلہ کی طرف اشارہ کرے، اور ''إِلَّا اللهُ'' کہتے وقت اس کو جھکا دے، پھر اس کے بعد انگلی کو مزید حرکت دینے سے اجتناب کیا جائے، مطلب یہ کہ احناف تشہد کے مذکورہ اشارے کے بعد بار بار انگلی کو حرکت دینے کے قائل نہیں، بلکہ بعض حضرات نے اس کو مکروہ بھی لکھا ہے۔ (دیکھیے: اعلاء السنن)

احناف کا یہ مذہب صحیح حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضور اقدس ﷺ کا یہی معمول نقل فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ تشہد میں اشارہ کرنے کے بعد انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے۔

- سنن النسائی میں ہے:

١٢٦٩- أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَزَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ إِذَا دَعَا وَلَا يُحَرِّكُهَا.

یہ حدیث سنن ابی داود سمیت متعدد کتب میں موجود ہے۔

فائدہ:

1۔ مذکورہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح اور معتبر ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، اس لیے یہ قابلِ استدلال ہے۔

- دیکھیے فیض القدیر:

٧٠٥٦- (كان يشير في الصلاة) أي يومئ باليد أو الرأس يعني يأمر وينهى ويرد السلام وذلك فعل قليل لا يضر ذكره ابن الأثير، أو المراد يشير بأصبعه فيها عند الدعاء كما صرحت به

رواية أبي داود من حديث ابن الزبير ولفظه: كان يشير بأصبعه إذا دعا ولا يحركها ولا يجاوز بصره إشارته. قال النووي: سنده صحيح. قال المظهري: اختلف في تحريك الأصبع إذا رفعها للإشارة، والأصح أنه يضعها بغير تحريك. (باب كان)

- مرقاۃ المفاتیح بھی دیکھیے:

٩١٢- (وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ إِذَا دَعَا») ، أَيْ: إِذَا دَعَا اللهَ بِالتَّوْحِيدِ (وَلَا يُحَرِّكُهَا): قَالَ ابْنُ الْمَلَكِ: يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يُحَرِّكُ الْأُصْبُعَ إِذَا رَفَعَهَا لِلْإِشَارَةِ، وَعَلَيْهِ أَبُو حَنِيفَةَ، (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ): قَالَ النَّوَوِيُّ: إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ، نَقَلَهُ مِيرَكُ، وَهُوَ يُفِيدُ التَّرْجِيحَ عِنْدَ التَّعَارُضِ عَلَى الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ فَإِنَّهُ مَسْكُوتٌ عَنْه. (بَابُ التَّشَهُّدِ)

2۔ ماقبل میں ذکر کی گئی ''مرقاۃ'' کی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ حدیث میں دعا سے مراد تشہد ہے۔

3۔ مذکورہ حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا معمول بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا معمول یہ تھا کہ وہ تشہد میں اشارہ کرنے کے بعد سلام تک انگلی کو حرکت نہیں دیا کرتے تھے، اور یہ بات بھی اس عمل کی ترجیح کے لیے کافی ہے۔ (دیکھیے: اعلاء السنن)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
24 شوال المکرم 1442ھ/ 5 جون 2021

نماز میں سلام پھیرنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز کے آخر میں سلام پھیرنے کا حکم:

نماز کے آخر میں دونوں طرف سلام پھیرنا واجب ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں چہرہ پھیرنا تو سنت ہے، البتہ سلام کے الفاظ کہنا واجب ہے، پھر اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرتے وقت فقط لفظِ ''اَلسَّلَامُ'' کہنا واجب ہے، جبکہ پورا سلام یعنی ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ'' کہنا سنت ہے، یعنی لفظِ ''اَلسَّلَامُ'' کے علاوہ باقی الفاظ سنت ہیں۔

روایات اور فقہی عبارات

- سنن أبي داود:

٦١- عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ».

- سنن النسائي:

١٣١٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنِ الْأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ، وَيُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ»، «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ»، حَتَّى يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ. وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلَانِ ذَلِكَ. (كَيْفَ السَّلَامُ عَلَى الْيَمِينِ)

- الفتاوى الهندية:

وَيَجِبُ لَفْظُ السَّلَامِ، هَكَذَا فِي «الْكَنْزِ».

(الْبَابُ الرَّابِعُ فِي صِفَةِ الصَّلَاةِ: الْفَصْلُ الثَّانِي فِي وَاجِبَاتِ الصَّلَاةِ)

- الفتاوى الهندية:

ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَتَيْنِ تَسْلِيمَةً عن يَمِينِهِ وَتَسْلِيمَةً عن يَسَارِهِ وَيُحَوِّلُ فِي التَّسْلِيمَةِ الْأُولَى وَجْهَهُ

عن يَمِينِهِ حتى يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ الْأَيْمَنِ وفي التَّسْلِيمَةِ الثَّانِيَةِ عن يَسَارِهِ حتى يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ الْأَيْسَرِ، وفي «الْقُنْيَةِ»: هو الْأَصَحُّ، هَكَذَا في «شَرْحِ النُّقَايَةِ» لِلشَّيْخِ أبي الْمَكَارِمِ. وَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، كَذَا في «الْمُحِيطِ».

(الْبَابُ الرَّابِعُ في صِفَةِ الصَّلَاةِ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ في سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

- الدر المختار:

(وَلَهَا وَاجِبَاتٌ) .... (وَلَفْظُ السَّلَامِ) مَرَّتَيْنِ، فَالثَّانِي وَاجِبٌ عَلَى الْأَصَحِّ، «بُرْهَانٌ»، دُونَ «عَلَيْكُمْ» .... (وَسُنَنُهَا) ..... وَتَحْوِيلُ الْوَجْهِ يَمْنَةً وَيَسْرَةً لِلسَّلَامِ .... (ثُمَّ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَيَسَارِهِ) ..... (قَائِلًا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ) هُوَ السُّنَّةُ، وَصَرَّحَ الْحَدَّادِيُّ بِكَرَاهَةِ: عَلَيْكُمُ السَّلَامُ (وَ) أَنَّهُ (لَا يَقُولُ) هُنَا (وَبَرَكَاتُهُ).

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: عَلَى الْأَصَحِّ) وَقِيلَ: سُنَّةٌ، «فَتْحٌ». (قَوْلُهُ: دُونَ «عَلَيْكُمْ») فَلَيْسَ بِوَاجِبٍ عِنْدَنَا. ..... (قَوْلُهُ: هُوَ السُّنَّةُ) قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَهُوَ عَلَى وَجْهِ الْأَكْمَلِ أَنْ يَقُولَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَو السَّلَامُ أَوْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ أَوْ عَلَيْكُم السَّلَامُ أَجْزَأَهُ وَكَانَ تَارِكًا لِلسُّنَّةِ، وَصَرَّحَ فِي «السِّرَاجِ» بِكَرَاهَةِ الْأَخِيرِ. اهـ. قُلْت: تَصْرِيحُهُ بِذَلِكَ لَا يُنَافِي كَرَاهَةَ غَيْرِهِ أَيْضًا مِمَّا خَالَفَ السُّنَّةَ. (باب صفة الصلاة)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

27 جُمادَی الثانیہ 1443ھ/31 جنوری 2022

فجر کی جماعت

کے وقت سنّت ادا کرنے کا تفصیلی حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

جب فجر کی جماعت کھڑی ہو تو اس وقت سنت پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اس کا حکم تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ اس مسئلے کا ہر پہلو واضح ہو سکے۔

فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنت یا نفل نماز پڑھنے کا حکم:

احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ جب فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کے بعد سنت یا نفل نماز ادا کرنا درست نہیں:

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو پھر اس کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھنا جائز نہیں۔‘‘

- صحیح مسلم میں ہے:

١٦٧٨- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ».

- سنن ابی داود میں ہے:

1268: عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ».

جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو پھر اس کے علاوہ کوئی اور نماز نہ پڑھنے کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ فرض نماز کی اہمیت ان دیگر نمازوں سے کہیں زیادہ ہے، اس لیے فرض نماز کی ادائیگی ہی کو ترجیح دینی چاہیے، لیکن یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ یہ حدیث ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی فرض نمازوں کے بارے میں تو بالکل واضح ہے کہ جب یہ فرض نمازیں کھڑی ہو جائیں تو پھر کوئی اور نماز ادا کرنا جائز نہیں، لیکن نمازِ فجر کی سنتوں کا حکم ان دیگر نمازوں سے کچھ مختلف ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد آئے کہ فجر کی فرض نماز کھڑی ہو چکی ہو تو اگر اس کو جماعت کا آخری قعدہ ملنے کی امید ہو تو وہ فجر کی سنتیں ادا کر سکتا ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے ان شاء اللہ۔

فجر کی سنتوں کا حکم دیگر سنتوں سے مختلف ہے:

نمازِ فجر کی سنتوں کا حکم دیگر نمازوں کی سنتوں سے مختلف ہونا متعدد دلائل سے ثابت ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ فجر کی سنتوں سے متعلق احادیث میں بہت زیادہ تاکید اور اہمیت بیان فرمائی گئی ہے اور ان کی ادائیگی پر بڑا زور دیا گیا ہے، چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سنت اور نفل نمازوں میں سب سے زیادہ پابندی اور اہتمام فجر کی سنتوں کا فرماتے تھے۔

- سنن ابی داود میں ہے:

1256- عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مُعَاهَدَةً مِنْهُ عَلَى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ.

2۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”فجر کی دو رکعات سنت نماز دنیا اور جو کچھ اس میں ہے؛ سب سے بہتر ہے۔“

- سنن الترمذی میں ہے:

٤١٦- عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «رَكْعَتَا الفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا». حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

3۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”فجر کی دو رکعات (سنت نماز) نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔“

- مسند احمد میں ہے:

٩٢٥٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَدَعُوا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ».

فجر کی فرض نماز کے بعد فجر کی سنتیں پڑھنا جائز نہیں:

احادیث کی رو سے فجر کی فرض نماز کے بعد سورج نکل آنے تک فجر کی سنتیں پڑھنا جائز نہیں:

- مسند احمد میں ہے کہ:

130- حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: حَدَّثَنِي أَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: شَهِدَ عِنْدِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ فِيهِمْ عُمَرُ، وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ».

- صحیح البخاری میں ہے کہ:

586- عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ الْجُنْدَعِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ».

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ:

7405- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَعَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

7406- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ صَلَاتَيْنِ: عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَعَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

7407- عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ فِيهِمْ عُمَرُ، وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ».

ان پانچ احادیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہو جانے تک اور عصر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج غروب ہو جانے تک (سنت اور نفل) نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ اس سے واضح طور پر

معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نے سنت پڑھے بغیر ہی فرض ادا کرلی تو فجر کی یہ سنتیں سورج نکلنے کے بعد ہی ادا کی جاسکتی ہیں، اس سے پہلے نہیں، اور سورج نکلنے کے بعد تو وہ قضا ہی کہلائیں گی نہ کہ ادا۔ معلوم ہوا کہ فجر کی سنت کا وقت صرف اور صرف فجر کی فرض نماز سے پہلے ہے، پہلے پڑھ لی تو پڑھ لی ورنہ تو قضا ہو جاتی ہے۔ ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

فجر کی سنتیں رہ جائیں تو کب ادا کی جاسکتی ہیں؟

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس شخص نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھیں تو وہ سورج طلوع ہو جانے کے بعد ادا کرلے۔“

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح عمل کیا، اور بعض اہلِ علم کا عمل بھی اسی پر ہے اور امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن المبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

- جامع الترمذی میں ہے کہ:

٤٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ». هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ فَعَلَهُ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ المُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اگر فجر کی نماز سے پہلے سنتیں ادا کرنے کا موقع نہ ملتا تو وہ سورج طلوع ہو جانے کے بعد ہی انہیں ادا فرماتے، ملاحظہ فرمائیں:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ:

6506- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلَاة ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ فَدَخَلَ مَعَهُمْ، ثُمَّ جَلَسَ فِي مُصَلَّاهُ، فَلَمَّا أَضْحَى قَامَ فَقَضَاهُمَا.

6507- عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ صَلَّاهُمَا بَعْدَ مَا ما أَضْحَى.

مسئلہ:

جس شخص سے فجر کی سنتیں رہ جائیں تو اس کے لیے سورج نکلنے کے بعد اسی دن زوال سے پہلے تک قضا کی نیت سے یہ سنت ادا کرنا بہتر ہے، زوال کے بعد پھر ان کی قضا نہیں۔

- ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَلَا يَقْضِيهَا إلَّا بِطَرِيقِ التَّبَعِيَّةِ إلَخْ) أَيْ لَا يَقْضِي سُنَّةَ الْفَجْرِ إلَّا إذَا فَاتَتْ مَعَ الْفَجْرِ فَيَقْضِيهَا تَبَعًا لِقَضَائِهِ لَوْ قَبْلَ الزَّوَالِ؛ وَمَا إذَا فَاتَتْ وَحْدَهَا فَلَا تُقْضَى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ بِالْإِجْمَاعِ؛ لِكَرَاهَةِ النَّفْلِ بَعْدَ الصُّبْحِ. وَأَمَّا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ فَكَذَلِكَ عِنْدَهُمَا، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: أَحَبُّ إلَيَّ أَنْ يَقْضِيَهَا إلَى الزَّوَالِ كَمَا فِي «الدُّرَرِ». قِيلَ: هَذَا قَرِيبٌ مِنَ الِاتِّفَاقِ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ: «أَحَبُّ إلَيَّ» دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَوْ لَمْ يَفْعَلْ لَا لَوْمَ عَلَيْهِ. وَقَالَا: لَا يَقْضِي، وَإِنْ قَضَى فَلَا بَأْسَ بِهِ، كَذَا فِي «الْخَبَّازِيَّةِ».
(بَابُ إدْرَاكِ الْفَرِيضَةِ)

فجر کی جماعت کے وقت سنت ادا کرنے کا تفصیلی حکم:

جو شخص ایسے وقت میں مسجد جا رہا ہو کہ اس کو معلوم ہو کہ جماعت کھڑی ہو رہی ہو گی تو اس کو چاہیے کہ گھر میں ہی سنت ادا کر کے جائے، لیکن اگر وہ مسجد چلا جائے اور جماعت شروع ہو چکی ہو تو اگر اس کو جماعت کے ساتھ آخری قعدہ میسر آ سکتا ہے تو سنت ادا کر لے تاکہ جماعت بھی مل جائے اور یہ اہم سنتیں بھی، کیوں کہ اگر ایسے موقع میں سنت کی اجازت نہ دی جائے تو سنت ادا نہیں ہو سکے گی کیونکہ فرض کے بعد تو سنت ادا کرنا درست ہی نہیں، اور ظاہر ہے کہ فجر کی سنتوں کی اہمیت اور مرتبے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جہاں تک موقع مل سکے اس کو ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ البتہ ساتھ میں یہ بات بھی اہم ہے کہ فجر کی ان سنتوں کی اجازت اس وقت ہے جب وہ جماعت سے دور مسجد کے دروازے کے پاس یا کسی آڑ میں ادا کی جائے لیکن اگر وہ مسجد چھوٹی سی ہو اور اس میں آڑ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں سنت ادا کرنا درست نہیں بلکہ جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔

فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے باوجود بھی سنت ادا کرنے کا ثبوت:

فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے باوجود بھی سنت ادا کرنا متعدد حضرات اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین کرام رحمہم اللہ سے ثابت ہے:

حضرات اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثبوت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے وقت میں مسجد تشریف لائے کہ فجر کی نماز شروع ہو چکی تھی تو انہوں نے مسجد میں ایک جانب ہو کر فجر کی سنتیں ادا کیں اور پھر جماعت میں شامل ہوئے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دیکھیے، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے یہ عمل کیا اور ان کے ساتھ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہم بھی تھے لیکن ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل پر نکیر نہیں فرمائی جو کہ ان کی موافقت کی دلیل ہے۔

● شرح معانی الآثار میں ہے کہ:

۲۱۹۹- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ فَصَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

۲۱۹۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ، حِينَ دَعَاهُمْ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ دَعَا أَبَا مُوسَى وَحُذَيْفَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ الْغَدَاةَ، ثُمَّ خَرَجُوا مِنْ عِنْدِهِ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَجَلَسَ عَبْدُ اللهِ إِلَى أُسْطُوَانَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ. فَهَذَا عَبْدُ اللهِ قَدْ فَعَلَ هَذَا وَمَعَهُ حُذَيْفَةُ وَأَبُو مُوسَى، لَا يُنْكِرَانِ ذَلِكَ عَلَيْهِ فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى مُوَافَقَتِهِمَا إِيَّاهُ.

2۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے وقت میں مسجد تشریف لائے کہ فجر کی نماز شروع ہو رہی تھی

توانہوں نے مسجد میں ایک جانب ہو کر فجر کی سنتیں ادا کیں اور پھر جماعت میں شامل ہوئے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ :

6476- عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأَبَا مُوسَى خَرَجَا مِنْ عِنْدِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَرَكَعَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ، وَأَمَّا أَبُو مُوسَى فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ.

6475: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ قَالَ: قَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ يَجِيءُ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثبوت :

امام ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز کے لیے ایسے وقت میں مسجد داخل ہوا جب امام نماز پڑھا رہے تھے، تو حضرت ابن عمر تو جماعت ہی میں شامل ہو گئے، جبکہ حضرت ابن عباس نے سنت نماز ادا کی پھر اس کے بعد جماعت میں شامل ہوئے۔ جماعت ہو جانے کے بعد حضرت ابن عمر اپنی جگہ ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا تو انہوں نے وہ سنت ادا کی۔

- شرح معانی الآثار میں ہے کہ :

۲۲۰۰- عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَالْإِمَامُ يُصَلِّي، فَأَمَّا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ، وَأَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْإِمَامِ، فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَكَانَهُ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، فَهَذَا ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر سے نکلے تو اس دوران فجر کی جماعت کھڑی ہوگئی، جب انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے مسجد کے باہر ہی دو رکعت سنت ادا کیں اور جماعت میں شامل ہو گئے۔

● شرح معانی الآثار میں ہے کہ:

٢٢٠٢- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: خَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مِنْ بَيْتِهِ فَأُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ. فَهَذَا وَإِنْ كَانَ لَمْ يُصَلِّهِمَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَدْ صَلَّاهُمَا بَعْدَ عِلْمِهِ بِإِقَامَةِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ.

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب فجر کی نماز کے لیے مسجد داخل ہوتے اور جماعت کھڑی ہو چکی ہوتی تو وہ مسجد کے کسی کونے میں سنت ادا فرماتے، پھر اس کے بعد جماعت میں شامل ہو جاتے۔

● شرح معانی الآثار میں ہے کہ:

٢٢٠٥- عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ.

2۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں فجر میں مسجد جاؤں اور جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو میں سنت ادا کروں گا، پھر اس کے بعد جماعت میں شامل ہوں گا۔

● مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ:

6482: عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: إِنِّي لَأَجِيءُ إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَأُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَنْضَمُّ إِلَيْهِمْ.

حضرات تابعین کرام رحمہم اللہ سے ثبوت

"مصنف ابن ابی شیبہ" میں حضرات اکابر تابعین جیسے امام حسن بصری، امام سعید بن جبیر، امام مسروق اور امام ابراہیم نخعی رحمہم اللہ سے بھی فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے باوجود سنت پڑھنا ثابت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

امام مسروق رحمہ اللہ سے ثبوت:

6472: عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْقَوْمُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ، فَصَلَّاهُمَا فِي نَاحِيَةٍ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ.

امام حسن بصری رحمہ اللہ سے ثبوت:

6473: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ، عَنْ الْحَسَنِ قَالَ: كَانَ يَقُولُ: يُصَلِيهِمَا فِي نَاحِيَةٍ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے ثبوت:

6474: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَوَّامٍ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَالإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَلِجَ الْمَسْجِدَ، عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے ثبوت:

6479: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَلَمْ تَرْكَعْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَارْكَعْهُمَا، وَإِنْ ظَنَنْتَ أَنَّ الرَّكْعَةَ الأُولَى تَفُوتُك.

6480: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ وَبَرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَفْعَلُهُ ، وَحَدَّثَنِي مَنْ رَآهُ فَعَلَهُ مَرَّتَيْنِ، جَاءَ مَرَّةً وَهُمْ فِي الصَّلَاة، فَصَلَّاهُمَا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ دَخَلَ مَرَّةً أُخْرَى فَصَلَّى مَعَهُمْ، وَلَمْ يُصَلِّهِمَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

6481: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ سَعِيدِ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَرِهَ إِذَا جَاءَ وَالإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ أَنْ يُصَلِّيَهُمَا فِي الْمَسْجِدِ، وَقَالَ: يُصَلِّيهِمَا عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، أَوْ فِي نَاحِيَتِهِ.

خلاصہ:

خلاصہ یہ کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق سنت ادا کرنا درست ہے اور یہ کئی حضرات صحابہ اور اکابر تابعین سے ثابت ہے، اس لیے تمام احادیث اور دلائل کو سامنے رکھا جائے تو اصل مسئلہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

27 ربیع الثانی 1441ھ/ 25 دسمبر 2019

سفر میں مؤکدہ سنتیں ادا کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

سفر میں مؤکدہ سنتیں ادا کرنے کا حکم:

حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام سے سفر میں مؤکدہ سنتیں ادا کرنے اور ادا نہ کرنے سے متعلق دونوں طرح کی روایات ملتی ہیں، جن کے پیشِ نظر حضرات اہلِ علم کے مابین اس مسئلہ میں ایک سے زائد آرا پائی جاتی ہیں۔

روایات اور حضرات اہلِ علم کے اختلاف کا حاصل یہ سامنے آتا ہے کہ حالتِ سفر میں مؤکدہ سنتیں معاف تو نہیں ہوتیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ مؤکدہ سنتیں مؤکدہ نہیں رہتیں یعنی عام حالات میں ان کے ادا کرنے کی جس قدر تاکید ہوا کرتی ہے اس قدر تاکید سفر میں باقی نہیں رہتی، جس کا مطلب یہ ہے کہ حالتِ سفر میں اگر موقع بھی ہو اور فرصت بھی ہو تو سنتیں ادا کرنا افضل اور بہتر ہے، خصوصًا فجر کی سنتوں کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے کیوں کہ احادیث سے ان کی بڑی تاکید معلوم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے بعض حضرات اہلِ علم نے فجر کی سنتوں کو سفر اور حضر دونوں حالتوں میں مؤکدہ قرار دیا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: اعلاء السنن: باب التطوع في السفر، 7/ 329-331)

تنبیہ:

مذکورہ مسئلہ میں سفر سے مراد شرعی سفر ہے جیسا کہ واضح ہے، اس لیے جب تک کوئی شخص شرعی طور پر مسافر ہے اُس کے لیے سفر کی حالت میں مؤکدہ سنتیں ادا کرنے کا یہی حکم ہے جو کہ بیان ہو چکا۔

روایات اور فقہی عبارات

- اعلاء السنن میں ہے:

قلت: والأظهر عندي ما نقله الترمذي عن أكثر، ولكن التأكد لا يبقى في السفر للراتبة مطلقا غير سنة الفجر كما يفيده اختلاف العلماء في فعلها وتركها، واختلاف الآثار عن النبي ﷺ، فتبقى الرواتب في السفر سنة غير مؤكدة، ولا تلحق بالتطوع المطلق كما زعم ابن

القيم، وسيأتي كلامنا معه، وأما ركعتا الفجر مؤكدة سفرا وحضرا، كما سيأتي.

- سنن الترمذی:

٥٥٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي بُسْرَةَ الغِفَارِيِّ، عَنْ البَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: صَحِبْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا، فَمَا رَأَيْتُهُ تَرَكَ الرَّكْعَتَيْنِ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ». وَفِي البَابِ عَن ابْنِ عُمَرَ. حَدِيثُ البَرَاءِ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، إِلَّا مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، وَلَمْ يَعْرِفْ اسْمَ أَبِي بُسْرَةَ الغِفَارِيِّ وَرَآهُ حَسَنًا.

وَرُوِي عَن ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا بَعْدَهَا. وَرُوِيَ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

ثُمَّ اخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَرَأَى بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَتَطَوَّعَ الرَّجُلُ فِي السَّفَرِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَلَمْ تَرَ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ أَنْ يُصَلَّى قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا. وَمَعْنَى مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ قَبُولُ الرُّخْصَةِ، وَمَنْ تَطَوَّعَ فَلَهُ فِي ذَلِكَ فَضْلٌ كَثِيرٌ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ، يَخْتَارُونَ التَّطَوُّعَ فِي السَّفَرِ.

٥٥١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَن الحَجَّاجِ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَن ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الظُّهْرَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ وَنَافِعٍ عَن ابْنِ عُمَرَ:

٥٥٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ المُحَارِبِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ عَن ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطِيَّةَ وَنَافِعٍ، عَن ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الحَضَرِ وَالسَّفَرِ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الحَضَرِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَالعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا، وَالمَغْرِبَ فِي الحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَاءً، ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، لَا يُنْقِصُ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ، وَهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ، وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

- **مصنف ابن ابی شیبہ:**

مَنْ كَانَ لَا يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ:

٣٨٤٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عِيسَى بْنِ حَفْصٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: فَصَلَّيْنَا الْفَرِيضَةَ، فَرَأَى بَعْضَ وَلَدِهِ يَتَطَوَّعُ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: صَلَّيْت مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَا صَلَاةَ قَبْلَهَا، وَلَا بَعْدَهَا فِي السَّفَرِ، وَلَوْ تَطَوَّعْت لأَتْمَمْت.

٣٨٤٨- عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: سَأَلْنَاهُ: أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ؟ فَقَالَ: لَا، فَقُلْتُ: فَرَكْعَتَان قَبْلَ الْفَجْرِ؟ قَالَ: مَا رَأَيْتُهُ تَرَكَ تَيْنِكَ فِي سَفَرٍ وَلَا حَضَرٍ.

٣٨٤٩- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ لاَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا بَعْدَهَا، وَكَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ.

٣٨٥٠- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ مَوْلَى الأَنْصَارِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا بَعْدَهَا.

مَنْ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ:

٣٨٥١- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَبِي الْيَمَانِ قَالَ: رَأَيْتُ أَنَسًا يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٢- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ: أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ، وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٣- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ: مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَهُوَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٥- عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: أَنَّ عَلِيًّا كَانَ لَا يَرَى بِالتَّطَوُّعِ فِي السَّفَرِ بَأْسًا.

٣٨٥٦- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمٍ: أَنَّ عَلِيًّا تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ: أَنَّ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ كَانَتْ تَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٨- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، وَعَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُمَا لَمْ يَكُونَا

يَرَيَانِ بَأْسًا بِالتَّطَوُّعِ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا بَعْدَهَا.

٣٨٥٩- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَفْلَحَ قَالَ: رَأَيْتُ الْقَاسِمَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٦٠- عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ عِيسَى بْنِ أَبِي عَزَّةَ قَالَ: رَأَيْتُ الشَّعْبِيَّ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٦١- عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ: أَنَّ أَبَا ذَرٍّ وَعُمَرَ كَانَا يَتَطَوَّعَانِ فِي السَّفَرِ.

٣٨٦٢- عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ يَتَطَوَّعُونَ فِي السَّفَرِ.

٣٨٦٣- عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: كَانَ أَبِي يُصَلِّي عَلَى إِثْرِ الْمَكْتُوبَةِ فِي السَّفَرِ.

٣٨٦٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الرَّبِيعِ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: وَافَقْنَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ فَكَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْفَرِيضَةِ وَبَعْدَهَا، يَعْنِي فِي السَّفَرِ.

٣٨٦٥- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: صَحِبْت ابْنَ عُمَرَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَكَانَ يُصَلِّي تَطَوُّعًا عَلَى دَابَّتِهِ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهِ، فَإِذَا كَانَتِ الْفَرِيضَةُ نَزَلَ فَصَلَّى.

- **فتاوی ہندیہ:**

وَلَا قَصْرَ فِي السُّنَنِ كَذَا فِي «مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ»، وَبَعْضُهُمْ جَوَّزُوا لِلْمُسَافِرِ تَرْكَ السُّنَنِ، وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا يَأْتِي بها في حَالِ الْخَوْفِ، وَيَأْتِي بها في حَالِ الْقَرَارِ وَالْأَمْنِ، هَكَذَا في «الْوَجِيزِ» لِلْكَرْدَرِيِّ. (الْبَابُ الْخَامِسَ عَشَرَ في صَلَاةِ الْمُسَافِرِ)

- **الدر المختار:**

(وَيَأْتِي) الْمُسَافِرُ (بِالسُّنَنِ) إنْ كَانَ (فِي حَالَ أَمْنٍ وَقَرَارٍ وَإِلَّا) بِأَنْ كَانَ فِي خَوْفٍ وَفِرَارٍ (لَا) يَأْتِي بِهَا هُوَ الْمُخْتَارُ؛ لِأَنَّهُ تَرْكٌ لِعُذْرٍ، «تَجْنِيسٌ». قِيلَ: إلَّا سُنَّةَ الْفَجْرِ.

- **رد المحتار:**

(قَوْلُهُ: وَيَأْتِي الْمُسَافِرُ بِالسُّنَنِ) أَيِ الرَّوَاتِبِ ...... (قَوْلُهُ: هُوَ الْمُخْتَارُ) وَقِيلَ: الْأَفْضَلُ التَّرْكُ؛ تَرْخِيصًا، وَقِيلَ: الْفِعْلُ؛ تَقَرُّبًا. وَقَالَ الْهِنْدُوَانِيُّ: الْفِعْلُ حَالَ النُّزُولِ، وَالتَّرْكُ حَالَ السَّيْرِ، وَقِيلَ: يُصَلِّي سُنَّةَ الْفَجْرِ خَاصَّةً، وَقِيلَ: سُنَّةَ الْمَغْرِبِ أَيْضًا، «بَحْرٌ». قَالَ فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ»: وَالْأَعْدَلُ مَا

قَالَهُ الْهِنْدُوَانِيُّ. اهـ. قُلْت: وَالظَّاهِرُ أَنَّ مَا فِي الْمَتْنِ هُوَ هَذَا، وَأَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَمْنِ وَالْقَرَارِ النُّزُولُ وَبِالْخَوْفِ وَالْفِرَارِ السَّيْرُ، لَكِنْ قَدَّمْنَا فِي فَصْلِ الْقِرَاءَةِ أَنَّهُ عَبَّرَ عَنِ الْفِرَارِ بِالْعَجَلَةِ؛ لِأَنَّهَا فِي السَّفَرِ تَكُونُ غَالِبًا مِنَ الْخَوْفِ. تَأَمَّلْ. (باب صلاة المسافر)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
25 جُمادَی الثانیہ 1441ھ/20فروری2020

نمازِ وتر کی رکعات

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

رکعاتِ وتر کی تعداد:

احناف کا مذہب یہ ہے کہ نمازِ وتر کی رکعات تین ہیں، یہ تین رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ اکھٹی ادا کرنی ہیں اور یہ سلام تیسری رکعت کے بعد ہی پھیرا جائے گا۔ احناف کا یہ مذہب متعدد دلائل سے ثابت ہے:

حضور اقدس ﷺ سے ثبوت:

1۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ وتر کی دوسری رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے (بلکہ تیسری رکعت کے بعد ہی سلام پھیرتے تھے)۔

- «سنن النسائي» میں ہے کہ:

١٦٩٧- عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ: أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ.

- «موطأ الإمام محمد» میں ہے کہ:

٢٦٦- عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَبِي أَوْفَى عَنْ سَعدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ: أَنّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ.

- «سنن الدارقطني» میں ہے کہ:

١٦٨٤- عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ.

- «شرح معاني الآثار» میں ہے کہ:

١٦٧٠- عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ.

- «مصنف ابن أبي شيبة» میں ہے کہ:

٦٩١٢- عَنْ سَعدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ.

2۔ حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ تین رکعت وتر کے درمیان میں سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ وتر کی آخری رکعت کے بعد ہی سلام پھیرتے تھے۔

- «سنن النسائي» میں ہے کہ:

١٧٠٠- عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْوِتْرِ بِـ«سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى»، وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِـ«قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ»، وَفِي الثَّالِثَةِ بِـ«قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ»، وَلَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ، وَيَقُولُ يَعْنِي بَعْدَ التَّسْلِيمِ: «سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ» ثَلَاثًا.

- «السنن الكبرىٰ للإمام البيهقي» میں ہے کہ:

٥٠٥٩- عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، لا يُسَلِّمُ فِيهِنَّ حَتَّى يَنْصَرِفَ: الأُولَى بِـ«سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى»، وَالثَّانِيَةُ بِـ«قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ»، وَالثَّالِثَةُ بِـ«قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ»، وَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «سُبْحَانَ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ» مَرَّتَيْنِ وَرَفَعَ صَوْتَهُ فِي الثَّالِثَةِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اہلِ مدینہ سے ثبوت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ تین رکعات وتر کے آخر ہی میں سلام پھیرتے تھے۔ اس کے بعد «المستدرك للحاكم» میں ہے کہ یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وتر ہے اور انہی سے مدینہ والوں نے یہ وتر سیکھی ہے۔

- «المستدرك للحاكم» میں ہے کہ:

١١٤٠- عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ. وَهَذَا وِتْرُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَعَنْهُ أَخَذَهُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ.

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثبوت:

حضرت ابو العالیہ تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرات صحابہ نے یہ سکھایا ہے کہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں قرات کرتے ہیں۔[یعنی سورتِ فاتحہ اور سورت دونوں پڑھتے ہیں، یا جہراً قرأت مراد ہے۔]

- «شرح معاني الآثار» میں ہے کہ:

١٧٤٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ: عَلَّمَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ عَلَّمُونَا أَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ غَيْرَ أَنَّا نَقْرَأُ فِي الثَّالِثَةِ، فَهَذَا وِتْرُ اللَّيْلِ، وَهَذَا وِتْرُ النَّهَارِ.

حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے اور مغرب کی نماز کی طرح تیسری رکعت کے آخر میں ہی سلام پھیرا کرتے تھے۔

- «مصنف عبد الرزاق» میں ہے کہ:

٤٦٥٩- عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي الثَّالِثَةِ مِثْلَ الْمَغْرِبِ.

وضاحت: ذیل میں ذکر ہونے والے دلائل ''مصنَّف ابن ابی شیبہ'' سے لیے گئے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

امام عبد الرحمن بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وتر تین رکعات ہیں مغرب کی نماز کی طرح۔

٦٨٨٩: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَش، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ

قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: الْوِتْرُ ثَلاَثٌ رَكَعَاتٍ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعات وتر پڑھی اور آخر ہی میں سلام پھیرا۔

٦٩١٠: عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّهُ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ، لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ.

حضرت امام مکحول تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مکحول تابعی رحمہ اللہ تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے اور آخری رکعت ہی میں سلام پھیرا کرتے تھے۔

٦٩٠٦: عَنْ هِشَامِ بْنِ الْغَازِ، عَنْ مَكْحُولٍ: أَنَّهُ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ، لا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ.

امام سعید بن مسیب تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام سعید بن مسیب تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر کی دوسری رکعت میں سلام نہیں پھیرا جائے گا۔

٦٩٠٧: عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: لا يُسَلَّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ.

امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ نے مجھے وتر کی دوسری رکعت میں سلام پھیرنے سے منع فرمایا ہے۔

٦٩٠٨: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: نَهَانِي إِبْرَاهِيمُ أَنْ أُسَلِّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ.

امام ابو العالیہ تابعی اور امام خلاس تابعی رحمہما اللہ سے ثبوت:

امام ابو العالیہ تابعی اور امام خلاس تابعی فرماتے ہیں کہ وتر اسی طرح پڑھو جس طرح تم مغرب پڑھتے ہو۔

٦٩٠٩: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةَ وَخِلَاسًا عَنِ الْوِتْرِ، فَقَالَا: اصْنَعْ فِيهِ كَمَا تَصْنَعُ فِي الْمَغْرِبِ.

ایک ہی سلام کے ساتھ تین رکعات وتر مسلمانوں کا متفق علیہ مسئلہ:

حضرت امام حسن بصری تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نمازِ وتر تین رکعات ہیں اور سلام ان کے آخر ہی میں پھیرا جائے گا۔

- «مصنف ابن أبي شيبة» میں ہے کہ:

٦٩٠٤: عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ، لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ.

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے مختلف مذاہب ذکر کرتے ہوئے یہ بھی ذکر فرمایا کہ متعدد ائمہ کرام کے نزدیک وتر کی تین رکعات کے آخر ہی میں سلام پھیرا جائے گا، اور یہی مذہب حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت انس، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے۔ یہ مذہب بیان کرنے کے بعد اس مذہب کے متعدد دلائل بیان فرمائے، ملاحظہ فرمائیں:

- «الأوسط للإمام ابن منذر» میں ہے کہ:

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: يُوتِرُ بِثَلَاثٍ، وَمِمَّنْ رُوِيَ عَنْهُ ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ مَسْعُودٍ، وَأَبُو أُمَامَةَ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ:

٢٦٤٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ذَاتَ يَوْمٍ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ تَجَوَّزَ بَعْدَهَا بِرَكَعَاتٍ، ثُمَّ قَالَ ثَابِتٌ: أَلَا يُوتِرُ؟ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ إِنَّمَا يُرِيدُ أَنْ يُرِيَنِي وِتْرَهُ، قَالَ: «فَأَوْتَرَ بِثَلَاثٍ كَأَنَّهُنَّ الْمَغْرِبُ».

٢٦٤٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

٢٦٤٩- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: قَالَ لِي

ابْنُ عَفَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: الْوِتْرُ بِثَلَاثٍ كَوِتْرِ النَّهَارِ الْمَغْرِبِ.

٢٦٥٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ لَمَّا دَفَنَ أَبَا بَكْرٍ وَفَرَغَ مِنْهُ وَقَدْ كَانَ صَلَّى صَلَاةَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةَ أَوْتَرَ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، وَأَوْتَرَ مَعَهُ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

٢٦٥١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَارِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هَارُونَ الْغَنَوِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ حِطَّانَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: الْوِتْرُ ثَلَاثَةٌ.

٢٦٥٢- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ، عَنْ زَاذَانَ أَبِي عُمَرَ: أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ يَعْنِي يُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

٢٦٥٣- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ قَالَ: كَانَ أَبُو أُمَامَةَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، وَبِهِ قَالَ أَصْحَابُ الرَّأْيِ، وَقَالَ سُفْيَانُ: أَعْجَبُ إِلَيَّ ثَلَاثٌ.

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ احناف کا مذہب حضور اقدس ﷺ سے بھی ثابت ہے، حضرات صحابہ کرام سے بھی اور جلیل القدر تابعین سے بھی الحمدللہ۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
15 جُمادَی الاُولیٰ 1441ھ/11 جنوری 2020

دعائے قنوت کے لیے
ہاتھ اُٹھانے اور تکبیر کہنے کا ثبوت

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

بعض حضرات یہ شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ احناف جو نمازِ وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے پہلے ہاتھ اُٹھاتے ہیں یعنی رفعُ الیدَین کرتے ہیں اور تکبیر کہتے ہیں، ان دونوں باتوں کا کوئی ثبوت نہیں۔ حالاں کہ یہ بات درست نہیں، کیوں کہ نمازِ وتر میں دعائے قنوت سے پہلے رفع الیدین کرنا بھی ثابت ہے اور تکبیر کہنا بھی ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

نمازِ وتر میں دعائے قنوت سے پہلے ہاتھ اُٹھانے کا ثبوت:

1۔ حضرت امام اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نمازِ وتر کی آخری رکعت میں سورتِ اخلاص پڑھتے، پھر رفعُ الیدین کرتے، پھر دعائے قنوت پڑھتے۔

- رفع اليدين في الصلاة للبخاري:

١٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ الْمُحَارِبِيُّ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي آخِرِ رَكْعَةٍ مِنَ الْوِتْرِ: «قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ»، ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ.

قَالَ الْبُخَارِيُّ: هَذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا صَحِيحَةٌ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، لَا يُخَالِفُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَلَيْسَ فِيهَا تَضَادٌّ؛ لِأَنَّهَا فِي مَوَاطِنَ مُخْتَلِفَةٍ.

- المعجم الكبير للطبراني:

٩٤٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ الْأَزْدِيُّ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يَقْرَأُ فِي آخِرِ رَكْعَةٍ مِنَ الْوِتْرِ: «قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ»، ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ.

- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:

٣٤٧١- عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يَقْرَأُ فِي آخِرِ الرَّكْعَةِ مِنَ الْوِتْرِ: «قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ» ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ.

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الْكَبِيرِ»، وَفِيهِ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ وَهُوَ مُدَلِّسٌ وَهُوَ ثِقَةٌ.

(بَابُ الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ)

2۔ حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعائے قنوت میں رفعُ الیدین کرتے تھے۔

- رفع اليدين في الصلاة للبخاري:

١٦٢- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ هُوَ جَعْفَرُ بْنُ مَيْمُونٍ بَيَّاعُ الْأَنْمَاطِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْقُنُوتِ. ....

قَالَ الْبُخَارِيُّ: هَذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا صَحِيحَةٌ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، لَا يُخَالِفُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَلَيْسَ فِيهَا تَضَادٌ؛ لِأَنَّهَا فِي مَوَاطِنَ مُخْتَلِفَةٍ.

حضرات اہلِ علم کے لیے یہ نکتہ مفید ہے کہ اس روایت میں نمازِ وتر یا نمازِ فجر کی دعائے قنوت کی تخصیص نہیں، بلکہ یہ عام ہے کہ اس میں نمازِ وتر اور نمازِ فجر دونوں کی دعائے قنوت شامل ہو جاتی ہے، اس لیے اس سے نمازِ وتر کی دعائے قنوت کے لیے بھی رفعُ الیدین ثابت ہو جاتا ہے کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نمازِ وتر میں بھی دعائے قنوت ثابت ہے، دیکھیے مصنف ابن ابی شیبہ :

٦٩٧٢- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنِ الْحَارِثِ الْعُكْلِيِّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ: أَنَّ عُمَرَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ.

دوم یہ کہ اس سے اتنا معلوم ہو جاتا ہے کہ دعائے قنوت میں رفع الیدین ثابت ہے، اس لیے اگر اس سے فقط نمازِ فجر کی دعائے قنوت بھی مراد لے لی جائے تب بھی اس پر وتر کی دعائے قنوت کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(دیکھیے: اعلاء السنن)

تنبیہ:

مذکورہ دونوں روایات معتبر ہیں، جنھیں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ جہاں تک پہلی روایت کے راوی لیث بن ابی سُلیم کا تعلق ہے تو شیخ الاسلام محدث عصر علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حسن الحدیث یعنی معتبر راوی ہیں۔

- إعلاء السنن:

قلت: أخرج له مسلم واستشهد به البخاري فهو حسن الحديث. (باب الوتر حديث: ١٧٠٢)

3۔ حضرت ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دعائے قنوت کے لیے اپنے ہاتھوں کو اُٹھائیں۔

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٧٠٢٦- حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: ارْفَعْ يَدَيْك لِلْقُنُوتِ.

وتر میں دعائے قنوت کے لیے ہاتھ اُٹھانے کے وقت تکبیر کہنے کا ثبوت:

1۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب قرأت سے فارغ ہو جاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دعائے قنوت سے فارغ ہو جاتے تو تکبیر کہتے اور رکوع میں چلے جاتے۔

- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:

٢٨٢٥- عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ حِينَ يَفْرُغُ مِنَ الْقِرَاءَةِ ثُمَّ إِذَا فَرَغَ مِنَ الْقُنُوتِ كَبَّرَ وَرَكَعَ.
رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الْكَبِيرِ»، وَفِيهِ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ وَهُوَ ثِقَةٌ وَلَكِنَّهُ مُدَلِّسٌ.
(بَابُ الْقُنُوتِ)

وفي إعلاء السنن:

قلت: أخرج له مسلم واستشهد به البخاري فهو حسن الحديث. (باب الوتر حديث: ١٧٠٢)

2۔ حضرت ابو عبد الرحمن سُلمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرأت سے فارغ ہو جانے کے بعد دعائے قنوت کے لیے تکبیر کہی اور جب رکوع میں جانے لگے تو اُس وقت بھی تکبیر کہی۔

- شرح مشكل الآثار:

قَدْ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى يَعْنِي الثَّعْلَبِيَّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ: أَنَّ عَلِيًّا كَبَّرَ فِي الْقُنُوتِ حِينَ فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَحِينَ رَكَعَ. (بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِيهِ مِنَ الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ)

3۔ حضرت ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم دعائے قنوت پڑھنے لگو تو اس کے لیے تکبیر کہو، اور جب تم رکوع میں جانے لگو تو اس کے لیے تکبیر کہو۔

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٧٠٢٢- حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَقْنُتَ فَكَبِّرْ لِلْقُنُوتِ، وَكَبِّرْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَرْكَعَ.

4۔ امام حکم، امام حماد اور امام ابو اسحاق تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب وہ وتر پڑھنے والا قرأت سے فارغ ہو جائے تو تکبیر کہے، پھر اس کے بعد دعائے قنوت پڑھے۔

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٧٠٢٥- حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَكَمَ وَحَمَّادًا وَأَبَا إِسْحَاقَ يَقُولُونَ فِي قُنُوتِ الْوِتْرِ: إِذَا فَرَغَ كَبَّرَ، ثُمَّ قَنَتَ.

حاصل یہ کہ نمازِ وتر میں دعائے قنوت سے پہلے رفع الیدین کرنا اور تکبیر کہنا متعدد جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے، اس لیے اس کو بلا دلیل کہنا صریح غلطی ہے جو کہ لاعلمی کا نتیجہ ہے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
18 جُمادَی الاُولیٰ 1443ھ/23 دسمبر 2021

نمازِ وتر کی قضا کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نمازِ وتر کی قضا کا حکم:

مسئلہ 1۔ نمازِ وتر واجب نماز ہے، اس لیے اگر کسی شخص نے اسے اپنے وقت یعنی عشا کے وقت کے اندر اندر ادا نہیں کیا اور وقت ختم ہو گیا یعنی فجر کا وقت داخل ہو گیا تو ایسی صورت میں یہ قضا ہو جاتی ہے اور اس کی قضا واجب ہوتی ہے، گویا کہ یہ نمازِ وتر اُن نمازوں میں سے ہے جن کی قضا ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ قضا نمازِ وتر کی ادائیگی احادیث سے بھی ثابت ہے، چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جو شخص نمازِ وتر سے سو تا رہ جائے یا وہ نمازِ وتر کو بھول جائے تو اسے جب بھی یاد آئے تو اُسے چاہیے کہ وہ اس کو ادا کرے۔“

- سنن أبي داود:

١٤٣٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي غَسَّانَ مُحَمَّدِ بْنِ مُطَرِّفٍ الْمَدَنِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّهِ إِذَا ذَكَرَهُ». (باب فِي الدُّعَاءِ بَعْدَ الْوِتْرِ)

اس حدیث سے متعدد حضرات ائمہ مجتہدین اور فقہائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ جب نمازِ وتر رہ جائے اور وقت نکل جائے تو اس کی قضا ادائیگی واجب ہے کیوں کہ اس حدیث میں وقت کے اندر وتر کے یاد آنے کی قید نہیں ہے بلکہ یہ مطلق اور عام ہے کہ چاہے وقت کے اندر نمازِ وتر یاد آئے یا وقت کے بعد یاد آئے؛ دونوں ہی صورتوں میں اس کی ادائیگی ضروری ہے، البتہ وقت کے اندر یاد آئے تو اس کو ادا کہتے ہیں اور جب وقت کے بعد یاد آئے تو اس کو قضا کہتے ہیں۔

مزید یہ کہ بعض روایات میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ جب کوئی شخص نمازِ وتر پڑھے بغیر ہی سو جائے اور صبح کو بیدار ہو جائے تو اس وقت بھی وتر ادا کرے۔ یہ صراحت اس بات کی دلیل ہے کہ قضا وتر کی ادائیگی واجب ہے کیوں کہ صبح ہو جانے کے بعد تو نمازِ وتر کا وقت نکل جاتا ہے اور وہ قضا ہو جاتی ہے اور جب وقت نکل جانے کے بعد اسے ادا کیا جائے تو وہ قضا ہی کہلاتی ہے۔ ذیل میں روایات ملاحظہ فرمائیں:

• سنن ابن ماجه:

١١٨٨- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمَدِينِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّ إِذَا أَصْبَحَ، أَوْ ذَكَرَ». (بَابُ فِيمَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ أَوْ نَسِيَهُ)

• المستدرك على الصحيحين:

١١٢٧- أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْرِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ الْفَقِيهُ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّهِ إِذَا أَصْبَحَ أَوْ ذَكَرَهُ».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: على شرطهما. (كِتَابُ الْوِتْرِ)

تنبیہ:

واضح رہے کہ نمازِ وتر چاہے بھول کر رہ جائے، جان بوجھ کر ترک کر دی جائے یا سونے کی وجہ سے رہ جائے؛ تو بہر صورت وقت نکل جانے کی صورت میں یہ قضا کہلاتی ہے اور اس کی قضا ادائیگی واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ 2:

اسی طرح اگر کسی شخص نے وقت کے اندر اندر نمازِ وتر ادا کی، لیکن وقت نکل جانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ نمازِ وتر درست نہیں تھی تو ایسی صورت میں بھی اس کا اعادہ یعنی اس کی قضا واجب ہو گی۔

مسئلہ 3:

اگر کسی شخص کے ذمے وتر نمازوں کی قضا باقی ہو تو زندگی میں ان کی ادائیگی کی کوشش کرنی چاہیے، اور ساتھ میں وصیت بھی کرنی چاہیے کہ میرے ذمے اتنی وتر نمازوں کی قضا باقی ہے، اس لیے میرے مرنے کے

بعد میرے مال میں سے اس کا فدیہ دے دیا جائے۔ اس لیے کہ قضا وتر نماز کا فدیہ دینا بھی واجب ہے۔ واضح رہے کہ وصیت اور فدیہ سے متعلق ضروری تفصیلات بندہ کی کتاب ''وصیت کے احکام'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

تفصیلی عبارات

- التيسير بشرح الجامع الصغير:

(من نام عن وتره أو نسيه فليصله إذا) انتبه في الاولى، وإذا (ذكره) في الثانية، وفيه أن الوتر يقضى كالفرض، وعليه الشافعي (حم ك عن أبي سعيد) الخدري. (حرف الميم)

- فيض القدير:

٩٠٥٤- (من نام عن وتره) في رواية بدله: «حزبه»، وهو ما يجعله الإنسان على نفسه من نحو صلاة وتلاوة كالورد (أو نسيه فليصله إذا ذكره) لفظ رواية الدارقطني: «إذا أصبح وذكره»، زاد الترمذي: «وإذا استيقظ». وفيه أن الوتر يقضى دائما كالفرض وهو مذهب الشافعي.

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

١٢٦٨- (وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ) تَابِعِيٌّ مَشْهُورٌ. قِيلَ: وَأَبُوهُ صَحَابِيٌّ وَهُوَ مَوْلَى عُمَرَ (قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: (مَنْ نَامَ عَنْ وَتْرِهِ فَلْيُصَلِّ)، أَيْ: قَضَاءً (إِذَا أَصْبَحَ): يَعْنِي قَبْلَ فَرْضِ الصُّبْحِ إِذَا كَانَ صَاحِبَ تَرْتِيبٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِنْ أَمْكَنَ، وَإِلَّا فَبَعْدَهُ وَلَوْ آخِرَ الْعُمُرِ، وَظَاهِرُ الْحَدِيثِ يُؤَيِّدُ مَذْهَبَهُ، وَقَالَ ابْنُ الْمَلَكِ، أَيْ فَلْيَقْضِ الْوَتْرَ بَعْدَ الصُّبْحِ مَتَى اتَّفَقَ، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الشَّافِعِيُّ فِي أَظْهَرِ قَوْلَيْهِ، وَقَالَ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ: لَا يَقْضِي الْوَتْرَ بَعْدَ الصُّبْحِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا) قَالَ مِيرَكُ نَقْلًا عَنِ التَّصْحِيحِ: وَلَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيثِ أَغَرَّ الْمَدَنِيِّ عِنْدَ الطَّبَرَانِيِّ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ، قُلْتُ: الْمُرْسَلُ حُجَّةٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ، وَكَذَا إِذَا اعْتَضَدَ بِشَاهِدٍ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ، فَقَوْلُ ابْنِ حَجَرٍ: «إِنَّ هَذَا الْمُرْسَلَ مَقُولًا لِأَنَّ الْحُجَّةَ وَحْدَهُ» غَفْلَةٌ عَنِ اعْتِضَادِهِ. (بَابُ الْوَتْرِ)

- تحفة الفقهاء:

وَإِذا ترك الْوتر عَن وقته حَتَّى طلع الْفجْر يجب عَلَيْهِ الْقَضَاء عِنْد أَصْحَابنَا، وعَلى قَول

الشَّافِعِي لَا يجب؛ لِأَنَّهُ سنة. وَأما على قَول أبي حنيفَة فَلَا يشكل؛ لِأَنَّهُ وَاجِب، وَإِنَّمَا الْمُشكل على قَوْلهمَا فَإِنَّهُ سنة عِنْدهمَا، فَكَانَ يَنْبَغِي أَن لَا يقْضِي، وَلَكِن هَذَا هُوَ الْقيَاس عِنْدهمَا، وَكَذَا رُوِيَ عَنْهُمَا فِي غير رِوَايَة الْأُصُول. وَجَوَاب ظَاهر الرِّوَايَة هُوَ الِاسْتِحْسَان، وتركا الْقيَاس بالأثر وَهُوَ مَا رُوِيَ عَن النَّبِي عَلَيْهِ السَّلَام أَنه قَالَ: «من نَام عَن وتر أَو نَسيَه فليصله إِذا ذكره». وَلم يفصل بَين مَا إِذا تذكر فِي الْوَقْت أَو بعده. (بَاب مَوَاقِيت الصَّلَاة)

- **الدر المختار:**

(وَلَوْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلَوَاتٌ فَائِتَةٌ وَأَوْصَى بِالْكَفَّارَةِ يُعْطَى لِكُلِّ صَلَاةٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ) كَالْفِطْرَةِ (وَكَذَا حُكْمُ الْوِتْرِ) وَالصَّوْمِ. (باب قضاء الفوائت)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

21 جُمادَی الاُولیٰ 1443ھ/ 26 دسمبر 2021

نمازِ جُمعہ

کی سنّت نماز اور اس کی رکعات کی تعداد

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

جمعہ کی سنتوں سے متعلق احناف کا مذہب اور اس کی تفصیل:

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں، اور جمعہ کی فرض نماز کے بعد بھی چار رکعات سنت مؤکدہ ہیں، جبکہ امام ابو یوسف یعقوب رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات سنت مؤکدہ ہیں، کیوں کہ بعض روایات میں چھ رکعات کا بھی ذکر آیا ہے۔ اسی اختلاف کے پیشِ نظر متعدد حضرات فقہائے کرام نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا ہے، جبکہ متعدد حضرات فقہائے کرام امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے ساتھ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات ادا کرنا زیادہ بہتر اور افضل ہے، اسی تناظر میں بعض حضرات اکابر نے ان دو رکعات کو سنتِ غیر مؤکدہ بھی قرار دیا ہے۔ گویا کہ افضل یہی ہے کہ چھ رکعات ادا کی جائیں کہ اس میں احتیاط بھی ہے۔

جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات ادا کرنے کی صورت میں یہ بھی درست ہے کہ پہلے چار رکعات ادا کی جائیں پھر دو، جیسا کہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مذہب ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ پہلے دو رکعات ادا کی جائیں پھر چار رکعات، بعض حضرات اکابر نے اس کو بہتر قرار دیا ہے کیوں کہ روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: درس ترمذی جلد دوم)

- العرف الشذی شرح سنن الترمذی میں ہے:

السنن قبل الجمعة أربعة عندنا، وعند الشافعي: ركعتان. وأما بعد الجمعة فركعتان عند الشافعي، وأربع عند أبي حنيفة، وست ركعات عند صاحبيه، وفي الست طريقان، والمختار عندي: أن يأتي بالركعتين قبل الأربع؛ لعمل ابن عمر في «سنن أبي داود».

(باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة وبعدها)

جمعہ کی فرض نماز سے قبل اور اس کے بعد سنت نماز احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، یہی جمہور ائمہ کرام کا مذہب ہے، اس سے متعلق تفصیل اور دلائل ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ یہ مسئلہ بخوبی واضح ہو سکے۔

نمازِ جمعہ کی سنّت نماز اور اس کی رکعات کا ثبوت

1۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو شخص غسل کرکے حسبِ استطاعت پاکی حاصل کرلے، پھر تیل یا خوشبو لگا کر جمعہ کے لیے آئے، پھر حسبِ توفیق نماز ادا کرے پھر جب امام خطبہ کے لیے آئے تو خاموش ہو جائے؛ تو اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک اس کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں'':

٩١٠: عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ وَدِيعَةَ: حَدَّثَنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ: غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى». (بَاب لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ)

2۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو شخص غسل کرکے جمعہ کے لیے آئے، پھر جتنی نماز مقدر میں ہو وہ ادا کرے پھر خطبہ ختم ہونے تک خاموش رہے پھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے تو اس کے اگلے جمعہ تک اور مزید تین دن کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں'':

٢٠٢٤: عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الأُخْرَى وَفَضْلَ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ».

ان دو احادیث مبارکہ سے جمعہ کی فرض نماز سے پہلے نماز ادا کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، البتہ ان میں رکعات کی تعداد کا ذکر نہیں۔

3۔ سنن الترمذی میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ زوال کے بعد چار رکعات نماز ایک ہی سلام کے ساتھ ادا فرماتے:

٤٧٨- عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ: «إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ

صَالِحٌ». وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي أَيُّوبَ. حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الزَّوَالِ، لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ».

اس حدیث سے زوال کے بعد چار رکعات ادا کرنے سے متعلق حضور اقدس ﷺ کی عادتِ مبارکہ ثابت ہورہی ہے اور اس میں چوں کہ جمعہ کا استثنا نہیں ہے بلکہ یہ تمام ایام کو شامل ہے اس لیے اس سے معلوم ہورہا ہے کہ جمعہ کے دن فرض نماز سے پہلے بھی چار رکعات سنت ہیں۔

4۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے:

١١٢٩- عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوفِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرْكَعُ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، لَا يَفْصِلُ فِي شَيْءٍ مِنْهُنَّ. (بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ قَبْلَ الْجُمُعَةِ)

5۔ المعجم الاوسط میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے:

١٦١٧- عن عاصم بن ضمرة عن علي قال: كان رسول الله ﷺ يصلي قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا يجعل التسليم في آخرهن ركعة.

"اِعلاءُ السنن" میں امام العصر شیخ الاسلام حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کی تحقیق فرما کر اس کی سند کو حَسن قرار دیا ہے۔

6۔ "المعجم الاوسط" میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات ادا فرماتے:

٣٩٥٩- عن أبي عبيدة عن عبد الله، عن النبي ﷺ: أنه كان يصلي قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا.

7۔ "المعجم الکبیر" میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے:

١٢٦٧٤- عن الحجاج بن أرطاة عن عطية العوفي، عن ابن عباس قال: كان رسول الله ﷺ يركع قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا لا يفصل بينهن.

احادیثِ مذکورہ کی اِسنادی حیثیت:

حضور اقدس ﷺ سے جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعات کے ثبوت پر مشتمل ان احادیث مبارکہ پر بعض محدثین کرام نے کلام کیا ہے جبکہ بعض کو شدید ضعیف قرار دیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اوّل تو یہ احادیث تمام تر ضعیف نہیں ہیں بلکہ ان میں حَسن درجے کی احادیث بھی ہیں، دوم یہ کہ یہ احادیث مجموعی طور پر باہمی تقویت کا باعث بن جاتی ہیں جس کی وجہ سے ضعیف احادیث بھی حسن کے درجے تک پہنچ جاتی ہیں، خصوصًا جبکہ ان احادیث میں بعض حسن درجے کی بھی ہیں جن سے مزید تقویت مل جاتی ہے، سوم یہ کہ جن احادیث میں جمعہ کی فرض نماز سے پہلے نماز ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ان سے بھی تائید مل جاتی ہے، چہارم یہ کہ جلیل القدر صحابہ کرام کی قولی اور فعلی احادیث سے بھی ان مرفوع احادیث کی بخوبی تائید ہو جاتی ہے، پنجم یہ کہ ان جلیل القدر صحابہ کرام نے جمعہ سے پہلے کی چار رکعات اپنی جانب سے بیان نہیں کی کیوں کہ رکعات کی تعداد اپنی طرف سے بیان نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی اس میں اجتہاد کا عمل دخل ہوتا ہے، بلکہ حضور ﷺ سے سن کر یا انھیں دیکھ کر ہی رکعات کی تعداد بیان کی جاسکتی ہے۔ اس لیے ان مذکورہ بالا مرفوع احادیث کو اس تناظر میں قبول کرنے اور ان کو ذکر کرنے میں مضائقہ نہیں۔ ان کی تفصیل آگے مذکور ہے۔ ان احادیث کی اسناد کی تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں: اِعلاء السنن از امام العصر شیخ الاسلام حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ۔

8۔ سنن الترمذی میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جو شخص جمعہ کی فرض نماز کے بعد نماز ادا کرے تو چار رکعات ادا کرے‘‘:

٥٢٣- عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا». هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

9۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جب تم جمعہ کی فرض نماز کے بعد نماز ادا کرو تو چار رکعات ادا کرو":

١١٣٢- عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا صَلَّيْتُمْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَصَلُّوهَا أَرْبَعًا».

- یہ حدیث سنن ابی داود میں بھی ہے:

١١٣٣- عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ -قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ: قَالَ-: «مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا». وَتَمَّ حَدِيثُهُ، وَقَالَ ابْنُ يُونُسَ: «إِذَا صَلَّيْتُمُ الْجُمُعَةَ فَصَلُّوا بَعْدَهَا أَرْبَعًا». قَالَ: فَقَالَ لِي أَبِي: يَا بُنَيَّ فَإِنْ صَلَّيْتَ فِي الْمَسْجِدِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَتَيْتَ الْمَنْزِلَ أَوِ الْبَيْتَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ».

- یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے:

٥٤١٦- حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا».

ان احادیث سے جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعات سنت کا صراحت سے ثبوت ملتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٠٥- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَهَا أَرْبَعًا.

ترجمہ: جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ کی فرض نماز سے قبل چار رکعات ادا فرماتے۔

اس سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بلکہ معمول ثابت ہوتا ہے کہ وہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات سنت ادا فرماتے۔

اُمُّ المؤمنین حضرت صفیّہ رضی اللہ عنہا سے ثبوت:

حضرت صافیہ تابعیہ فرماتی ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ انھوں نے جمعہ کے دن امام کے آنے سے پہلے چار رکعات ادا فرمائیں اور پھر امام کے ساتھ دو رکعات ادا فرمائی۔

- طبقات ابن سعد میں ہے:

١١٩١٩- أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ صَافِيَةَ سَمِعَهَا وَهِيَ تَقُولُ: رَأَيْتُ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ صَلَّتْ أَرْبَعًا قَبْلَ خُرُوجِ الْإِمَامِ وَصَلَّتِ الْجُمُعَةَ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ.

اس روایت میں ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

1۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کی فرض نماز سے پہلے طویل نماز ادا فرماتے اور جمعہ کے بعد دو رکعات ادا فرماتے اور یہ فرماتے کہ حضور اقدس ﷺ بھی اسی طرح عمل فرمایا کرتے۔

- سنن ابی داود میں ہے:

١١٣٠- عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُطِيلُ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ، وَيُصَلِّي بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

- صحیح ابن حبان میں ہے:

٢٤٧٦: عن نافع قال: كان ابن عمر يطيل الصلاة قبل الجمعة، ويصلي بعدها ركعتين في بيته، ويحدث أن رسول الله ﷺ كان يفعل ذلك.

- صحیح ابن خزیمہ میں ہے:

١٨٣٦- عن أيوب قال: قلت لنافع: أكان ابن عمر يصلي قبل الجمعة؟ فقال: قد كان يطيل الصلاة قبلها ويصلي بعدها ركعتين في بيته ويحدث أن رسول الله ﷺ كان يفعل ذلك.

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۵٤۰۳- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُهَجِّرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَيُطِيلُ الصَّلَاةَ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ الْإِمَامُ.

ان احادیث میں اگرچہ رکعات کی تعداد کا ذکر نہیں البتہ ان سے جمعہ کی فرض نماز سے پہلے نماز پڑھنے کا ثبوت بلکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ فرماتے کہ حضور ﷺ بھی اسی طرح عمل فرمایا کرتے۔ رکعات کی تعداد کا ذکر آئندہ کی سطور میں موجود ہے، اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے نماز ثابت نہیں۔ اس نماز سے سنت نماز مراد لینا زیادہ مناسب ہے، جس کی تفصیل آگے مذکور ہے۔

2۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کی فرض نماز سے قبل چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے، پھر جمعہ کے بعد دو رکعات ادا فرماتے پھر چار رکعات۔

- شرح معانی الآثار میں ہے:

۱۸۱٦: عن جبلة بن سحيم عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما: أنه كان يصلى قبل الجمعة أربعا، لا يفصل بينهن بسلام، ثم بعد الجمعة ركعتين ثم أربعا.

3۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کی فرض نماز کے بعد دو رکعات ادا فرماتے پھر چار رکعات۔

- سنن الترمذی میں ہے:

وَابْنُ عُمَرَ هُوَ الَّذِي رَوَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَابْنُ عُمَرَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ الجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّى بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ أَرْبَعًا.

4۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات ادا فرماتے: پہلے دو رکعات، پھر چار۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤١٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ صَلَّى بَعْدَهَا سِتَّ رَكَعَاتٍ: رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَرْبَعًا.

ان روایات میں جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جمعہ کی فرض نماز سے قبل چار رکعات سنت اور جمعہ کے بعد چھ رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

امام ابو عبد الرحمن سلمی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم فرماتے کہ ہم جمعہ کی فرض نماز سے قبل چار رکعات اور جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کریں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ہمیں حکم دیا کہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد پہلے دو رکعات ادا کریں، پھر چار رکعات۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤١٠- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا ابْنُ مَسْعُودٍ، فَكَانَ يَأْمُرنَا أَنْ نُصَلِّيَ بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيٌّ أَمَرْنَا أَنْ نُصَلِّيَ سِتًّا، فَأَخَذْنَا بِقَوْلِ عَلِيٍّ، وَتَرَكْنَا قَوْلَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْن، ثُمَّ أَرْبَعًا.

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٥٥٢٥- عبد الرزاق عن الثوري، عن عطاء بن السائب، عن أبي عبد الرحمن السلمي قال: كان عبد الله يأمرنا أن نصلي قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا، حتى جاءنا علي فأمرنا أن نصلي بعدها ركعتين ثم أربعا.

- المعجم الکبیر میں ہے:

٩٥٥١- حدثنا إسحاق بن إبراهيم عن عبد الرزاق، عن الثوري، عن عطاء بن السائب، عن أبي عبد الرحمن السلمي قال: كان ابن مسعود يأمرنا أن نصلي قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا، حتى جاء علي فأمرنا أن نصلي بعدها ركعتين ثم أربعا.

ان تین احادیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات سنت کا حکم دینا ثابت ہوتا ہے اور جمعہ کی نماز کے بعد بھی چار رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے، البتہ حضرت علی رضی اللہ

عنہ سے جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے۔ان دو جلیل القدر حضرات صحابہ کا لوگوں کو اس کا حکم دینا ان سنتوں کے مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات ادا فرماتے۔

- سنن الترمذی میں ہے:

وَرُوِي عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الجُمُعَةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا.

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے۔اس روایت کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوری اور امام عبداللہ بن مبارک کا بھی وہی مذہب ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے:

وَذَهَبَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ إِلَى قَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ.

2۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ ادا فرماتے۔

- شرح معانی الآثار میں ہے:

١٨١٩- حدثنا أبو بشر الرقى قال: حدثنا أبو معاوية الضرير عن محل الضبي، عن إبراهيم: أن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كان يصلي قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا لا يفصل بينهن بتسليم.

3۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے۔

4۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعات ادا فرماتے، پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ چھ رکعات ادا فرماتے: پہلے دو رکعات، پھر چار۔

5۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعات ادا فرماتے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٠٢- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا.

٥٤١١- حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَمَّا قَدِمَ عَلِيٌّ صَلَّى سِتًّا: رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعًا.

٥٤١٧- حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ: كَانَ عَبْدِ اللهِ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا.

٥٤١٨- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا.

٥٤١٩- حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا.

ان روایات میں جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جمعہ کی فرض نماز سے قبل بھی چار رکعات سنت اور جمعہ کی فرض نماز کے بعد بھی چار رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد پہلے دو رکعات ادا کریں پھر چار رکعات۔

- سنن الترمذی میں ہے:

وَرُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ: أَمَرَ أَنْ يُصَلَّى بَعْدَ الجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَرْبَعًا.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات ادا فرماتے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤١٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ: كَانَ يُصَلِّي

بَعْدَ الْجُمُعَةِ سِتَّ رَكَعَاتٍ.

حضرت امام مسروق تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت امام مسروق تابعی رحمہ اللہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات ادا فرماتے: پہلے دو رکعات، پھر چار۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤١٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ سِتًّا: رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعًا.

حضرت امام علقمہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت علقمہ تابعی رحمہ اللہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعات ادا فرماتے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٢٠- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَن عَلْقَمَةَ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ، لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ.

حضرت امام اسود تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت اسود تابعی رحمہ اللہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعات ادا فرماتے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٢١- حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي حُصَينٍ قَالَ: رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ بْنَ يَزِيدَ صَلَّى بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا.

جمعہ کی سنتوں سے متعلق چند اہم امور کی وضاحت:

1: مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات سنت ہیں، البتہ بعض احادیث میں جمعہ سے قبل دو رکعات ادا کرنے کا بھی ذکر ہے تو اس سے یا تو چار رکعات سنت کے علاوہ کوئی نفل نماز مراد ہے، یا وہ کسی عذر کی صورت میں ہے، اس لیے وہ احادیث چار رکعات والی احادیث کے خلاف نہیں اور یہی تطبیقی صورت ہے۔

2: جمعہ کی فرض نماز کے بعد احادیث سے چار بھی ثابت ہیں اور بعض جلیل القدر صحابہ کرام سے چھ بھی ثابت ہیں، اس لیے اگر کوئی شخص چھ رکعات سنت ادا کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ فضیلت کی بات ہے جس کی تفصیل شروع میں بیان ہوچکی۔

3: اصولی بات یہ ہے کہ جب رکعات کی تعداد احادیث میں مختلف وارد ہو تو ایسی صورت میں ان احادیث کے مابین ٹکراؤ کی صورت پیدا کرنا مناسب نہیں اور نہ ہی یہ احادیث کا تقاضا ہے، بلکہ دلائل کے پیشِ نظر بعض کو اصل قرار دیا جائے گا جبکہ دیگر میں تأویل کی جائے گی تاکہ ٹکراؤ کے بجائے تطبیق پیدا ہو۔

4: بعض حضرات نے احادیث میں مذکور جمعہ سے قبل کی نماز سے نفل نماز مراد لی ہے، تو ان کی یہ بات درست نہیں کیوں کہ اوّل تو اس پر کوئی دلیل نہیں کہ اس سے نفل نماز مراد ہے۔ دوم یہ کہ مذکورہ بالا دلائل سے ان سنتوں کی تاکید اور فضیلت معلوم ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ صورتحال نفل میں نہیں ہوتی، بلکہ اس کی تو محض ترغیب دی جاتی ہے۔ سوم یہ کہ امت کے جلیل القدر ائمہ مجتہدین نے بھی اس سے سنت نماز مراد لی ہے جو کہ ہم سے علم و فضل اور ہر اعتبار سے عالی تھے۔ چہارم یہ کہ یہی نفل والی بات پھر دیگر احادیث کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے کہ جہاں سنت نمازوں کا ذکر ہے حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ بات بلادلیل ہے کہ ان احادیث میں نماز سے مراد سنت نہیں بلکہ نفل ہے۔

5: بعض احادیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر تشریف لے

گئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ سے قبل سنت نماز نہیں ہے، حالاں کہ اس سے یہ ہر گز معلوم نہیں ہوتا کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ سے قبل سنت نماز ادا نہیں فرماتے تھے کیوں کہ یہ عینِ ممکن ہے کہ سنت نماز گھر میں ادا فرمائی ہو حضور اقدس ﷺ کا معمول تھا کہ سنت اور نفل نماز گھر میں ادا فرماتے اور اس کی ترغیب بھی دیتے۔اور یہ معنی مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ ماقبل میں مذکور دلائل سے جمعہ سے قبل سنت نماز کا ثبوت ملتا ہے، اگر ہم اس حدیث سے سنت کی نفی مراد لیں گے تو احادیث میں باہمی ٹکراؤ پیدا ہو گا جو کہ ایک بے بنیاد بات ہے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

26ربیع الاوّل 1441ھ/24نومبر 2019

نمازِ جمعہ کے قعدہ میں شریک ہونے والا جمعہ پڑھے یا ظہر؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نمازِ جمعہ کے قعدہ میں شریک ہونے والا جمعہ پڑھے یا ظہر؟

نمازِ جمعہ میں امام کے سلام سے پہلے کسی بھی رکن میں شریک ہونے والا شخص نمازِ جمعہ ہی کی نیت سے شریک ہوگا اور وہ نمازِ جمعہ ہی کو پانے والا شمار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ:

1۔ اگر کسی شخص سے نمازِ جمعہ کی پہلی رکعت نکل جائے اور وہ دوسری رکعت کو پالے تو وہ امام کے سلام کے بعد جمعہ ہی کی ایک رکعت ہی ادا کرے گا۔

2۔ اگر کوئی شخص نمازِ جمعہ میں امام کے سلام سے پہلے یعنی قعدہ میں شریک ہوا تو وہ امام کے سلام کے بعد جمعہ ہی کی دو رکعات ادا کرے گا۔ یہی حکم اُس صورت میں بھی ہے جب نمازِ جمعہ میں امام کے سجدہ سہو کے بعد کوئی شخص آکر شریک ہو جائے۔ یہ حضرات شیخین یعنی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ کا مذہب ہے، یہی راجح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اس لیے اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نمازِ جمعہ اور نمازِ ظہر دو مختلف نمازیں ہیں، اس لیے جب اس شخص نے امام کے ساتھ نمازِ جمعہ کی نیت باندھی ہے تو وہ امام کے سلام کے بعد نمازِ جمعہ ہی مکمل کرے گا، کیوں کہ نمازِ جمعہ کی نیت پر نمازِ ظہر کی ادائیگی درست نہیں ہو سکتی۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی صورت میں امام کے سلام کے بعد ظہر کی چار رکعات ادا کرے گا۔ واضح رہے کہ یہ قول راجح اور مفتیٰ بہ نہیں ہے۔

تنبیہ: مذکورہ مسئلے کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ نمازِ جمعہ کے لیے حاضر ہونے میں تاخیر گوارہ کی جائے، کیوں کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد نمازِ جمعہ کے لیے حاضری میں کسی شدید عذر کے بغیر تاخیر جائز ہی نہیں، بلکہ مذکورہ مسئلے سے مقصود یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے کسی شدید عذر کی وجہ سے اتنی تاخیر ہو گئی کہ وہ نمازِ جمعہ کی جماعت کے وقت ہی حاضر ہوا، یا اس نے کسی عذر کے بغیر اتنی تاخیر کے گناہ کا ارتکاب کر لیا ہے تو ان دونوں صورتوں میں وہ مذکورہ مسئلے کے مطابق ہی عمل کرے گا، یعنی اتنی تاخیر کے باوجود بھی اس کی نمازِ جمعہ فوت نہیں ہو جاتی، بلکہ وہ نمازِ جمعہ ہی کی نیت کر کے جماعت میں شامل ہوگا اور نمازِ جمعہ ہی مکمل کرے گا۔

روایات اور فقہی عبارات

- صحيح البخاري:

٦٣٥- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ رِجَالٍ، فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: «مَا شَأْنُكُمْ؟» قَالُوا: اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: «فَلَا تَفْعَلُوا، إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا». (بَاب قَوْلِ الرَّجُلِ: فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ)

- مُصنف ابن أبي شيبة:

٥٣٩٨- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَأَلْتُ الْحَكَمَ وَحَمَّادًا عَنِ الرَّجُلِ يَجِيءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ الإِمَامُ؟ قَالَا: يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

٥٣٩٩- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا جُوَيْبِرٌ عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ: إِذَا أَدْرَكَ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ جُلُوسًا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

٥٤٠٠- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

٥٤٠١- حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: مَنْ أَدْرَكَ التَّشَهُّدَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلاَةَ.

- الجوهرة النيرة:

(قَوْلُهُ: وَمَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّى مَعَهُ مَا أَدْرَكَ وَبَنَى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ) فَإِذَا قَامَ هَذَا الْمَسْبُوقُ إلَى قَضَائِهِ كَانَ مُخَيَّرًا فِي الْقِرَاءَةِ إنْ شَاءَ جَهَرَ وَإِنْ شَاءَ خَافَتْ. (قَوْلُهُ: وَإِنْ أَدْرَكَهُ فِي التَّشَهُّدِ أَوْ فِي سُجُودِ السَّهْوِ بَنَى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ، وَظَاهِرُ هَذَا أَنَّهُ يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ، وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِينَ أَنَّهُ لَا يَسْجُدُ فِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ؛ لِتَوَهُّمِ الزِّيَادَةِ مِنَ الْجُهَّالِ. (قَوْلُهُ: وَقَالَ مُحَمَّدٌ: إنْ أَدْرَكَ مَعَهُ أَكْثَرَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بَنَى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ) يَعْنِي إذَا أَدْرَكَهُ قَبْلَ أَنْ يَرْكَعَ أَوْ فِي الرُّكُوعِ. (قَوْلُهُ: وَإِنْ أَدْرَكَ

أَقَلَّهَا) بِأَنْ أَدْرَكَهُ وَقَدْ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ بَنَى عَلَيْهَا الظُّهْرَ، إِلَّا أَنَّهُ يَنْوِي الْجُمُعَةَ إِجْمَاعًا. (بَابُ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ)

- الدر المختار:

(وَمَنْ أَدْرَكَهَا فِي تَشَهُّدٍ أَوْ سُجُودِ سَهْوٍ) عَلَى الْقَوْلِ بِهِ فِيهَا (يُتِمُّهَا جُمُعَةً) خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ (كَمَا يُتِمُّ (فِي الْعِيدِ) اتِّفَاقًا كَمَا فِي عِيدِ «الْفَتْحِ»، لَكِنْ فِي «السِّرَاجِ» أَنَّهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لَمْ يَصِرْ مُدْرِكًا لَهُ (وَيَنْوِي جُمُعَةً لَا ظُهْرًا) اتِّفَاقًا، فَلَوْ نَوَى الظُّهْرَ لَمْ يَصِحَّ اقْتِدَاؤُهُ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَمَنْ أَدْرَكَهَا) أَيِ الْجُمُعَةَ (قَوْلُهُ أَوْ سُجُودِ سَهْوٍ) وَلَوْ فِي تَشَهُّدِهِ، ط. (قَوْلُهُ: عَلَى الْقَوْلِ بِهِ فِيهَا) أَيْ عَلَى الْقَوْلِ بِفِعْلِهِ فِي الْجُمُعَةِ. وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِينَ أَنْ لَا يَسْجُدَ لِلسَّهْوِ فِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ؛ لِتَوَهُّمِ الزِّيَادَةِ مِنْ الْجُهَّالِ، كَذَا فِي «السِّرَاجِ» وَغَيْرِهِ، «بَحْرٌ». وَلَيْسَ الْمُرَادُ عَدَمَ جَوَازِهِ، بَلِ الْأَوْلَى تَرْكُهُ؛ كَيْ لَا يَقَعَ النَّاسُ فِي فِتْنَةٍ، أَبُو السُّعُودِ عَن «الْعَزْمِيَّةِ»، وَمِثْلُهُ فِي «الْإِيضَاحِ» لِابْنِ كَمَالٍ. (قَوْلُهُ: يُتِمُّهَا جُمُعَةً) وَهُوَ مُخَيَّرٌ فِي الْقِرَاءَةِ إنْ شَاءَ جَهَرَ وَإِنْ شَاءَ خَافَتَ، «بَحْرٌ». (قَوْلُهُ: خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ) حَيْثُ قَالَ: إنْ أَدْرَكَ مَعَهُ رُكُوعَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بَنَى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ، وَإِنْ أَدْرَكَ فِيمَا بَعْدَ ذَلِكَ بَنَى عَلَيْهَا الظُّهْرَ؛ لِأَنَّهُ جُمُعَةٌ مِنْ وَجْهٍ وَظُهْرٌ مِنْ وَجْهٍ؛ لِفَوَاتِ بَعْضِ الشَّرَائِطِ فِي حَقِّهِ، فَيُصَلِّي أَرْبَعًا اعْتِبَارًا لِلظُّهْرِ، وَيَقْعُدُ لَا مَحَالَةَ عَلَى رَأْسِ الرَّكْعَتَيْنِ اعْتِبَارًا لِلْجُمُعَةِ، وَيَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ؛ لِاحْتِمَالِ النَّفْلِيَّةِ. وَلَهُمَا: أَنَّهُ مُدْرِكٌ لِلْجُمُعَةِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ حَتَّى تُشْتَرَطَ لَهُ نِيَّةُ الْجُمُعَةِ وَهِيَ رَكْعَتَانِ، وَلَا وَجْهَ لِمَا ذُكِرَ؛ لِأَنَّهُمَا مُخْتَلِفَانِ لَا يُبْنَى أَحَدُهُمَا عَلَى تَحْرِيمَةِ الْآخَرِ، كَذَا فِي «الْهِدَايَةِ». (قَوْلُهُ: لَكِنْ فِي «السِّرَاجِ» إلَخْ) أَقُولُ: مَا فِي «السِّرَاجِ» ذَكَرَهُ فِي عِيدِ «الظَّهِيرِيَّةِ» عَنْ بَعْضِ الْمَشَايِخِ، ثُمَّ ذَكَرَ عَنْ بَعْضِهِمْ أَنَّهُ يَصِيرُ مُدْرِكًا بِلَا خِلَافٍ، وَقَالَ: وَهُوَ الصَّحِيحُ. (قَوْلُهُ: اتِّفَاقًا)؛ لِمَا عَلِمْت أَنَّهَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ لَيْسَتْ ظُهْرًا مِنْ كُلِّ وَجْهٍ. (بَابُ الْجُمُعَةِ)

- التصحيح والترجيح:

قَوْلُهُ: (بَنَى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ....)، هو المعتمد عند الكلو منهم المحبوبي والنسفي.
(بَابُ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ)

- الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ:

فقال الحنفية على الراجح: من أدرك الإمام يوم الجمعة في أي جزء من صلاته صلى معه ما أدرك، وأكمل الجمعة، وأدرك الجمعة، حتى وإن أدركه في التشهد أو في سجود السهو. وهو رأي أبي حنيفة وأبي يوسف؛ لقوله ﷺ: «ماأدركتم فصلوا، وما فاتكم فاقضوا».
(صلاة الجمعة: شروط صحة الجمعة)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
28ربیع الاول1443ھ/4نومبر2021

میاں بیوی میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد دوسرا اُس کو غسل دے سکتا ہے؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

میاں بیوی میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد دوسرا اُس کو غسل دے سکتا ہے ؟

احناف کے نزدیک اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو بیوی اس کو غسل دے سکتی ہے، جبکہ بیوی کا انتقال ہو جائے تو شوہر اس کو غسل نہیں دے سکتا اور نہ ہی اس کو چھو سکتا ہے، البتہ دیکھ سکتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر کے انتقال کی صورت میں بیوی عدّت میں ہوتی ہے، اور عدّت میں کسی اور کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہوتا، کیوں کہ بعض وجوہات کی رو سے فوت شدہ شوہر کے ساتھ نکاح باقی رہتا ہے، جبکہ بیوی کے انتقال کی صورت میں دنیوی اعتبار سے بیوی شوہر کے لیے اجنبی ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مرد کے ذمّے عدت نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ بیوی کے انتقال کے بعد کسی بھی وقت نکاح کر سکتا ہے۔

اس تحریر سے احناف کے مذہب سے متعلق غلط فہمی کا اِزالہ مقصود ہے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ احناف کا مذہب بھی دلائل ہی پر مبنی ہے۔ البتہ اس مسئلہ کی مزید وضاحت درج ذیل ہے۔

زیرِ بحث مسئلے کے دیگر پہلو:

عارف باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر عبد الحئی عارفی رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب ''احکامِ میت'' میں ہے:

''1۔ اگر کوئی مرد مر گیا اور مردوں میں سے کوئی نہلانے والا نہیں تو بیوی کے علاوہ کسی عورت کو اس کو غسل دینا جائز نہیں اگرچہ محرم ہی ہو، اگر بیوی بھی نہ ہو تو عورتیں اسے تیمم کرا دیں، غسل نہ دیں، لیکن تیمم کرانے والی عورتیں اگر میت کے لیے غیر محرم ہوں تو اس کے بدن کو ہاتھ نہ لگائیں، بلکہ اپنے ہاتھ میں دستانے پہن کر تیمم کرائیں۔ بہشتی زیور

2۔ کسی کا خاوند مر گیا تو بیوی کو اس کا چہرہ دیکھنا، نہلانا اور کفنانا درست ہے، اور اگر بیوی مر جائے تو شوہر کو اسے نہلانا، اس کا بدن چھونا، اور ہاتھ لگانا درست نہیں، البتہ دیکھنا درست ہے، اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا اور جنازہ اُٹھانا بھی جائز ہے۔ بہشتی زیور، مسافر آخرت''

"میت کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا" (508/1) میں ہے:

"اگر کوئی عورت ایسی جگہ وفات پا جائے جہاں پر کوئی اور دوسری عورت نہیں ہے جو غسل دے سکے اور اس کا محرم (جس سے نکاح حرام ہے) کوئی مرد موجود ہو تو وہ میت کا کہنیوں تک تیمم کرائے۔ اگر محرم نہ ہو تو غیر محرم اجنبی مرد اپنے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر اسی طرح تیمم کرادے، لیکن میت کی کہنیوں پر نظر ڈالنے سے آنکھیں بند رکھے، شوہر کے لیے بھی اجنبی کی مانند حکم ہے، لیکن کہنیوں کے دیکھنے سے آنکھوں کے بند کرنے کا وہ مکلّف نہیں ہو گا۔ یاد رہے کہ اس حکم میں جوان اور عمر رسیدہ دونوں شامل ہیں۔"

ان مسائل سے متعدد غلطیوں کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَيَجُوزُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تُغَسِّلَ زَوْجَهَا إذَا لم يَحْدُثْ بَعْدَ مَوْتِهِ ما يُوجِبُ الْبَيْنُونَةَ من تَقْبِيلِ ابْنِ زَوْجِهَا أو أبيه، وَإِنْ حَدَثَ ذلك بَعْدَ مَوْتِهِ لم يَجُزْ لها غُسْلُهُ، وَأَمَّا هو فَلَا يُغَسِّلُهَا عِنْدَنَا، كَذَا في «السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ». (الْبَابُ الْحَادِي وَالْعِشْرُونَ في الْجَنَائِزِ: الْفَصْلُ الثَّانِي في الْغُسْلِ)

- الدر المختار میں ہے:

(وَيُمْنَعُ زَوْجُهَا مِنْ غُسْلِهَا وَمَسِّهَا، لَا مِنَ النَّظَرِ إلَيْهَا عَلَى الْأَصَحِّ) «مُنْيَةٌ» .... (وَهِيَ لَا تُمْنَعُ مِنْ ذَلِكَ) وَلَوْ ذِمِّيَّةً بِشَرْطِ بَقَاءِ الزَّوْجِيَّةِ (بِخِلَافِ أُمِّ الْوَلَدِ) وَالْمُدَبَّرَةِ وَالْمُكَاتَبَةِ فَلَا يُغَسِّلُونَهُ وَلَا يُغَسِّلُهُنَّ عَلَى الْمَشْهُورِ، «مُجْتَبَى». (وَالْمُعْتَبَرُ) فِي الزَّوْجِيَّةِ (صَلَاحِيَّتُهَا لِغُسْلِهِ حَالَةَ الْغُسْلِ لَا) حَالَةَ (الْمَوْتِ فَتُمْنَعُ مِنْ غُسْلِهِ لَوْ) بَانَتْ قَبْلَ مَوْتِهِ أَو (ارْتَدَّتْ بَعْدَهُ) ثُمَّ أَسْلَمَتْ (أَوْ مَسَّتْ ابْنَهُ بِشَهْوَةٍ) لِزَوَالِ النِّكَاحِ، (وَجَازَ لَهَا) غُسْلُهُ.

- اس کے حاشیہ رد المحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَيُمْنَعُ زَوْجُهَا إلَخْ) أَشَارَ إلَى مَا فِي «الْبَحْرِ» مِنْ أَنَّ مِنْ شَرْطِ الْغَاسِلِ أَنْ يَحِلَّ لَهُ النَّظَرُ إلَى الْمَغْسُولِ فَلَا يُغَسِّلُ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَبِالْعَكْسِ. اهـ. وَسَيَأْتِي مَا إذَا مَاتَت الْمَرْأَةُ بَيْنَ رِجَالٍ أَوْ

بِالْعَكْسِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ هَذَا شَرْطٌ لِوُجُوبِ الْغُسْلِ أَوْ لِجَوَازِهِ، لَا لِصِحَّتِهِ. (قَوْلُهُ: لَا مِن النَّظَرِ إلَيْهِمَا عَلَى الْأَصَحِّ) عَزَاهُ فِي «الْمِنَحِ» إلَى «الْقُنْيَةِ»، وَنَقَلَ عَن «الْخَانِيَّةِ» أَنَّهُ إذَا كَانَ لِلْمَرْأَةِ مَحْرَمٌ يَمَّمَهَا بِيَدِهِ، وَأَمَّا الْأَجْنَبِيُّ فَبِخِرْقَةٍ عَلَى يَدِهِ وَيَغُضُّ بَصَرَهُ عَنْ ذِرَاعِهَا، وَكَذَا الرَّجُلُ فِي امْرَأَتِهِ إلَّا فِي غَضِّ الْبَصَرِ اهـ وَلَعَلَّ وَجْهَهُ أَنَّ النَّظَرَ أَخَفُّ مِنْ الْمَسِّ فَجَازَ لِشُبْهَةِ الِاخْتِلَافِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. (بَابُ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ)

شوہر کے انتقال کے بعد بیوی اس کو غسل دے سکتی ہے!

اس مسئلے میں جمہور ائمہ مجتہدین کرام کا اتفاق ہے جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا نے ان کو غسل دیا۔

- موطأامام مالک میں ہے:

٧٥٣- مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ: أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ امْرَأَةَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ غَسَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ حِينَ تُوُفِّيَ، ثُمَّ خَرَجَتْ، فَسَأَلَتْ مَنْ حَضَرَهَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، فَقَالَتْ: إِنِّي صَائِمَةٌ، وَإِنَّ هذَا يَوْمٌ شَدِيدُ الْبَرْدِ، فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ غَسْلٍ؟ فَقَالُوا: لَا.

یہی روایت فقیہ مجتہد امام محمد رحمہ اللہ نے ''موطأامام محمد'' میں حضرت فقیہ مجتہد امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کی اور اس کے بعد فرمایا کہ:

قال محمد: وبهذا نأخذ، لا بأس أن تغسل المرأة زوجها إذا توفي. (كتاب الجنائز)

یعنی ہمارا بھی یہی مذہب ہے کہ شوہر جب انتقال کر جائے تو بیوی اس کو غسل دے سکتی ہے۔

2۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ انتقال کے بعد ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ

عنہاان کو غسل دے گی۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٠٧٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَوْصَى أَسْمَاءَ ابنة عُمَيْسٍ أَنْ تُغَسِّلَهُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ انتقال کے بعد ان کی اہلیہ ان کو غسل دے گی۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٠٨٠- حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ صَالِحٍ الدَّهَّانِ أَوْ حَيَّانَ الْأَعْرَجِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَوْصَى أَنْ تُغَسِّلَهُ امْرَأَتُهُ.

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو (ان کی وفات کے بعد) ان کی اہلیہ نے غسل دیا۔

- مصنَّف عبد الرزاق میں ہے:

٦١١٩- عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ غَسَّلَتْهُ امْرَأَتُهُ أَسْمَاءُ، وَأَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ غَسَّلَتْهُ امْرَأَتُهُ أُمُّ عَبْدِ اللهِ.

امام عطا تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام عطا تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیوی شوہر (کے انتقال کے بعد اس) کو غسل دے سکتی ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٠٨٤- حَدَّثَنَا وَكِيعُ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: تُغَسِّلُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا.

امام سلیمان بن موسیٰ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام سلیمان بن موسیٰ تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیوی شوہر (کے انتقال کے بعد اس) کو غسل دے سکتی ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٠٨١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بِشْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ مُوسَى يَقُولُ: تُغَسِّلُهُ.

بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کو غسل نہیں دے سکتا:

احناف کے نزدیک بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کو غسل نہیں دے سکتا، جس کی تفصیل ماقبل میں ذکر ہو چکی۔ ذیل میں اس کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ امام مسروق تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا تو (غسل دینے کے معاملے میں) انھوں نے فرمایا کہ جب یہ زندہ تھی تو میں زیادہ حق دار تھا لیکن اب تم ہی زیادہ حق دار ہو۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٠٩٤- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: مَاتَتِ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ فَقَالَ: أَنَا كُنْت أَوْلَى بِهَا إذَا كَانَتْ حَيَّةً، فَأَمَّا الآنَ فَأَنْتُمْ أَوْلَى بِهَا.

2۔ یہی روایت امام محمد رحمہ اللہ نے "موطأ امام محمد" میں روایت فرمائی اور اس کے بعد فرمایا کہ: وَبِهِ نَأْخُذُ کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے:

٢٣٠- بَلَغَنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: نَحْنُ كُنَّا أَحَقَّ بِهَا إِذَا كَانَتْ حَيَّةً، فَأَمَّا إِذَا مَاتَتْ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ بِهَا.

جلیل القدر تابعی امام شعبی رحمہ اللہ سے ثبوت:

جلیل القدر تابعی امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بیوی کا انتقال ہو جائے تو اس کے اور شوہر کے درمیان جو نکاح کا تعلق تھا تو وہ ختم ہو جاتا ہے، اور بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کو غسل نہیں دے سکتا۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۱۱۰۹۱- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: إِذَا مَاتَت المَرأة انْقَطَعَ عِصْمَة مَا بَينهَا وَبَين زَوجهَا.

۱۱۰۹۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لا يُغَسِّلُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَهُوَ رَأْيُ سُفْيَانَ.

حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی (کے انتقال کے بعد اس) کو غسل نہیں دے سکتا، جبکہ بیوی اپنے شوہر (کے انتقال کے بعد اس) کو غسل دے سکتی ہے۔

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٦١١٩- عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ غَسَّلَتْهُ امْرَأَتُهُ أَسْمَاءُ، وَأَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ غَسَّلَتْهُ امْرَأَتُهُ أُمُّ عَبْدِ اللهِ. قَالَ الثَّوْرِيُّ: وَنَقُولُ نَحْنُ: لَا يُغَسِّلُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ؛ لِأَنَّهَا لَوْ شَاءَ تَزَوَّجَ أُخْتَهَا حِينَ مَاتَتْ، وَنَقُولُ: تُغَسِّلُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا؛ لِأَنَّهَا فِي عِدَّةٍ مِنْهُ.

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۱۱۰۹۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لا يُغَسِّلُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَهُوَ رَأْيُ سُفْيَانَ.

ایک شبہ کا اِزالہ:

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وفات کے بعد غسل دیا، تو احناف کے نزدیک یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی غسل کے انتظامات اور نگرانی فرماتے رہے، یا یہ حضرت علی کی خصوصیت ہے، جیسا کہ ردالمحتار اور الدرالمختار میں اس کی مدلل تفصیل ہے، ملاحظہ فرمائیں:

- الدرالمختار میں ہے:

(وَيُمْنَعُ زَوْجُهَا مِنْ غُسْلِهَا وَمَسِّهَا، لَا مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهَا عَلَى الْأَصَحِّ) «مُنْيَةٌ». وَقَالَت الْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ: يَجُوزُ؛ لِأَنَّ عَلِيًّا غَسَّلَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. قُلْنَا: هَذَا مَحْمُولٌ عَلَى بَقَاءِ الزَّوْجِيَّةِ؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ بِالْمَوْتِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي»، مَعَ أَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَةِ أَنْكَرَ عَلَيْهِ، «شَرْحُ الْمَجْمَعِ» لِلْعَيْنِيِّ.

- اس کے حاشیہ ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: قُلْنَا إلَخْ) قَالَ فِي «شَرْحِ الْمَجْمَعِ» لِمُصَنِّفِهِ: فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا غَسَّلَتْهَا أُمُّ أَيْمَنَ حَاضِنَتُهُ ﷺ وَرَضِيَ عَنْهَا، فَتُحْمَلُ رِوَايَةُ الْغُسْلِ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى مَعْنَى التَّهْيِئَةِ وَالْقِيَامِ التَّامِّ بِأَسْبَابِهِ، وَلَئِنْ ثَبَتَت الرِّوَايَةُ فَهُوَ مُخْتَصٌّ بِهِ، أَلَا تَرَى أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا اعْتَرَضَ عَلَيْهِ بِذَلِكَ أَجَابَهُ بِقَوْلِهِ: أَمَا عَلِمْت أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إنَّ فَاطِمَةَ زَوْجَتُك فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»، فَادِّعَاؤُهُ الْخُصُوصِيَّةَ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْمَذْهَبَ عِنْدَهُمْ عَدَمُ الْجَوَازِاهـ.

مَطْلَبٌ فِي حَدِيثِ: «كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي»:

قُلْت: وَيَدُلُّ عَلَى الْخُصُوصِيَّةِ أَيْضًا الْحَدِيثُ الَّذِي ذَكَرَهُ الشَّارِحُ وَفَسَّرَ بَعْضُهُمْ السَّبَبَ فِيهِ بِالْإِسْلَامِ وَالتَّقْوَى، وَالنَّسَبَ بِالِانْتِسَابِ وَلَوْ بِالْمُصَاهَرَةِ وَالرَّضَاعِ، وَيَظْهَرُ لِي أَنَّ الْأَوْلَى كَوْنُ الْمُرَادِ بِالسَّبَبِ الْقَرَابَةَ السَّبَبِيَّةَ كَالزَّوْجِيَّةِ وَالْمُصَاهَرَةِ وَبِالنَّسَبِ الْقَرَابَةَ النَّسَبِيَّةَ؛ لِأَنَّ سَبَبِيَّةَ الْإِسْلَامِ وَالتَّقْوَى لَا تَنْقَطِعُ عَنْ أَحَدٍ فَبَقِيَتْ الْخُصُوصِيَّةُ فِي سَبَبِهِ وَنَسَبِهِ ﷺ، وَلِهَذَا قَالَ عُمَرُ

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ: فَتَزَوَّجْت أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ لِذَلِكَ. وَأَمَّا قَوْله تَعَالَى: «فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ» [المؤمنون: ١٠١] فَهُوَ مَخْصُوصٌ بِغَيْرِ نَسَبِهِ ﷺ النَّافِعِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَأَمَّا حَدِيثُ «لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِن اللهِ شَيْئًا» أَيْ أَنَّهُ لَا يَمْلِكُ ذَلِكَ إلَّا إنْ مَلَّكَهُ اللهُ تَعَالَى فَإِنَّهُ يَنْفَعُ الْأَجَانِبَ بِشَفَاعَتِهِ لَهُمْ بِإِذْنِ اللهِ تَعَالَى فَكَذَا الْأَقَارِبُ. وَتَمَامُ الْكَلَامِ عَلَى ذَلِكَ فِي رِسَالَتِنَا «الْعِلْمِ الظَّاهِرِ فِي نَفْعِ النَّسَبِ الطَّاهِرِ». (باب صلاة الجنائز)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
20 ربیع الثانی 1441ھ/18 دسمبر 2019

نمازِ جنازہ
کی چار تکبیرات کا ثبوت

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات کا ثبوت:

نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات ہیں جو کہ حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ سے ثابت ہیں، حتی کہ حضرات صحابہ کرام کا اس پر اتفاق بھی منقول ہے۔

پہلی دلیل: صحیح البخاری میں ہے کہ:

بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا، وَقَالَ حُمَيْدٌ: صَلَّى بِنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ.

١٣٣٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَن ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ.

امام بخاری رحمہ اللہ نے نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہونے سے متعلق عنوان قائم کیا ہے جس کے تحت ایک تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل ذکر فرمایا کہ انھوں نے نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات کہیں اور پھر حدیث ذکر فرمائی کہ حضور اقدس ﷺ نے نجاشی حاکم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں چار تکبیرات کہیں۔

نجاشی حاکم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں حضور اقدس ﷺ کے چار تکبیرات کہنے کا ذکر احادیث کی متعدد کتب میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں:

- صحیح مسلم میں ہے:

٢٢٤٧- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِىَ فِى الْيَوْمِ الَّذِى مَاتَ فِيهِ فَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ.

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٣٦- عَنْ سَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَّاشِي فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

١١٥٣٧- حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْبَقِيعِ فَصَلَّى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

١١٥٣٨- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ النَّجَاشِيَّ قَدْ مَاتَ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابه إِلَى الْبَقِيعِ، فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ.

- سنن الترمذی میں ہے:

١٠٢٢- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا. وَفِي البَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ أَبِي أَوْفَى، وَجَابِرٍ، وَيَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ، وَأَنَسٍ. حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: يَرَوْنَ التَّكْبِيرَ عَلَى الجَنَازَةِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

امام ترمذی رحمہ اللہ یہ حدیث ذکر فرمانے کے بعد اسے حسن صحیح قرار دیتے ہیں، اور یہ فرماتے ہیں کہ انھی چار تکبیرات پر جمہور صحابہ وتابعین کا عمل ہے، اور یہی مذہب امام سفیان ثوری، امام مالک بن انس، امام عبد اللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا بھی ہے۔

حضرت نجاشی حاکم رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ سے متعلق ایک شبہ کا اِزالہ:

حضرت نجاشی حاکم رضی اللہ عنہ کے اس واقعے سے نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات بخوبی ثابت ہوتی ہیں۔ جہاں تک اس شبہ کا تعلق ہے کہ اس سے تو غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت بھی ہوتا ہے، جس کے احناف قائل نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احناف کے نزدیک غائبانہ نمازِ جنازہ اس لیے جائز نہیں کہ نمازِ جنازہ درست ہونے کے لیے سامنے میت کا موجود ہونا ضروری ہے، اور حضرت نجاشی کے اس واقعہ سے متعلق احناف کا موقف یہ ہے کہ یا تو یہ حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت تھی اور یا یہ غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں تھا کیوں کہ اللہ تعالی نے معجزاتی

طور پر حضور اقدس ﷺ کے سامنے سے تمام حجابات ہٹادیے تھے اور حضور اقدس ﷺ بلکہ حضرات صحابہ کو بھی حضرت نجاشی کی میت سامنے نظر آرہی تھی، جیساکہ ذیل کی روایت میں اس کا ذکر ہے:

○ صحیح ابن حبان میں ہے:

٣١٠٢ - أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ عَنْ عَمِّهِ، عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: «أَنْبَأَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، أَنَّ أَخَاكُمْ النَّجَاشِيَّ تُوُفِّيَ، فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَصَفُّوا خَلْفَهُ، وَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَهُمْ لَا يَظُنُّونَ إِلَّا أَنَّ جَنَازَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ»۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''تمہارے بھائی نجاشی کا انتقال ہوگیا ہے، ان کی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں،'' چنانچہ حضور اقدس ﷺ آگے بڑھے اور صحابہ ان کی اقتدا میں کھڑے ہوئے، تو حضور اقدس ﷺ نے چار تکبیرات کہیں، اور صحابہ کو یہی خیال رہا کہ جنازہ ان کے سامنے موجود ہے۔

دوسری دلیل: مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٣٤- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى عَلَى قَبْرِ امْرَأَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

١١٥٣٥- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى عَلَى قَبْرِ امْرَأَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

ترجمہ: حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک خاتون کی قبر پر جاکر نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیرات کہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ سے حضرات صحابہ کرام کے قولی اور عملی طور پر نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات کا ثبوت:

تیسری دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٣٩- عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى قَالَ: مَاتَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا عُمَرُ أَرْبَعًا، ثُمَّ سَأَلَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ يُدْخِلُهَا قَبْرَهَا؟ فَقُلْنَ: مَنْ كَانَ يَدْخُلُ عَلَيْهَا فِي حَيَاتِهَا.

ترجمہ: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا جب انتقال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات کہیں۔

چوتھی دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٤٠- عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَلْعٍ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ: قُبِضَ عَلِيٌّ وَهُوَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا.

١١٥٤١- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ عَلِيٍّ عَلَى يَزِيدَ بْنِ الْمُكَفِّفِ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

ترجمہ: امام عمیر بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی تو انھوں نے چار تکبیرات کہیں۔

پانچویں دلیل: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٤٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ وَشُعْبَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: التَّكْبِيرُ عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعُ تَكْبِيرَاتٍ بِتَكْبِيرِ الْخُرُوجِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات ہیں۔

چھٹی دلیل: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٤٥- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ مُهَاجِرٍ أَبِي الْحَسَنَ، قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ الْبَرَاءِ عَلَى

جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

ترجمہ: امام مہاجر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی تو انھوں نے چار تکبیرات کہیں۔

ساتویں دلیل: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٤٦- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجِنَازَةِ، فَقَالَ: أَرْبَعًا، فَقُلْتُ: اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ سَوَاءٌ؟ قَالَ: فَقَالَ: اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ سَوَاءٌ.

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نمازِ جنازہ میں کتنی تکبیرات ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ چار ہیں چاہے دن ہو یا رات۔

آٹھویں دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

١١٥٤٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: شَهِدْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَبَّرَ عَلَى جِنَازَةٍ أَرْبَعًا.

ترجمہ: حضرت زید بن طلحہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی تو انھوں نے چار تکبیرات کہیں۔

نویں دلیل: حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

١١٥٤٨- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ: أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَبَّرَ أَرْبَعًا وَأَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَبَّرَ أَرْبَعًا.

ترجمہ: حضرت ثابت بن عبید فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوہ رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہیں۔

دسویں دلیل: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٤٩- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَبِي الْعَنَبَسِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا.

گیارہویں دلیل: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٥٠- حَدَّثَنَا حَفْصُ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ الْحَارِثِ أَبِي رَوْقٍ، عَنْ مَوْلًى لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ صَلَّى عَلَى علي فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

بارہویں دلیل: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

١١٥٥١- عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لاَ يَزِيدُ عَلَى أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ عَلَى الْمَيِّتِ.

١١٥٥٢- عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ مِثْلَهُ.

تیرہویں دلیل: حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٦٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُهَاجِرٍ قَالَ: صَليتُ خَلفَ وَاثِلَةَ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

چودہویں دلیل: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْهَجَرِيِّ قَالَ: صَلَّيْت مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى عَلَى جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا، ثُمَّ قَامَ هُنَيْهَةً حَتَّى ظَنَنْت أَنَّهُ يُكَبِّرُ خَمْسًا، ثُمَّ سَلَّمَ فَقَالَ: أَكُنْتُمْ تُرَوْنَ أَنِّي أُكَبِّرُ خَمْسًا إِنَّمَا قُمْت كَمَا رَأَيْت رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ.

پندرہویں دلیل: امام سوید بن غفلہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٦٣- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ أَبِي الْخَصِيبِ أَنَّ سُوَيْدًا صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

سولھویں دلیل: امام محمد بن الحنفیہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٥٦- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي عَطَاءٍ قَالَ: شَهِدْت وَفَاةَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَلَاهُ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

سترھویں دلیل: امام ابو مجلز تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٥٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُدَيْرٍ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ عَلَى الْجِنَازَةِ أَرْبَعًا.

اٹھارھویں دلیل: امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٥٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُمَيْعٍ قَالَ: رَأَيْتُ إبْرَاهِيمَ صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

انیسویں دلیل: امام قیس بن ابی حازم تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٦٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عُمَرِ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَلَى جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

بیسویں دلیل: نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات پر حضرات صحابہ کرام کا اتفاق:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں نماز جنازہ میں پانچ، سات، چھ اور چار تکبیرات کہنے کا رواج رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں انھوں نے حضرات صحابہ کرام کو جمع فرمایا تو تکبیرات کی تعداد سے متعلق یہ مختلف صورتحال سامنے آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو چار تکبیرات پر جمع فرمایا اور اس پر صحابہ کرام کا اتفاق ہو گیا، ملاحظہ فرمائیں:

1۔ السنن الکبری للبیہقی میں ہے:

٧١٩٧- عَنْ أَبِى وَائِلٍ قَالَ: كَانُوا يُكَبِّرُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَبْعًا، وَخَمْسًا، وَسِتًّا أَوْ قَالَ: أَرْبَعًا فَجَمَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَ كُلُّ رَجُلٍ بِمَا

رَأَى فَجَمَعَهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ كَأَطْوَلِ الصَّلَاةِ.

ت: وَرَوَاهُ وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ فَقَالَ: أَرْبَعًا مَكَانَ سِتًّا وَفِيمَا رَوَى وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ إِيَاسٍ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: اجْتَمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي بَيْتِ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ فَأَجْمَعُوا أَنَّ التَّكْبِيرَ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعٌ.

ترجمہ: حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں نمازِ جنازہ میں سات، پانچ، چھ اور چار تکبیرات کہنے کا رواج تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں حضرات صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور متعدد آرا سامنے آنے کے بعد حضرت عمر نے سب کو چار تکبیرات پر جمع فرمایا۔

اور حضرات ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام حضرت ابو مسعود انصاری کے گھر میں جمع ہوئے اور انھوں نے نماز جنازہ کی چار تکبیرات پر اتفاق کیا۔

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٦٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: جَمَعَ عُمَرُ النَّاسَ فَاسْتَشَارَهُمْ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجِنَازَةِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: كَبَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَمْسًا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَبَّرَ سَبْعًا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَبَّرَ أَرْبَعًا، قَالَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ كَأَطْوَلِ الصَّلَاةِ.

١١٥٦٥- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ اخْتَلَفَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجِنَازَةِ، ثُمَّ اتَّفَقُوا بَعْدُ عَلَى أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ.

3۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٦٣٩٥- عبد الرزاق عن الثوري عن عامر بن شقيق عن أبي وائل قال: كانوا يكبرون في زمن النبي ﷺ سبعا وخمسا وأربعا حتى كان زمن عمر فجمعهم فسألهم فأخبرهم كل رجل منهم بما رأى فجمعهم على أربع تكبيرات كأطول الصلاة يعني الظهر.

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٤٣- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سُئِلَ عَبْدُ اللّٰهِ عَنِ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَائِزِ،

فَقَالَ: كُلُّ ذَلِكَ قَدْ صُنِعَ وَرَأَيْت النَّاسَ قَدْ أَجْمَعُوا عَلَى أَرْبَعٍ.

ترجمه: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نماز جنازہ میں کتنی تکبیرات ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ پہلے تو ہر طرح عمل ہوتا رہا پھر صحابہ نے چار تکبیرات پر اتفاق کر لیا۔

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٦١- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ كُلٌّ قَدْ فَعَلَ فَقَالُوا: فتعالوا نَجْتَمِعُ عَلَى أَمْرٍ يَأْخُذُ بِهِ مَنْ بَعْدَنَا فَكَبَّرُوا عَلَى الْجِنَازَةِ أَرْبَعًا.

ترجمه: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے تو ہر طرح سے عمل ہوتا رہا، پھر صحابہ نے سوچا کہ اجتماعی طور پر کسی بات پر اتفاق کر لیتے ہیں تا کہ بعد والے اسی پر عمل کریں، تو انھوں نے چار تکبیرات پر اتفاق کیا۔

اکیسویں دلیل: نماز جنازہ کی تکبیرات سے متعلق حضور اقدس ﷺ کا آخری عمل:

○ التلخيص الحبير میں ہے:

وَأَمَّا اتِّفَاقُ الصَّحَابَةِ عَلَى ذَلِكَ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ: حدثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ سَمِعْت سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُولُ: إنَّ عُمَرَ قال: كل ذلك قد كَانَ أَرْبَعًا وَخَمْسًا فَاجْتَمَعْنَا عَلَى أَرْبَعٍ، رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ شُعْبَة وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ أَيْضًا عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانُوا يُكَبِّرُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَلَّمَ أَرْبَعًا وَخَمْسًا وَسِتًّا وَسَبْعًا فَجَمَعَ عُمَرُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ بِمَا رَأَى فَجَمَعَهُمْ عُمَرُ عَلَى أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ. وَمِنْ طَرِيقِ إبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ: اجْتَمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِ أَبِي مَسْعُودٍ فَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ التَّكْبِيرَ عَلَى الْجِنَازَةِ أَرْبَعٌ. وَرَوَى بِسَنَدِهِ إلَى الشَّعْبِيِّ: صَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلَى زَيْدِ بْنِ عُمَرَ وَأُمِّهِ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَخَلَفَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ الْحَنَفِيَّةِ بْنُ عَلِيٍّ.

قَالَ: وَمِمَّنْ رَوَيْنَا عَنْهُ الْأَرْبَعُ ابْنُ مَسْعُودٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَعُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَغَيْرُهُمْ وَرَوَى ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي «الِاسْتِذْكَارِ» مِنْ طَرِيقِ أَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَبِّرُ عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعًا وَخَمْسًا وَسَبْعًا وَثَمَانِيًا حَتَّى

جَاءَ مَوْتُ النَّجَاشِيِّ فَخَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى وَصَفَّ النَّاسَ وَرَاءَهُ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، ثُمَّ ثَبَتَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَرْبَعٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ.

○ **الاستذکار میں ہے:**

وقد حدثنا عبد الوارث بن سفيان قال: حدثنا قاسم بن أصبغ قال: حدثنا محمد بن وضاح قال: حدثنا عبد الرحيم بن إبراهيم دحيم قال: حدثنا مروان بن معاوية الفزاري قال: حدثنا عبد الله بن الحارث عن أبي بكر بن سليمان بن أبي خيثمة عن أبيه قال: كان النبي ﷺ يكبر على الجنائز أربعا وخمسا وستا وسبعا وثمانيا حتى جاء موت النجاشي فخرج إلى المصلى فصف الناس وراءه وكبر عليه أربعا ثم ثبت النبي ﷺ على أربع حتى توفاه الله عز وجل.

ان دونوں روایات کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نماز جنازہ میں چار، پانچ، چھ اور سات تک تکبیرات کہتے تھے، پھر حضرت نجاشی کی وفات ہوئی تو ان کی نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہیں، پھر اپنے وصال تک چار ہی تکبیرات کہا کرتے تھے۔

خلاصہ:

ان تمام دلائل اور تفصیل سے معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات ہیں جو کہ حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ثابت ہیں۔ یقیناً اس تفصیل سے متعدد شبہات کا اِزالہ ہو سکے گا۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
21 ربیع الاوّل 1441ھ/19 نومبر 2019

نمازِ جنازہ

میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا سنّت ہے !

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نمازِ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اُٹھانا سنّت ہے:

احناف کے نزدیک دیگر نمازوں کی طرح نمازِ جنازہ میں بھی صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے، اس کے بعد بقیہ تکبیرات میں ہاتھ نہیں اُٹھائے جائیں گے۔ روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب نمازِ جنازہ پڑھاتے تو صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھ لیتے۔

- السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے:

٧٢٠٣- عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرَةِ، ثُمَّ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى.

- سنن دار قطنی میں ہے:

١٨٥٣- عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى.

2۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نمازِ جنازہ پڑھاتے ہوئے صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے، پھر کسی اور تکبیر میں نہ اٹھاتے۔

- سنن دار قطنی میں ہے:

١٨٥٤- عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ.

تنبیہ: ان دونوں روایات کی سند معتبر ہے، جس کی تفصیل کے لیے دیکھیے اِعلاء السنن: 8/267،266، از شیخ الاسلام محدث علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ۔

3۔ حضرت ولید بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو نمازِ جنازہ ادا فرماتے ہوئے دیکھا کہ انھوں نے صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائے، اس کے بعد کسی اور تکبیر میں ہاتھ نہیں اٹھائے۔

- مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٠٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُمَيْعٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ إِذَا صَلَّى عَلَى الْجِنَازَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيمَا بَقِيَ، وَكَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا.

4۔امام حسن بن عبید اللہ تابعی رحمہ اللہ نمازِ جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

- مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٠٥- عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ عَلَى الْجِنَازَةِ.

5۔امام سُوید تابعی رحمہ اللہ نمازِ جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

- مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٠٨- حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ نفَاعَةَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ: كَانَ سُوَيْد يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ.

فقہی عبارات

- الاوسط للامام ابن المنذر:

ذِكْرُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ: أَجْمَعَ عَوَّامُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ الْمُصَلِّيَ عَلَى الْجَنَازَةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ يُكَبِّرُهَا، وَاخْتَلَفُوا فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي سَائِرِ التَّكْبِيرَاتِ، فَقَالَتْ طَائِفَةٌ: يَرْفَعُ الْأَيْدِي فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ عَلَى الْجَنَازَةِ، كَذَلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ..... وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَقَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، وَالزُّهْرِيُّ، وَسَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، وَرُوِّينَا ذَلِكَ عَنْ مَكْحُولٍ، وَالنَّخَعِيِّ، وَمُوسَى بْنِ نُعَيْمٍ، وَبِهِ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَاخْتُلِفَ فِيهِ عَنْ مَالِكٍ ...... وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: تُرْفَعُ الْيَدِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ لَا تُرْفَعُ بَعْدُ، كَذَلِكَ قَالَ الثَّوْرِيُّ، وَأَصْحَابُ الرَّأْيِ، وَرُوِيَ ذَلِكَ عَنِ النَّخَعِيِّ خِلَافَ الْقَوْلِ الْأَوَّلِ عَنْهُ.

- عمدۃ القاری (باب سنة الصلاة على الجنازة):

ثم هل يسر بها أو يجهر؟ فعن جماعة من الصحابة والتابعين إخفاؤها، وعن مالك: يسمع بها من

يليه، وعن أبي يوسف: لا يجهر كل الجهر ولا يسر كل الإسرار، ولا يرفع يديه إلا عند تكبيرة الإحرام؛ لما روى الترمذي عن أبي هريرة مرفوعا: «إذا صلى على جنازة يرفع يديه في أول تكبيرة»، وزاد الدارقطني: «ثم لا يعود»، وعن ابن عباس عنده مثله بسند فيه الحجاج ابن نصير، وفي «المبسوط»: أن ابن عمر وعليا رضي الله تعالى عنهما قالا: لا ترفع اليد فيها إلا عند تكبيرة الإحرام، وحكاه ابن حزم عن ابن مسعود وابن عمر ثم قال: لم يأت بالرفع فيما عدا الأولى نص ولا إجماع، وحكى في «المصنف» عن النخعي والحسن بن صالح أن الرفع في الأولى فقط، وحكى ابن المنذر الإجماع على الرفع في أول تكبيرة، وعند الشافعية يرفع في الجميع .. إلخ

- **فتاویٰ ہندیہ:**

وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إلَّا في التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى في ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَذَا في «الْعَيْنِيِّ شَرْحِ الْكَنْزِ»، وَالْإِمَامُ وَالْقَوْمُ فيه سَوَاءٌ كَذَا في «الْكَافِي». (الْفَصْلُ الْخَامِسُ في الصَّلَاةِ على الْمَيِّتِ)

- **الدر المختار:**

(وَهِيَ أَرْبَعُ تَكْبِيرَاتٍ) كُلُّ تَكْبِيرَةٍ قَائِمَةٌ مَقَامَ رَكْعَةٍ (يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْأُولَى فَقَطْ) وَقَالَ أَئِمَّةُ بَلْخٍ: فِي كُلِّهَا...

- **ردالمحتار:**

(قَوْلُهُ: وَقَالَ أَئِمَّةُ بَلْخٍ: فِي كُلِّهَا) وَهُوَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَة، وَرِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ كَمَا فِي «شَرْحِ دُرَرِ الْبِحَارِ»، وَالْأَوَّلُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ كَمَا فِي «الْبَحْرِ». (باب صلاة الجنازة)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

17 جمادی الاولیٰ 1441ھ/13 جنوری 2020

نمازِ جنازہ

میں ثنا اور دُرود شریف پڑھنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نمازِ جنازہ میں ثنا اور دُرود شریف پڑھنے کا حکم:

نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھنا، جبکہ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا سنت ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نمازِ جنازہ در حقیقت میت کے لیے دعا ہے، اور دعا کی زیادہ قبولیت کے پیشِ نظر اس سے پہلے پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جاتی ہے، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھا جاتا ہے، جبکہ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

نمازِ جنازہ میں ثنا اور درود شریف پڑھنے کا ثبوت:

1۔ حضرت ابو سعید مقبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نمازِ جنازہ کس طرح ادا فرماتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں تکبیر کہتا ہوں، پھر اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں، پھر میت کے لیے دعا کرتا ہوں۔

- موطأ امام مالک میں ہے:

٥٣٩- عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ تُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَنَا لَعَمْرُ اللهِ أُخْبِرُكَ: أَتَّبِعُهَا مِنْ أَهْلِهَا فَإِذَا وُضِعَتْ كَبَّرْتُ وَحَمِدْتُّ اللهَ وَصَلَّيْتُ عَلَى نَبِيِّهِ ثُمَّ أَقُولُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ.

2۔ حضرت مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نمازِ جنازہ ادا فرماتے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے، پھر درود شریف پڑھتے، پھر میت کے لیے دعا فرماتے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ:

١١٤٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ كَانَ إِذَا صَلَّى

عَلَى مَيِّتٍ يَبْدَأُ بِحَمْدِ اللهِ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَحْيَائِنَا وَأَمْوَاتِنَا، وَأَلِّفْ بَيْنَ قُلُوبِنَا، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاجْعَلْ قُلُوبَنَا عَلَى قُلُوبِ خِيَارِنَا.

3۔ امام شعبی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی حمد و ثنا ہے، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف ہے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا ہے، اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ:

١١٤٩٣- عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: فِي التَّكْبِيرَةِ الأُولَى يُبْدَأُ بِحَمْدِ اللهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، وَالثَّانِيَةُ صَلَاةٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَالثَّالِثَةُ دُعَاءٌ لِلْمَيِّتِ، وَالرَّابِعَةُ لِلتَّسْلِيمِ.

نمازِ جنازہ میں ثنا اور درود شریف کے الفاظ سے متعلق وضاحت:

احادیث سے نمازِ جنازہ میں ثنا اور درود شریف پڑھنے کا تو ثبوت ملتا ہے البتہ ان سے متعلق مخصوص الفاظ ثابت نہیں، اس لیے ثنا اور درود شریف کے معاملے میں کسی مخصوص الفاظ کو سنت یا لازم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس اصولی بات کی روشنی میں مزید تفصیل یہ ہے کہ:

1۔ نمازِ جنازہ میں ثنا اور درود شریف کے لیے کوئی بھی مناسب عربی الفاظ استعمال کیے جائیں تو ان سے سنت ادا ہو جائے گی۔ البتہ احادیث مبارکہ سے منقول عام حمد و ثنا اور درود شریف کے الفاظ کی رعایت بہتر ہے۔

2۔ نمازِ جنازہ میں نماز والی ثنا پڑھنے کو افضل قرار دیا گیا ہے، البتہ اگر کوئی شخص اس میں "وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ" کا بھی اضافہ کرلیتا ہے تو یہ بھی درست ہے۔

3۔ احناف کے نزدیک نمازِ جنازہ میں قرأت کے طور پر سورتِ فاتحہ سمیت کسی بھی سورت کو پڑھنا درست نہیں، البتہ چوں کہ نمازِ جنازہ میں حمد و ثنا بھی ہے اور سورتِ فاتحہ بھی حمد و ثنا پر مشتمل ہے اس لیے اگر کوئی شخص پہلی تکبیر کے بعد سورتِ فاتحہ کو حمد و ثنا کی نیت سے پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور جن صحابہ کرام سے نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ پڑھنا ثابت ہے تو احناف کے نزدیک اس سے یہی مراد ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے اگلا مضمون: نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کا حکم۔

4۔ نمازِ جنازہ میں نماز میں پڑھے جانے والے درودِ ابراہیمی کے پڑھنے کو افضل قرار دیا گیا ہے، البتہ اگر کوئی شخص اس میں ”كَمَا صَلَّيْتَ“ کے بعد ”وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ“ کا بھی اضافہ کرلیتا ہے جیسا کہ مشہور ہے تو یہ بھی درست ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں ”وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ“ کے الفاظ کا ثبوت:

بعض حضرات کو یہ شبہ ہے کہ نمازِ جنازہ کی حمد وثنا میں ”وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ“ کے الفاظ ثابت نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو نمازِ جنازہ کی حمد وثنا کے کوئی مخصوص الفاظ ہی ثابت نہیں، اس لیے ”وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ“ کے ثابت نہ ہونے پر کوئی شبہ ہی درست نہیں۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے طور پر ”وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ“ کے الفاظ بعض احادیث سے ثابت ہیں جو اگرچہ نمازِ جنازہ سے متعلق نہیں لیکن حمد وثنا کے طور پر تو ثابت ہیں اور یہی بات کافی ہے، اس لیے اگر کوئی نمازِ جنازہ کی حمد وثنا میں ان الفاظ کا اضافہ کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ذیل میں ان الفاظ کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

- مصنف ابن ابی شیبہ:

٢٩٧٨٧- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ: حدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا أَتَيْتَ سُلْطَانًا مَهِيبًا تَخَافُ أَنْ يَسْطُوَ عَلَيْك فَقُلْ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَعَزُّ مِنْ خَلْقِهِ جَمِيعًا، اللهُ أَعَزُّ مِمَّا أَخَافُ وَأَحْذَرُ، أَعُوذُ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ أَنْ يَقَعْنَ عَلَى الأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلانٍ وَجُنُودِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَأَشْيَاعِهِ مِنَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ، اللَّهُمَّ كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّهِمْ، جَلَّ ثَنَاؤُك وَعَزَّ جَارُك وَتَبَارَكَ اسْمُك، وَلا إِلَهَ غَيْرُك، ثَلاثَ مَرَّاتٍ.

- مجمع الزوائد:

١٧١٣٥- عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَخَوَّفَ أَحَدُكُمُ السُّلْطَانَ فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ -يَعْنِي الَّذِي

يُرِيدُ- وَشَرِّ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، وَأَتْبَاعِهِمْ أَنْ يُفْرُطَ عَلَيَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ».

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ جُنَادَةُ بْنُ سَلْمٍ، وَثَّقَهُ ابْنُ حِبَّانَ، وَضَعَّفَهُ غَيْرُهُ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

١٧١٣٦- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا أَتَيْتَ سُلْطَانًا مَهِيبًا تَخَافُ أَنْ يَسْطُوَ بِكَ فَقُلِ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِهِ جَمِيعًا، اللهُ أَعَزُّ مِمَّا أَخَافُ وَأَحْذَرُ، وَأَعُوذُ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمُمْسِكِ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ أَنْ يَقَعْنَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ، وَجُنُودِهِ، وَأَتْبَاعِهِ، وَأَشْيَاعِهِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، إِلَهِي كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّهِمْ، جَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَعَزَّ جَارُكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ، ثَلَاثُ مَرَّاتٍ.

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

- الادب المفرد:

٧٠٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَارِثَ بْنَ سُوَيْدٍ يَقُولُ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: إِذَا كَانَ عَلَى أَحَدِكُمْ إِمَامٌ يَخَافُ تَغَطْرُسَهُ أَوْ ظُلْمَهُ، فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، كُنْ لِي جَارًا مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَأَحْزَابِهِ مِنْ خَلَائِقِكَ، أَنْ يَفْرُطَ عَلَيَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَوْ يَطْغَى، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ.

- عمل الیوم اللیلۃ لابن السنی:

٣٤٥- أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ الْحَارِثِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَيْلَمَانِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا خِفْتَ سُلْطَانًا أَوْ غَيْرَهُ فَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ».

فقہی عبارات

- البحر الرائق:

وَسُنَنُهَا التَّحْمِيدُ وَالثَّنَاءُ وَالدُّعَاءُ. (كتاب الجنائز)

وَالْبدَاءَةُ بِالثَّنَاءِ ثُمَّ الصَّلَاةِ سُنَّةُ الدُّعَاءِ؛ لِأَنَّهُ أَرْجَى لِلْقَبُولِ. ولم يُعَيِّنِ الْمُصَنِّفُ الثَّنَاءَ، وروى الْحَسَنُ أَنَّهُ دُعَاءُ الِاسْتِفْتَاحِ. وَالْمُرَادُ بِالصَّلَاةِ الصَّلَاةُ عليه في التَّشَهُّدِ، وهو الْأَوْلَى كما في «فَتْحِ الْقَدِيرِ»، ولم يذكر الْقِرَاءَةَ؛ لِأَنَّهَا لم تَثْبُتْ عن رسول اللهِ ﷺ. وفي «الْمُحِيطِ» وَ«التَّجْنِيسِ»: وَلَوْ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ فيها بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَإِنْ قَرَأَهَا بِنِيَّةِ الْقِرَاءَةِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهَا مَحَلُّ الدُّعَاءِ دُونَ الْقِرَاءَةِ. (كتاب الجنائز)

- الدر المختار:

(وَهِيَ أَرْبَعُ تَكْبِيرَاتٍ) كُلُّ تَكْبِيرَةٍ قَائِمَةٌ مَقَامَ رَكْعَةٍ (يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْأُولَى فَقَطْ) وَقَالَ أَئِمَّةُ بَلْخٍ: فِي كُلِّهَا (وَيُثْنِي بَعْدَهَا) وَهُوَ «سُبْحَانَك اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِك» (وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ) كَمَا فِي التَّشَهُّدِ (بَعْدَ الثَّانِيَةِ)؛ لِأَنَّ تَقْدِيمَهَا سُنَّةُ الدُّعَاءِ (وَيَدْعُو بَعْدَ الثَّالِثَةِ) بِأُمُورِ الْآخِرَةِ، وَالْمَأْثُورُ أَوْلَى .....

- ردالمحتار:

(قَوْلُهُ: وَهُوَ سُبْحَانَك اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِك) كَذَا فَسَّرَ بِهِ الثَّنَاءَ فِي «شَرْحِ دُرَرِ الْبِحَارِ» وَغَيْرِهِ، وَقَالَ فِي «الْعِنَايَةِ»: إنَّهُ مُرَادُ صَاحِبِ «الْهِدَايَةِ»؛ لِأَنَّهُ الْمَعْهُودُ مِنَ الثَّنَاءِ، وَذَكَرَ فِي «النَّهْرِ» أَنَّ هَذَا رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنِ الْإِمَامِ. وَالَّذِي فِي «الْمَبْسُوطِ» عَنْ صَاحِبِ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ يَحْمَدُ اللهَ. اهـ. أَقُولُ: مُقْتَضَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ حُصُولُ السُّنَّةِ بِأَيِّ صِيغَةٍ مِنْ صِيَغِ الْحَمْدِ، فَيَشْمَلُ الثَّنَاءَ الْمَذْكُورَ؛ لِاشْتِمَالِهِ عَلَى الْحَمْدِ. (قَوْلُهُ: كَمَا فِي التَّشَهُّدِ) أَيِ الْمُرَادُ الصَّلَاةُ الْإِبْرَاهِيمِيَّة الَّتِي يَأْتِي بِهَا الْمُصَلِّي فِي قَعْدَةِ التَّشَهُّدِ. (قَوْلُهُ: لِأَنَّ تَقْدِيمَهَا) أَيْ تَقْدِيمَ الصَّلَاةِ عَلَى الدُّعَاءِ سُنَّةٌ كَمَا أَنَّ تَقْدِيمَ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمَا سُنَّةٌ أَيْضًا. (باب صلاة الجنازة)

- حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی:

قوله: (وهو سبحانك اللّٰهُمَّ وبحمدك الخ) قال في «سكب الأنهر»: والأولى ترك «وجل ثناؤك» إلا في صلاة الجنازة اهـ. (باب أحكام الجنائز)

فائدہ: نمازِ جنازہ میں کوئی مخصوص الفاظ پڑھنا لازم نہیں:

کئی حضرات صحابہ کرام نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ نمازِ جنازہ میں کوئی مخصوص الفاظ لازم قرار نہیں دیے گئے۔ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں ہمارے ذمّے کوئی مخصوص قرأت اور الفاظ لازم قرار نہیں دیے گئے۔

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

٩٦٠٤- عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ أَوْ مَسْرُوقٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: لَمْ يُوَقَّتْ لَنَا عَلَى الْجَنَازَةِ قَوْلٌ وَلَا قِرَاءَةٌ، كَبِّرْ مَا كَبَّرَ الْإِمَامُ، أَكْثِرْ مِنْ أَطْيَبِ الْكَلَامِ.

2۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نمازِ جنازہ میں ہمارے ذمّے مخصوص الفاظ کو پڑھنا لازم قرار نہیں دیا۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٤٨٥- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَا بَاحَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَا أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ بِشَيْءٍ.

3۔ حضرت شعیب رحمہ اللہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں انھوں نے تیس صحابہ کرام سے روایت کی ہے کہ نمازِ جنازہ میں کوئی مخصوص الفاظ پڑھنا لازم نہیں ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٤٨٦- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ ثَلَاثِينَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُمْ لَمْ يَقُومُوا عَلَى شَيْءٍ فِي أَمْرِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ.

ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں اللہ کی حمد و ثنا، درود شریف اور میت کے لیے دعا سے متعلق مخصوص الفاظ واجب اور لازم نہیں کہ جن کی پاسداری ایسی ضروری ہو کہ ان کے بغیر نمازِ جنازہ ہی ادا نہ ہو، بلکہ

ان امور کی ادائیگی کے لیے کوئی بھی مناسب عربی الفاظ استعمال کیے جا سکتے ہیں البتہ جو الفاظ احادیث سے ثابت ہوں ان کی رعایت مسنون، بہتر اور اہم ہے۔

ثنا:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

اے اللہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیری بزرگی بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

درود شریف:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جیسے کہ تو نے رحمت نازل فرمائی ابرہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق، بڑی بزرگی والا ہے۔

اے اللہ! برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جیسے برکت نازل فرمائی تو نے ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق، بڑی بزرگی والا ہے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

19 صفر المظفّر 1442ھ/ 7 اکتوبر 2020

نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ پڑھنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نمازِ جنازہ در حقیقت دعا ہے:

نمازِ جنازہ در حقیقت میت کے لیے دعا ہے، اور دعا کی زیادہ قبولیت کے پیشِ نظر پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جاتی ہے، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھا جاتا ہے، جبکہ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔ گویا کہ نمازِ جنازہ میں فقط تین چیزیں پڑھی جاتی ہیں: حمد وثنا، درود شریف اور دعائے مغفرت۔ اس حوالے سے چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت ابو سعید مقبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نمازِ جنازہ کس طرح ادا فرماتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں تکبیر کہتا ہوں، پھر اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں، پھر حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجتا ہوں، پھر میت کے لیے دعا کرتا ہوں۔

- موطأامام مالک میں ہے:

٥٣٩- عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ تُصَلِّ عَلَى الْجَنَازَةِ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَنَا لَعَمْرُ اللهِ أُخْبِرُكَ: أَتَّبِعُهَا مِنْ أَهْلِهَا فَإِذَا وُضِعَتْ كَبَّرْتُ وَحَمِدْتُّ اللهَ وَصَلَّيْتُ عَلَى نَبِيِّهِ ثُمَّ أَقُولُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَآتِهِ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ.

2۔ حضرت مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نمازِ جنازہ ادا فرماتے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے، پھر درود شریف پڑھتے پھر میت کے لیے دعا فرماتے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ:

١١٤٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ كَانَ إِذَا صَلَّى عَلَى مَيِّتٍ يَبْدَأُ بِحَمْدِ اللهِ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَحْيَائِنَا وَأَمْوَاتِنَا، وَأَلِّفْ بَيْنَ قُلُوبِنَا، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاجْعَلْ قُلُوبَنَا عَلَى قُلُوبِ خِيَارِنَا.

3۔ امام شعبی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی حمد وثنا ہے، دوسری تکبیر کے

بعد درود شریف ہے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا ہے، اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ:

١١٤٩٣- عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: فِي التَّكْبِيرَةِ الأُولَى يُبْدَأُ بِحَمْدِ اللهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، وَالثَّانِيَةُ صَلَاةٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَالثَّالِثَةُ دُعَاءٌ لِلْمَيِّتِ، وَالرَّابِعَةُ لِلتَّسْلِيمِ.

ان روایات سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- پہلی بات یہ کہ نمازِ جنازہ حمد وثنا، درود شریف اور دعا پر مشتمل ہے، رکوع اور سجدے والی عام نمازوں کی طرح اس میں قرآن کریم کی قرأت کا حکم نہیں، کیوں کہ یہ قرأت کا موقع ومحل نہیں۔
- دوسری بات یہ کہ ان روایات میں قرآن کریم کی قرأت کا کوئی ذکر نہیں، جس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ نمازِ جنازہ میں قرآن کریم کی کسی بھی سورت کی قرأت نہیں۔

اس لیے احناف کے نزدیک نمازِ جنازہ میں قرأت کے طور پر سورتِ فاتحہ سمیت کسی بھی سورت کو پڑھنا درست نہیں، البتہ چوں کہ نمازِ جنازہ میں حمد وثنا بھی ہے اور سورتِ فاتحہ بھی حمد وثنا پر مشتمل ہے اس لیے اگر کوئی شخص پہلی تکبیر کے بعد سورتِ فاتحہ کو حمد وثنا کی نیت سے پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور جن صحابہ کرام سے نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ پڑھنا ثابت ہے تو احناف کے نزدیک اس سے یہی مراد ہے۔

ذیل میں نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کی قرأت نہ کرنے سے متعلق متعدد دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

امام نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔

- موطأ امام مالک میں ہے:

٥٤١- عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ.

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٢٢- عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ.

امام محمد تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام ایوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام محمد تابعی رحمہ اللہ نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ:

١١٥٢٣- عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ.

امام ابو العالیہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت ابو المِنہال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو العالیہ رحمہ اللہ سے نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کی قرأت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ سورتِ فاتحہ تو رکوع اور سجدے والے نماز ہی میں پڑھی جاتی ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ:

١١٥٢٤- عَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَقَالَ: مَا كُنْت أَحْسَبُ أَنَّ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ تُقْرَأُ إِلَّا فِي صَلَاةٍ فِيهَا رُكُوعٌ وَسُجُودٌ.

ذیل میں "مصنَّف ابن ابی شیبہ" سے مزید آٹھ تابعین کرام سے نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کی قرأت نہ کرنے کا ثبوت ذکر کیا جاتا ہے:

امام فضالہ بن عبید تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٢٥- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْد هَلْ يُقْرَأُ عَلَى الْمَيِّتِ شَيْءٌ؟ قَالَ: لَا.

امام ابو بُردہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٢٦- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ أَقْرَأُ عَلَى الْجِنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ؟ قَالَ: لَا تَقْرَأْ.

امام عطا تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

۱۱۵۲۷- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَجَّاجٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَطَاءً عَنِ الْقِرَاءَةِ عَلَى الْجِنَازَةِ، فَقَالَ: مَا سَمِعَنا بِهَذَا إِلَّا حَدِيثًا.

امام شعبی تابعی اور امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہما اللہ سے ثبوت:

۱۱۵۲۸- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِيَاسٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، وَ: عَنْ أَبِي الْحَصِينِ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَا: لَيْسَ فِي الْجِنَازَةِ قِرَاءَةٌ.

امام عطا تابعی اور امام طاوس تابعی رحمہما اللہ سے ثبوت:

۱۱۵۲۹- عَنِ ابْنِ طَاوُوس، عَنْ أَبِيهِ وَعَطَاءٍ أَنَّهُمَا كَانَا يُنْكِرَانِ الْقِرَاءَةَ عَلَى الْجِنَازَةِ.

امام بکر بن عبد اللہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

۱۱۵۳۰- عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْد، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَا أَعْلَمُ فِيهَا قِرَاءَةً.

امام سالم تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

۱۱۵۳۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيرٍ قَالَ: حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَارَةَ قَالَ: سَأَلْتُ سَالِمًا فَقُلْت: الْقِرَاءَةُ عَلَى الْجِنَازَةِ؟ فَقَالَ: لَا قِرَاءَةَ عَلَى الْجِنَازَةِ.

نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو لازم قرار دینے کی حقیقت:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ احناف قرأت کی بجائے حمد و ثنا کے طور پر سورتِ فاتحہ کی اجازت دیتے ہیں، یہاں یہ بات بھی سمجھنی چاہیے کہ بعض لوگ نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو لازم قرار دیتے ہیں اور نہ پڑھنے والوں کو ملامت کرتے ہیں، واضح رہے کہ یہ نظریہ اور رویّہ متعدد وجوہات کی وجہ سے درست نہیں:

- پہلی بات یہ کہ اگر نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو حمد و ثنا کے طور پر پڑھنے کو لازم قرار دیا جائے تو یہ اس

لیے درست نہیں کہ ماقبل میں نمازِ جنازہ کی حقیقت سے متعلق جو روایات ذکر ہوئیں ان میں کہیں بھی حمد وثنا کے طور پر سورتِ فاتحہ کے لازم ہونے کا ذکر نہیں۔

- دوسری بات یہ کہ اگر نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو قرأت کے طور پر پڑھنے کو لازم قرار دیا جائے تو اس کے درست نہ ہونے کی مدلل تفصیل ماقبل میں بیان ہوچکی۔
- تیسری بات یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو لازم قرار دینے کی کوئی واضح دلیل بھی موجود نہیں، اس لیے سورتِ فاتحہ کو لازم سمجھنا بلا دلیل ہے۔
- چوتھی بات یہ کہ کئی حضرات صحابہ کرام نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ نمازِ جنازہ میں کوئی مخصوص الفاظ لازم قرار نہیں دیے گئے۔ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں ہمارے ذمّے کوئی مخصوص قرأت اور الفاظ لازم قرار نہیں دیے گئے۔

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

٩٦٠٤- عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ أَوْ مَسْرُوقٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: لَمْ يُوَقَّتْ لَنَا عَلَى الْجَنَازَةِ قَوْلٌ وَلَا قِرَاءَةٌ، كَبِّرْ مَا كَبَّرَ الْإِمَامُ، أَكْثِرْ مِنْ أَطْيَبِ الْكَلَامِ.

2۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نمازِ جنازہ میں ہمارے ذمّے مخصوص الفاظ کو پڑھنا لازم قرار نہیں دیا۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٤٨٥- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَا بَاحَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَا أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ بِشَيْءٍ.

3۔ حضرت شعیب رحمہ اللہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں انھوں نے تیس صحابہ کرام سے روایت کی ہے کہ نمازِ جنازہ میں کوئی مخصوص الفاظ پڑھنا لازم نہیں ہے۔

● مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٤٨٦- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ ثَلاَثِينَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُمْ لَمْ يَقُومُوا عَلَى شَيْءٍ فِي أَمْرِ الصَّلاَةِ عَلَى الْجَنَازَةِ.

ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں اللہ کی حمد وثنا، درود شریف اور میت کے لیے دعا سے متعلق مخصوص الفاظ واجب اور لازم نہیں کہ جن کی پاسداری ایسی ضروری ہو کہ ان کے بغیر نمازِ جنازہ ہی ادا نہ ہو، بلکہ ان امور کی ادائیگی کے لیے کوئی بھی مناسب عربی الفاظ استعمال کیے جا سکتے ہیں البتہ جو الفاظ احادیث سے ثابت ہوں ان کی رعایت مسنون، بہتر اور اہم ہے۔

یہ روایات اور دلائل یقیناً ان لوگوں کی تردید کے لیے کافی ہیں جو نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ جبکہ احناف کا مذہب بے غبار اور روایات سے ثابت ہے۔

فقہی عبارات

● فیض الباری للامام الکشمیری رحمہ اللہ:

باب قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ: وهي جائزة عندنا أيضًا كما في «التجريد» للقدُوري، وصرح يحي بن منقاري زاده أستاذ الشُّرُنْبلالي في رسالته: «الاتباع في مسألة الاستماع» بالاستحباب، إلا أنها تكونُ كالثناء عندنا لا كالقراءة. واستحبَّها أحمدُ رحمه الله. وقال الشافعية: أَنْ لا صلاةَ إِلا بفاتحةِ الكتاب. ولا ريبَ في أَنَّ أكثرَ عملهِ ﷺ كان على التَّرْك. وصرَّح ابنُ تيميةَ رحِمه الله أن جُمهورَ السَّلف كانوا يكتفون بالدعاء ولا يقرؤون الفاتحةَ، نعم، ثبت عن بعضهم. ثم هي عند الشافعية بعدَ التكبيرةِ الأُولى ففات عنهم الاستفتاح. فقلت لهم: أن اقرؤوا بها أربعَ مرات؛ لأن كلَّ تكبيرة في صلاةِ الجنازة تقوم مقامَ ركعةٍ، فأَوْلى لكم أن تقرؤا بها أربع مرّات، فإِنَّه لا صلاةَ لمن يقرأُ بها.

- **فتح الباری:**

وَيُؤَيِّدُ الْجَمْعَ الْأَوَّلَ مَا أَخْرَجَهُ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ فِي «كِتَابِ مَكَّةَ» مِنْ طَرِيقِ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَن ابن عَبَّاسٍ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: كَيْفَ أُصَلِّي فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ: كَمَا تُصَلِّي فِي الْجِنَازَةِ تُسَبِّحُ وَتُكَبِّرُ وَلَا تَرْكَعُ وَلَا تَسْجُدُ، ثُمَّ عِنْدَ أَرْكَانِ الْبَيْتِ سَبِّحْ وَكَبِّرْ وَتَضَرَّعْ وَاسْتَغْفِرْ، وَلَا تَرْكَعْ وَلَا تَسْجُدْ. وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ. (بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ)

- **فتاویٰ ہندیہ:**

وَلَا يَقْرَأُ فيها الْقُرْآنَ، وَلَوْ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَإِنْ قَرَأَهَا بِنِيَّةِ الْقِرَاءَةِ لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّهَا مَحَلُّ الدُّعَاءِ دُونَ الْقِرَاءَةِ، كَذَا فِي «مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ».
(الْفَصْلُ الْخَامِسُ في الصَّلَاةِ على الْمَيِّتِ)

- **الدر المختار:**

(وَلَا قِرَاءَةَ وَلَا تَشَهُّدَ فِيهَا) وَعَيَّنَ الشَّافِعِيُّ الْفَاتِحَةَ فِي الْأُولَى. وَعِنْدَنَا: تَجُوزُ بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ، وَتُكْرَهُ بِنِيَّةِ الْقِرَاءَةِ؛ لِعَدَمِ ثُبُوتِهَا فِيهَا عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

- **رد المحتار:**

(قَوْلُهُ: وَعَيَّنَ الشَّافِعِيُّ الْفَاتِحَةَ) وَبِهِ قَالَ أَحْمَدُ؛ لِأَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ فَجَهَرَ بِالْفَاتِحَةِ، وَقَالَ: عَمْدًا فَعَلْت؛ لِيُعْلِمَ أَنَّهَا سُنَّةٌ. وَمَذْهَبُنَا قَوْلُ عُمَرَ وَابْنِهِ وَعَلِيٍّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ كَمَا فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ». (قَوْلُهُ: بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ) وَالظَّاهِرُ أَنَّهَا حِينَئِذٍ تَقُومُ مَقَامَ الثَّنَاءِ عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ مِنْ أَنَّهُ يُسَنُّ بَعْدَ الْأُولَى التَّحْمِيدُ. (قَوْلُهُ: وَتُكْرَهُ بِنِيَّةِ الْقِرَاءَةِ) فِي «الْبَحْرِ» عَن «التَّجْنِيسِ» وَ«الْمُحِيطِ»: لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّهَا مَحَلُّ الدُّعَاءِ دُونَ الْقِرَاءَةِ اه وَمِثْلُهُ فِي «الْوَلْوَالِجِيَّةِ» و«التتارخانية». وَظَاهِرُهُ أَنَّ الْكَرَاهَةَ تَحْرِيمِيَّةٌ. وَقَوْلُ «الْقنْيَةِ»: «لَوْ قَرَأَ فِيهَا الْفَاتِحَةَ جَازَ» أَيْ لَوْ قَرَأَهَا بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ لِيُوَافِقَ مَا ذَكَرَهُ غَيْرُهُ، أَوْ أَرَادَ بِالْجَوَازِ الصِّحَّةَ، عَلَى أَنَّ كَلَامَ «الْقنْيَةِ» لَا يُعْمَلُ بِهِ إذَا عَارَضَهُ غَيْرُهُ، فَقَوْلُ الشُّرُنْبُلَالِيِّ فِي رِسَالَتِهِ: «إنَّهُ نَصَّ عَلَى جَوَازِ قِرَاءَتِهَا» فِيهِ نَظَرٌ ظَاهِرٌ؛ لِمَا عَلِمْته، وَقَوْلُهُ: وَقَوْلُ مُنْلَا عَلَى الْقَارِئِ أَيْضًا: «يُسْتَحَبُّ قِرَاءَتُهَا بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ خُرُوجًا مِنْ

خِلَافِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ» فِيهِ نَظَرٌ أَيْضًا؛ لِأَنَّهَا لَا تَصِحُّ عِنْدَهُ إِلَّا بِنِيَّةِ الْقُرْآنِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَقْرَأَهَا بِنِيَّةِ الْقِرَاءَةِ، وَيَرْتَكِبَ مَكْرُوهَ مَذْهَبِهِ لِيُرَاعِيَ مَذْهَبَ غَيْرِهِ كَمَا مَرَّ تَقْرِيرُهُ أَوَّلَ الْكِتَابِ. (باب صلاة الجنائز)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
18 جُمادَی الاُولیٰ 1441ھ/14 جنوری 2020

غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرنے کا حکم:

احناف کے نزدیک نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نمازِ جنازہ سامنے موجود ہو، اس لیے اگر نمازِ جنازہ سامنے موجود نہ ہو تو نمازِ جنازہ درست ہی نہیں ہوگی۔ اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ چوں کہ غائبانہ نمازِ جنازہ میں میت سامنے موجود ہی نہیں ہوتی اس لیے غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرنا درست نہیں۔ اس لیے فقہ حنفی کے پیروکاروں کے لیے غائبانہ نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا درست نہیں۔

غائبانہ نمازِ جنازہ سے متعلق ایک شبہ کا اِزالہ:

بعض حضرات یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت نجاشی حاکم رضی اللہ عنہ کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا فرمائی، جس سے غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ احناف کے نزدیک غائبانہ نمازِ جنازہ اس لیے جائز نہیں کہ نمازِ جنازہ درست ہونے کے لیے سامنے میت کا موجود ہونا ضروری ہے، اور حضرت نجاشی کے اس واقعہ سے متعلق احناف کا موقف یہ ہے کہ یا تو یہ حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت تھی اور یا یہ غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں تھا کیوں کہ اللہ تعالی نے معجزاتی طور پر حضور اقدس ﷺ کے سامنے سے تمام حجابات ہٹادیے تھے اور حضور اقدس ﷺ بلکہ حضرات صحابہ کو بھی حضرت نجاشی کی میت سامنے نظر آرہی تھی، جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: تمہارے بھائی نجاشی کا انتقال ہوگیا ہے، ان کی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں، چنانچہ حضور اقدس ﷺ آگے بڑھے اور صحابہ ان کی اقتدا میں کھڑے ہوئے، تو حضور اقدس ﷺ نے چار تکبیرات کہیں، اور صحابہ کو یہی خیال رہا کہ جنازہ ان کے سامنے موجود ہے۔

- صحیح ابن حبان میں ہے:

٣١٠٢- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ عَنْ عَمِّهِ، عَنْ عِمْرَانَ

ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: «أَنْبَأَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَّ أَخَاكُمْ النَّجَاشِيَّ تُوُفِّيَ، فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَصَفُّوا خَلْفَهُ، وَكَبَّرَ أَرْبَعًا، وَهُمْ لَا يَظُنُّونَ إِلَّا أَنَّ جَنَازَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ».

فتاویٰ جات

- دارالافتاء دارالعلوم دیوبند:

"احناف اور مالکیہ کے نزدیک نمازِ جنازہ غائبانہ جائز نہیں، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے، حنفی و مالکی مسلک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی شاہِ حبشہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی تھی وہاں در حقیقت تمام حجابات اٹھادیے گئے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے معجزہ کے طور پر نجاشی کا جنازہ کر دیا گیا تھا، تو ایسی صورت میں وہ غائبانہ نمازِ جنازہ نہ تھی۔ تفصیل کے لیے دلائل کے ساتھ ابوداؤد شریف کی شرح بذل المجہود ملاحظہ کرلیں۔ یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بے شمار واقعاتِ وفات پیش آئے، بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت و وفات کے واقعات ہوئے، مگر ثابت نہیں کہ نمازِ جنازہ غائبانہ کا معمول اور عادتِ شریفہ رہی ہو، خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور دراز علاقوں میں مقیم تھے، مگر ثابت نہیں کہ انھوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ہو، خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہدِ مبارک میں بھی غائبانہ نمازِ جنازہ کا معمول کہیں منقول نہیں ملتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم" (جواب نمبر: 155387)

- دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن:

"نمازِ جنازہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ میت نماز پڑھنے والے کے سامنے موجود ہے، اگر میت وہاں موجود نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہو گی، لہٰذا غائبانہ نمازِ جنازہ شرعاً درست نہیں ہے۔ حنفی مقلد کے لیے غائبانہ نمازِ جنازہ میں شرکت جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

فلا تصح على غائب، وصلاة النبي ﷺ على النجاشي لغوية أو خصوصية). باب صلوة الجنازة، 209/2،ط:سعید) فقط واللہ اعلم۔" (فتویٰ نمبر:144010200256)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
7 ربیع الاوّل 1442ھ/25 اکتوبر 2020

میت کو قبر میں رکھتے وقت کونسے کلمات کہنا سنت ہے؟

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

ذیل میں میت کو قبر میں رکھتے وقت پڑھے جانے والے مسنون کلمات ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ مسلمان اس پر عمل کر سکیں کیوں کہ بہت سے لوگ اس سنت عمل کا اہتمام نہیں کرتے، یہ بہت ہی افسوس ناک اور قابلِ اصلاح طرزِ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنتوں سے محبت کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میت کو قبر میں رکھتے وقت کونسے کلمات کہنا سنت ہے؟

میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ کلمات کہنا سنت ہے:

بِسْمِ اللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

ترجمہ: ہم نے اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے میت کو رکھا اور رسول اللہ ﷺ کے دین ہی پر اس کو حوالے کیا۔

- صحيح ابن حبان:

٣١٠٩- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ قَحْطَبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي الْقَبْرِ قَالَ: «بِسْمِ اللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ».

(ذِكْرُ مَا يَقُولُ الْمَرْءُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُدَلِّيَ أَخَاهُ فِي حُفْرَتِهِ)

واضح رہے کہ فقہ حنفی کی اکثر کتب جیسے: کتاب الآثار للامام ابی یوسف، الاختیار لتعلیل المختار، البحر الرائق، فتاویٰ ہندیہ، مبسوط السرخسی، تبیین الحقائق، تحفۃ الفقہاء، مجمع الانہر، المحیط البرہانی، درر الحکام، حلبی صغیر، کنزالدقائق، ہدایہ وغیرہ میں انھی کلمات کو اختیار کیا گیا ہے۔

فائدہ:

قبر میں میت کو رکھتے وقت کہے جانے والے مذکورہ کلمات کچھ فرق کے ساتھ بھی احادیث مبارکہ سے مرفوعًا اور موقوفًا ثابت ہیں، ان میں سے کوئی بھی الفاظ کہے جائیں تو سنت ادا ہو جائے گی۔ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ بعض روایات میں یہ کلمات یوں ثابت ہیں:

بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

فقہ حنفی کی بعض کتب جیسے تنویر الابصار وغیرہ میں، اسی طرح "احکامِ میت" میں بھی انھی الفاظ کو اختیار کیا گیا ہے۔

2۔ جبکہ بعض روایات میں یہ کلمات یوں ثابت ہیں:

بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

- سنن الترمذي:

١٠٤٦- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ قَالَ: حَدَّثَنَا الحَجَّاجُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أدخلَ المَيِّت القَبْرَ، وَقَالَ أَبُو خَالِدٍ مَرَّةً: إِذَا وضعَ المَيِّت فِي لَحْدِهِ، قَالَ مَرَّةً: «بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ»، وَقَالَ مَرَّةً: «بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ». (بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا أُدْخِلَ المَيِّتُ القَبْرَ)

- مُصنف ابن أبي شيبة:

١١٨١٧- حدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرِ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي الْقَبْرِ قَالَ: بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ. (مَا قَالُوا إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ)

3۔ جبکہ بعض روایات میں یہ کلمات یوں ثابت ہیں:

بِسْمِ اللهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

- السنن الكبرى للبيهقي:

٧٣١١- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ قَالَ: شُعْبَةُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ: شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ وَوَضَعَ مَيِّتًا فِي قَبْرِهِ فَقَالَ: بِسْمِ اللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ هِشَامٌ فِي حَدِيثِهِ: إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ قَالَ: بِسْمِ اللهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

(باب مَا يُقَالُ إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ قَبْرَهُ)

4۔ جبکہ بعض روایات میں یہ کلمات یوں ثابت ہیں:

بِسْمِ اللهِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

- سنن ابن ماجه:

١٥٥٠- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثنَا لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَليْهِ وسَلَّمَ، (ح) وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَدْخَلَ الْمَيِّتَ الْقَبْرَ قَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ». وَقَالَ أَبُو خَالِدٍ مَرَّةً: إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي لَحْدِهِ قَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ». وَقَالَ هِشَامٌ فِي حَدِيثِهِ: «بِسْمِ اللهِ، وَفِي سَبِيلِ اللهِ، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ». (بَابُ مَا جَاءَ فِي إِدْخَالِ الْمَيِّتِ الْقَبْرَ)

ذیل میں ''رد المحتار''اور''فتح القدیر''کی عبارات ملاحظہ فرمائیں جن میں مذکورہ مسنون کلمات کے مختلف ثابت شدہ الفاظ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

- الدر المختار:

(وَ) يُسْتَحَبُّ أَنْ (يُدْخَلَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ) بِأَنْ يُوضَعَ مِنْ جِهَتِهَا ثُمَّ يُحْمَلَ فَيُلْحَدَ (وَ) أَنْ (يَقُولَ وَاضِعُهُ: بِسْمِ اللهِ، وَبِاللهِ، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَيُوَجَّهَ إِلَيْهَا).

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَبِاللهِ) زَادَهُ عَلَى مَا فِي «الْكَنْزِ» وَ«الْهِدَايَةِ»، وَهُوَ ثَابِتٌ فِي لَفْظٍ لِلتِّرْمِذِيِّ، وَالْأَوَّلُ فِي لَفْظٍ لِابْنِ مَاجَهْ، وَفِي لَفْظٍ لَهُ بِزِيَادَةٍ «وَفِي سَبِيلِ اللهِ» بَعْدَ قَوْلِهِ: «وبِسْمِ اللهِ». وَذَكَرَهُ فِي «الْبَدَائِعِ» عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالُوا: وَالْمَعْنَى: بِسْمِ اللهِ وَضَعْنَاك، وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ سَلَّمْنَاك.

(بَابُ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ: مطلب فِي دفن الْمَيِّت)

- فتح القدير:

رَوَى ابْنُ مَاجَهْ مِنْ حَدِيثِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا

أَدْخَلَ الْمَيِّتَ الْقَبْرَ قَالَ: «بِاسْمِ اللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ». زَادَ التِّرْمِذِيُّ بَعْدَ «بِاسْمِ اللهِ»: «وَبِاللهِ». وَقَالَ: حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُد مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ بِدُونِ الزِّيَادَةِ، وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ وَلَفْظُهُ: «إِذَا وَضَعْتُمْ مَوْتَاكُمْ فِي قُبُورِهِمْ فَقُولُوا: بِاسْمِ اللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ». وَصَحَّحَهُ، وَفِيهِ طُرُقٌ أُخْرَى عَدِيدَةٌ. (فَصْلٌ فِي الدَّفْنِ)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
9 ربیع الاول 1443ھ/16 اکتوبر 2021

سحری کے احکام

مع سحری سے متعلق متعدد غلط فہمیوں کا ازالہ

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

تفصیلی فہرست

سحری کے احکام

سحری کی فضیلت:

سحری کرنا سنت اور باعثِ برکت ہے، حضور اقدس ﷺ نے سحری کرنے کی ترغیب دی ہے، اس لیے سحری کا اہتمام ہونا چاہیے، اس سے روزہ رکھنے میں قوت بھی رہتی ہے، اگر دل نہ بھی چاہے تب بھی کچھ نہ کچھ کھا پی لینا چاہیے، بھلے پانی ہی پی لے تب بھی کافی ہے، لیکن اگر کسی نے نہار منہ ہی روزہ رکھ لیا تب بھی درست ہے۔
(صحیح البخاری حدیث:1923، مسند احمد حدیث:11086، مراقی الفلاح، بہشتی زیور)

سحری بند کرنے کا آخری وقت کون سا ہے؟

سحری بند کرنے کا آخری وقت کون سا ہے؟ اس حوالے سے بہت سے لوگ لاعلمی کا شکار ہیں اور اسی لاعلمی کا نتیجہ ہے کہ وہ زندگی بھر غلطی میں مبتلا رہتے ہیں اور ان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس غلطی کی وجہ سے ان کے روزے درست ہی نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے کہ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص روزے رکھتا رہے لیکن اس کی اپنی ہی غلطیوں کے نتیجے میں اس کے یہ روزے شریعت کی نگاہ میں درست نہ ہوں۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس اہم مسئلے سے بھی آگاہی حاصل کرے تاکہ وہ غلطی سے محفوظ ہوسکے۔ آیئے قرآن و سنت کی روشنی میں اس اہم مسئلے کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ غلط فہمیوں اور شبہات کا ازالہ ہوسکے۔

سحری کا وقت رات ہی کو ہے:

قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے کہ جب تک رات ہے تو سحری کی جاسکتی ہے، لیکن جیسے ہی رات ختم ہوجائے تو سحری کا وقت بھی ختم ہوجاتا ہے، اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ صبح صادق ہوتے ہی رات ختم ہوجاتی ہے اور دن شروع ہوجاتا ہے، اس لیے صبح صادق کا وقت داخل ہونے کے ساتھ ہی سحری کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ اس بات کو قرآن وسنت اور دیگر شرعی دلائل کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سحری کا آخری وقت قرآن کریم کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم سورۃ البقرۃ آیت: 187 میں سحری اور افطاری سے متعلق فرماتے ہیں کہ:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ.

ترجمہ: ''اور اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ممتاز ہو کر تم پر واضح (نہ) ہو جائے، اس کے بعد رات آنے تک روزے پورے کرو۔'' (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رات کو سیاہ دھاگے، جبکہ صبح صادق کو سفید دھاگے سے تشبیہ دی ہے اور کھانے پینے کی آخری حد بھی بیان فرمادی ہے کہ اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک صبح صادق طلوع نہ ہو جائے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کھانا پینا رات ہی کو درست ہے، اور جب صبح صادق طلوع ہو جائے تو اس کے بعد کھانا پینا جائز نہیں۔ اس آیت سے سحری کا آخری وقت بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ سحری رات ہی کو بند کرنی ضروری ہے، اور اس سے یہ اہم مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ سحری بند کرنے کا تعلق صبح صادق کے ساتھ ہے نہ کہ اذان کے ساتھ، جس کا مطلب یہ ہے کہ اذان بھلے نہ ہوئی ہو لیکن صبح صادق ہو چکی ہو تو اس کے بعد کھانا پینا جائز نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سحری کھانے کا آخری وقت:

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ: اس آیت میں رات کی تاریکی کو سیاہ خط، اور صبح کی روشنی کو سفید خط کی مثال سے بتلا کر روزہ شروع ہونے اور کھانا پینا حرام ہو جانے کا صحیح وقت متعین فرمادیا، اور اس میں اِفراط و تفریط کے اِحتمالات کو ختم کرنے کے لیے ''حَتّٰى يَتَبَيَّنَ'' کا لفظ بڑھادیا، جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ نہ تو وہمی مزاج لوگوں کی طرح صبح صادق سے کچھ پہلے ہی کھانے پینے وغیرہ کو حرام سمجھو اور نہ ایسی بے فکری

اختیار کرو کہ صبح کی روشنی کا یقین ہو جانے کے باوجود کھاتے پیتے رہو، بلکہ کھانے پینے اور روزہ کے درمیان حدِّ فاصل صبح صادق کا تیقُّن ہے، اس تیقُّن سے پہلے کھانے پینے کو حرام سمجھنا درست نہیں، اور تیقُّن کے بعد کھانے پینے میں مشغول رہنا بھی حرام اور روزے کے لیے مُفسِد ہے اگرچہ ایک ہی منٹ کے لیے ہو۔ سحری کھانے میں وُسعت اور گنجائش صرف اسی وقت تک ہے جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو۔ بعض صحابہ کرام کے ایسے واقعات کو بعض کہنے والوں نے اس طرح بیان کیا کہ سحری کھاتے ہوئے صبح ہو گئی اور وہ بے پروائی سے کھاتے رہے، یہ اسی پر مبنی تھا کہ صبح کا یقین نہیں ہوا تھا اس لیے کہنے والوں کی جلد بازی سے متاثر نہیں ہوئے۔
(معارف القرآن)

آیت کی تفسیر حدیثِ نبوی سے:

1۔ خود نبی کریم ﷺ نے بھی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ: "سیاہ دھاگے سے مراد رات کی تاریکی ہے جبکہ سفید دھاگے سے مراد دن کی روشنی ہے۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

- صحيح البخاري:

٤٥١٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ؟ أَهُمَا الْخَيْطَانِ؟ قَالَ: «إِنَّكَ لَعَرِيضُ الْقَفَا إِنْ أَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ»، ثُمَّ قَالَ:«لَا، بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ».

2۔ اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ سیاہ دھاگے سے مراد رات، اور سفید دھاگے سے مراد دن ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

٢٥٨٧: عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضي الله عنه قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: «وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ» قَالَ: فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَرَادَ الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الأَسْوَدَ وَالْخَيْطَ الأَبْيَضَ فَلَا يَزَالُ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رِئْيُهُمَا، فَأَنْزَلَ اللهُ بَعْدَ ذَلِكَ «مِنَ الْفَجْرِ» فَعَلِمُوا أَنَّمَا يَعْنِي بِذَلِكَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.

ماقبل میں مذکور آیت اور احادیث سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ سحری بند کرنے کا صحیح وقت رات کو ہے نہ کہ دن کو۔

مذکورہ آیت کی روشنی میں جمہورِ امت کا متفقہ اصول:

سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت کو امت کے جمہور اہلِ علم نے ایک متفقہ اصول قرار دیا ہے، اور یہی جمہور اہلِ علم کا مذہب ہے کہ سحری بند کرنے کا تعلق رات سے ہے نہ کہ دن سے، اور صبح صادق ہو جانے کے بعد سحری کھانا ناجائز ہے، جیسا کہ حضرت علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ "سنن ابی داود" کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ:

وذهب الجمهور إلى امتناع السحور بطلوع الفجر وهو قول الأئمة الأربعة وعامة فقهاء الأمصار.

یعنی کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صبح صادق ہو جانے کے بعد سحری کھانا ناجائز ہے، یہی چاروں ائمہ کرام اور دیگر فقہائے عظام کا مذہب ہے۔

سحری کے آخری وقت کے لیے قرآن کریم سے ایک اور دلیل:

سورۃ البقرہ کی اسی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ. (سورۃ البقرۃ آیت:187)

ترجمہ: "تمھارے لیے روزے کی رات کو اپنی بیویوں کے ساتھ ہمبستری جائز قرار دی گئی ہے۔"

اس آیت میں جب اللہ تعالیٰ نے روزے کی رات کو بیوی کے ساتھ ہمبستری کی اجازت دی ہے تو گویا کہ کھانے پینے کی اجازت بھی رات ہی کو ہے، جیسا کہ دن کو ہمبستری کی اجازت نہیں دی اسی طرح کھانے پینے کی اجازت بھی نہیں ہے، اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ رات صبح صادق تک ہی ہوتی ہے، صبح صادق کے بعد تو دن شروع ہو جاتا ہے۔

روزے کی تعریف کی روشنی میں سحری کے آخری وقت کی دلیل:

روزہ در حقیقت صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور روزہ توڑنے والے امور سے

بچنے کا نام ہے۔(ردالمحتار)اس لیے صبح صادق ہوتے ہی روزہ شروع ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص صبح صادق طلوع ہوجانے کے بعد کچھ کھاتا پیتا ہے تو وہ درحقیقت دن ہی کو کھاتا پیتا ہے حالاں کہ دن روزے کے لیے ہے نہ کہ کھانے پینے کے لیے، تو گویا کہ روزے کی حقیقت اور تعریف اس میں نہیں پائی گئی تو یہ روزہ ہوا ہی نہیں۔

فتاویٰ عثمانی کا حوالہ:

شیخ الاسلام حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

"صبح صادق کے بعد اگر ایک منٹ بھی مزید کھالیا تو روزہ فاسد ہے۔" (فتاویٰ عثمانی 188/2)

اذان کے دوران سحری بند کرنے سے متعلق ایک حدیث اور اس کی صحیح تاویل:

ماقبل کی تفصیل اور دلائل سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے، جیسے ہی رات ختم ہوجائے اور صبح صادق کا وقت داخل ہوجائے تو اس کے بعد سحری کرنا ناجائز ہے، اس سے روزہ نہیں ہوتا، اور چوں کہ فجر کی اذان صبح صادق کے بعد ہوتی ہے اس لیے اذان کے دوران کھانے پینے سے روزہ نہیں ہوتا۔

اس معاملے میں بعض لوگ سنن ابی داود کی ایک حدیث شریف پیش کرتے ہیں کہ: جب تم میں سے کوئی اذان کی آواز سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھے بلکہ اپنی ضرورت پوری کرلے۔" اور اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فجر کی اذان کے دوران بھی سحری بند کی جاسکتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ واضح غلط فہمی ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں:

1۔اس حدیث کا ایسا مطلب بیان کرنا کہ جو قرآن وسنت کے واضح اصول اور دیگر دلائل کے خلاف ہو یا ان کے مابین باہمی ٹکراؤ کی صورت پیدا کرے، ظاہر ہے کہ یہ ہرگز درست نہیں، اور نہ ہی یہ شریعت کا تقاضا ہوسکتا ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

2۔ خصوصًا جب کہ اس حدیث میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جس سے واضح طور پر یہ معلوم ہورہا ہو کہ اس

حدیث کا تعلق سحری بند کرنے کے ساتھ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس سے سحری ہی مراد لینا کسی طرح درست نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ جمہور اہلِ علم نے اس حدیث سے یہ معنی مراد لیا ہی نہیں کہ صبح صادق کے بعد اذان کے دوران یا اس کے بعد بھی سحری بند کی جاسکتی ہے، بلکہ اہلِ علم نے اس حدیث کے متعدد معانی بیان فرمائے ہیں، تاکہ اس حدیث شریف کا قرآن کے واضح اصول اور دیگر احادیث سے باہمی ٹکراؤ بھی پیدا نہ ہو اور حدیث کا صحیح مطلب بھی واضح ہوسکے، یہی وجہ ہے کہ بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق عام اذان کے ساتھ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ: ''جب تم میں سے کوئی اذان کی آواز سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھے بلکہ اپنی ضرورت پوری کرلے''، یعنی اذان ہوجانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اذان کی وجہ سے عام کھانا پینا چھوڑ دے اور اذان کا جواب دے بلکہ وہ اس دوران بھی کھا پی سکتا ہے، گویا کہ یہ حدیث عام اذان سے متعلق ہے۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

3۔ اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ اس حدیث کا تعلق سحری کے ساتھ ہے تو ایسی صورت میں امام بیہقی رحمہ اللہ جمہور اہلِ علم کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کا تعلق اُس اذان کے ساتھ ہے جو کہ صبح صادق سے پہلے دی گئی ہو۔ (زجاجۃ المصابیح) کیوں کہ حضور اقدس ﷺ کے مبارک دور میں دو اذانیں دینے کا رواج رہا: ایک صبح صادق سے پہلے جو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیتے تھے، اور دوسری صبح صادق کے بعد جو کہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ دیتے تھے، جس کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے، اور جب صبح صادق سے پہلے بھی ایک اذان دی جانے کا رواج تھا تو ایسی صورت حال میں بھی حضور اقدس ﷺ نے سحری کا صحیح وقت واضح فرمایا تاکہ لوگ کہیں غلطی میں مبتلا نہ ہوں، چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ:

إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا تَأْذِينَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ.

(صحيح مسلم حديث: ١٠٩٢)

یعنی کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں، اس لیے اس وقت تک کھا پی سکتے ہو جب تک ابن ام مکتوم کی اذان نہ

ہو جائے، (کیوں کہ وہ فجر کے بعد اذان دیتے تھے۔)

اسی طرح صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے کہ:

لَا يَغُرَّنَّكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ حَتَّى يَبْدُوَ الْفَجْرُ.

(صحيح مسلم حديث: ١٠٩٤)

یعنی کہ تمہیں بلال کی اذان اور صبح کاذب کہیں غلطی میں نہ ڈال دیں یہاں تک کہ فجر طلوع نہ ہو جائے۔

(**فائدہ:** صبح صادق سے کچھ لمحات پہلے ایک روشنی سی نمودار ہوتی ہے جو عمودی شکل میں ہوتی ہے، جس سے یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ صبح صادق ہو چکی ہے لیکن چند ہی لمحوں بعد وہ غائب ہو جاتی ہے، اس کو صبح کاذب کہا جاتا ہے۔)

حاصلِ کلام:

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ سنن ابی داود کی اس حدیث شریف کا صحیح مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے وہ اذان مراد ہے جو کہ صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی کہ جب یہ اذان ہو جائے اور تمہارے ہاتھ میں برتن ہو تو تم اس کو نہ رکھو بلکہ اپنی حاجت پوری کر لیا کرو، کیوں کہ ابھی تک صبح ہوئی ہی نہیں ہے۔ یہ مطلب مراد لینے کے بعد حدیث کا صحیح مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے اور قرآن و حدیث میں باہمی ٹکراؤ کی صورت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ (اس کی مزید مدلل تفصیل کے لیے دیکھیے: جامعہ دارالعلوم کراچی کا فتویٰ نمبر: 3/1724)

سحری میں تاخیر افضل ہونے کی وضاحت:

اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سحری میں تاخیر کرنا بڑی فضیلت کی بات ہے۔ (صحیح ابن حبان حدیث: 1770) اس سے بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا ہے کہ صبح صادق کے بعد اور اذان کے ساتھ بھی سحری بند کر سکتے ہیں اور دلیل میں یہ حدیث شریف بھی پیش کرتے ہیں، تو اس حوالے سے عرض یہ ہے کہ یہ بات درست ہے کہ احادیث کی رُو سے سحری میں تاخیر کرنا افضل ہے

لیکن اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ سحری میں اتنی تاخیر کی جائے کہ صبح صادق ہی طلوع ہو جائے، اس کی متعدد وجوہات ہیں:

1۔ تاخیر سے سحری کرنے کا یہ مطلب قرآن و سنت سے کہیں ثابت نہیں کہ صبح صادق کے بعد بھی کھایا پیا جائے، بلکہ قرآن و سنت سے اس کے بر عکس یہی معلوم ہوتا ہے کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے، اس لیے سحری رات ہی کو بند کرنی ضروری ہے۔

2۔ جب تاخیر سے سحری کرنا افضل ہے تو ظاہر ہے کہ تاخیر کی کوئی حدّ بھی تو ہو گی، کیوں کہ اگر تاخیر کی کوئی حد مقرر نہ ہو تو پھر ایک آدمی صبح سورج نکلنے کے بعد کھا پی کر یہ کہہ سکتا ہے کہ سحری میں تاخیر افضل ہے، تو ظاہر ہے کہ اس کی اس بات کو کون تسلیم کر سکتا ہے؟؟ اس لیے اس تاخیر کی بھی ایک حد ہے، اور وہ حد یہی ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک آپ کھا پی سکتے ہیں، اس کے بعد نہیں، اور یہ حدّ قرآن و سنت کے واضح دلائل سے ثابت ہے، جیسا کہ تفصیل بیان ہو چکی۔

3۔ احادیث سے جو یہ بات ثابت ہے کہ تاخیر سے سحری کرنا افضل ہے اس کا معنی یہ ہے کہ بعض لوگ صبح صادق سے ڈھائی تین گھنٹے پہلے یا آدھی رات ہی کو سحری سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن بہتر اور زیادہ فضیلت کی بات یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے کے قریب قریب سحری کرے اور جب رات ختم ہونے لگے تو صبح صادق سے پہلے پہلے سحری بند کر لے۔

صبحِ صادق سے متعلق بنیادی احکام

چوں کہ صبح صادق کے ساتھ سحری کا ایک اہم ربط ہے اس لیے ذیل میں صبح صادق سے متعلق چند بنیادی باتیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ مزید وضاحت ہوسکے۔

صبح صادق کی حقیقت:

عموماً صبح کاذب کے تھوڑی دیر بعد آسمان کے اُفق پر شمالاً و جنوباً ایک روشنی نمودار ہوتی ہے، یہ روشنی مستطیر یعنی چوڑائی میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے جو کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید پھیلتی اور بڑھتی جاتی ہے، اس کو صبح صادق کہتے ہیں، یہ حقیقی صبح ہوتی ہے۔

صبح صادق سے متعلق احکام:

صبح صادق چوں کہ حقیقی صبح ہوتی ہے اس لیے اس پر شریعت کے متعدد احکام لاگو ہوتے ہیں، جیسے:

- صبح صادق طلوع ہوتے ہی رات ختم ہوجاتی ہے۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی نمازِ عشا اور نمازِ وتر کا وقت ختم ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے یہ دونوں نمازیں قضا ہوجاتی ہیں۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی تہجد کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی سحری کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی روزہ شروع ہوجاتا ہے۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی شرعی دن شروع ہوجاتا ہے، جس کے آدھے دن کو نصف النہار شرعی کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ زوال کو نصف النہار عرفی کہا جاتا ہے جو کہ سورج طلوع ہونے سے لے کر سورج غروب ہونے تک کا آدھا دن ہوتا ہے۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی نمازِ فجر کا وقت داخل ہوجاتا ہے۔

- صبح صادق طلوع ہوتے ہی عید الفطر میں صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔
- صبح صادق ہوتے ہی عید الاضحیٰ کے دن قربانی کا جانور ذبح کرنا درست ہوتا ہے، البتہ یہ اُن دیہاتوں کے لیے ہے جن میں عید کی نماز واجب نہیں ہوتی، جبکہ شہروں میں اور بڑے دیہاتوں میں جہاں عید کی نماز واجب ہوتی ہے وہاں عید کی نماز کے بعد ہی ذبح کرنا جائز ہوتا ہے، جس کی تفصیل قربانی کے مسائل میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ان جیسے متعدد احکام ایسے ہیں جو صبح صادق سے منسلک ہیں۔

(رد المحتار، ہندیہ، صبح صادق وکاذب اور وقت عشا کی تحقیق از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

صبح صادق ہوتے وقت سورج کتنے ڈگری زیرِ اُفق ہوتا ہے؟

جمہور اہلِ علم کے نزدیک سورج جب 18 درجے زیرِ اُفق ہو تو صبح صادق طلوع ہو جاتا ہے، یہی قول راجح اور اسی پر فتویٰ ہے، اور عموماً مروّجہ اوقاتِ نماز کے نقشے بھی اسی کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ واضح رہے کہ خصوصاً سحری بند کرنے کے معاملے میں تو اسی پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

(رد المحتار، نوادر الفقہ، فتاویٰ عثمانی، فہم الفلکیات، صبح صادق وکاذب اور وقت عشا کی تحقیق از حضرت مفتی رضوان صاحب)

احادیث مبارکہ:

- مصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٩١٦٣- عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَمْنَعَنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنَ السُّحُورِ، وَلَا الصُّبْحُ الْمُسْتَطِيلُ، وَلَكِنِ الصُّبْحُ الْمُسْتَطِيرُ فِي الأُفُقِ».

٩١٦٤- عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْفَجْرُ فَجْرَانِ: فَأَمَّا الَّذِي كَأَنَّهُ ذَنَبُ السِّرْحَانِ فَإِنَّهُ لَا يُحِلُّ شَيْئًا وَلَا يُحَرِّمُهُ، وَلَكِنِ الْمُسْتَطِيرُ».

٩١٦٥- عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: لَيْسَ الْفَجْرُ الَّذِي هَكَذَا، يَعْنِي الْمُسْتَطِيلَ، وَلَكِنِ الْفَجْرُ الَّذِي هَكَذَا، يَعْنِي الْمُعْتَرِضَ.

- صحیح مسلم میں ہے:

٢٥٩٦- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيِّ: حَدَّثَنِي وَالِدِي أَنَّهُ سَمِعَ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا ﷺ يَقُولُ: «لَا يَغُرَّنَّ أَحَدَكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ مِنَ السَّحُورِ وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ حَتَّى يَسْتَطِيرَ».

٢٥٩٧- عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ -لِعَمُودِ الصُّبْحِ- حَتَّى يَسْتَطِيرَ هَكَذَا».

٢٥٩٨- عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغُرَّنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا بَيَاضُ الأُفُقِ الْمُسْتَطِيلُ هَكَذَا حَتَّى يَسْتَطِيرَ هَكَذَا». وَحَكَاهُ حَمَّادٌ بِيَدَيْهِ قَالَ يَعْنِي مُعْتَرِضًا.

- سنن النسائی میں ہے:

٢١٧٠- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: أَنْبَأَنَا سَوَادَةُ بْنُ حَنْظَلَةَ قَالَ: سَمِعْتُ سَمُرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ حَتَّى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا» يَعْنِي مُعْتَرِضًا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَبَسَطَ بِيَدَيْهِ يَمِينًا وَشِمَالًا مَادًّا يَدَيْهِ.

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں سحری کے احکام

سحری کا وقت رات ہی کو ہے:

جب صبح صادق طلوع ہونے کا وقت قریب آتا ہے اور رات ختم ہونے لگتی ہے تو رات ختم ہونے سے پہلے پہلے سحری بند کر لینی ضروری ہے، کیوں کہ سحری کا وقت رات کو ہے نہ کہ صبح کو، اس لیے جو لوگ صبح صادق کا وقت داخل ہو جانے کے بعد بھی کھاتے پیتے ہیں ان کا روزہ ہر گز درست نہیں۔ (اعلاء السنن)

فجر کی اذان کے دوران سحری بند کرنے کا حکم:

بہت سے لوگ فجر کی اذان کے دوران بھی کھاتے پیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اذان ختم نہ ہو جائے اس وقت تک سحری کا وقت باقی رہتا ہے، یاد رہے کہ یہ کھلی غلطی ہے، کیوں کہ اذان صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد ہوتی ہے جبکہ سحری رات ہی کو بند کرنی ضروری ہے، اس لیے جو لوگ اذان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں وہ در حقیقت رات کے بجائے صبح کو سحری بند کر رہے ہوتے ہیں حالاں کہ ما قبل کی مدلل تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے نہ کہ دن کو، اس لیے ایسے حضرات کا روزہ ہر گز درست نہیں۔

سحری بند کرنے میں فجر کی اذان کا کوئی اعتبار نہیں:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ سحری بند کرنے میں اصل اعتبار اذان کا نہیں بلکہ صبح صادق کا ہے کہ جب صبح صادق طلوع ہو جائے اس کے بعد کھانے پینے سے روزہ ہوتا ہی نہیں، اگرچہ اذان نہیں ہوئی ہو، کیوں کہ اذان تو صبح صادق کے بعد ہی ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح بعض مساجد میں صبح صادق سے پہلے ہی فجر کی اذان دے دیتے ہیں، ایسی صورت میں بھی اصل اعتبار صبح صادق ہی کا ہو گا کہ اگرچہ اذان ہو چکی ہو لیکن چوں کہ صبح صادق طلوع نہیں ہوا ہوتا اس لیے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک سحری کھانا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ و دیگر کتب)

تنبیہ:

بہتر یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے چند منٹ پہلے روزہ بند کر لیا جائے تا کہ احتیاط رہے۔

جنابت کی حالت میں روزہ رکھنے کا حکم:

جنابت کی حالت میں بھی روزہ رکھنا درست ہے، اگر کسی شخص کو سحری کے وقت غسل کرنے کی حاجت ہو تو بہتر تو یہ ہے کہ غسل کر کے سحری کر لے، لیکن اگر غسل کرنے کا موقع نہ ہو تو منہ ہاتھ دھو کر

سحری کرلے، اور غسل بعد میں کرلے اگرچہ یہ غسل صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔
(ردالمحتار، مراقی الفلاح)

سحری اور افطاری سے متعلق نہایت ہی قیمتی اور اہم مشورے

سحری اور افطاری کے لیے مستند نقشہ اپنے پاس رکھیے:

بہترین صورت یہ ہے کہ سحر وافطار کے اوقات سے متعلق اپنے شہر اور علاقے کا کوئی مستند نقشہ اپنے پاس رکھا جائے، پھر اسی نقشے کا اعتبار کرتے ہوئے سحر وافطار کا اہتمام کیا جائے کہ نقشے میں جو صبح صادق کا وقت لکھا ہوتا ہے اس سے پہلے روزہ بند کرلیا جائے، اور جو مغرب کا وقت لکھا ہوتا ہے اس سے پہلے ہرگز افطاری نہ کی جائے، ان باتوں پر عمل کرکے غلطی سے حفاظت ہوسکتی ہے۔ سحر وافطار کے اوقات معلوم کرنے کے لیے اپنے شہر کے کسی معتبر نقشے سے استفادہ کرنے کی کوشش کی جائے جس میں سحر وافطار کے اوقات درج ہوں۔

گھڑیاں ملک کے معیاری وقت کے مطابق کیجیے!

اوقاتِ نماز اور سحر وافطار کے نقشے ملک کے معیاری وقت کے مطابق ہی بنائے جاتے ہیں، اس لیے ہر شخص کو اپنی گھڑی اور اپنے گھروں، دفاتر اور تعلیمی اداروں کی گھڑیاں ملک کے معیاری وقت کے مطابق ہی رکھنی چاہییں، اسی طرح مساجد کی گھڑیاں بھی اپنے ملک کے معیاری وقت کے مطابق کرلینی چاہییں کیوں کہ نمازوں کے اوقات اور سحر وافطار میں اس کی بڑی ضرورت پڑتی ہے، جبکہ اس سے غفلت کے نتیجے میں متعدد مسائل اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مساجد کی انتظامیہ کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اس بات کی اہمیت کے لیے دو مثالیں سمجھیے:

1۔ اگر کسی مسجد کی گھڑی ملک کے معیاری وقت سے دو منٹ آگے ہے اور اس مسجد میں نقشے کے مطابق لوگوں کو افطار کی اطلاع دی جائے تو گویا کہ یہ اطلاع وقت داخل ہونے سے دو منٹ پہلے دی جائے گی، جس کا غلط ہونا

واضح ہے اور اس کی بنا پر جو لوگ فوراً افطار کریں گے ان کا افطار وقت داخل ہونے سے پہلے ہوگا۔

2۔ بندہ مغرب کی نماز ادا کرنے کے لیے ایک مسجد گیا تو دیکھا کہ مسجد کی گھڑی ملک کے معیاری وقت سے دو منٹ آگے ہے، تو جیسے ہی مسجد کی گھڑی کے مطابق مغرب کا وقت داخل ہوا تو مؤذن صاحب فوراً اذان دینے کے لیے اُٹھنے لگے تو بندہ نے ان کو سمجھایا کہ ابھی تو وقت ہی داخل نہیں ہوا، کیوں کہ مسجد کی گھڑی دو منٹ آگے ہے، ایسی صورت میں اگر آپ اذان شروع کریں گے تو یہ وقت سے پہلے شروع ہوگی، اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر اذان کے بعض کلمات بھی وقت سے پہلے ادا کر لیے تو وقت کے اندر اس اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔ (الدر المختار)

اندازہ لگائیے کہ گھڑیاں اپنے ملک کے معیاری وقت کے مطابق رکھنے کی کس قدر اہمیت اور ضرورت ہے!! اس لیے عام نمازوں میں بھی اور خصوصاً ماہِ رمضان کے لیے بھی اپنی گھڑیوں کو ملک کے معیاری وقت کے مطابق کر لینی چاہیے۔

مساجد سے سحری بند کرنے کے لیے اعلان کا اہتمام:

مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ صبح صادق شروع ہونے سے تقریباً پانچ منٹ پہلے مساجد سے سائرن وغیرہ کے ذریعے سحری بند کرنے کی اطلاع دینے کی صورت اختیار کی جائے اور عوام کو مطلع کیا جائے کہ سحری بند ہونے سے پانچ منٹ پہلے سائرن وغیرہ کے ذریعے اطلاع دی جائے گی، اس طرح جب سائرن وغیرہ کا اہتمام ہوگا تو لوگ سمجھ جائیں گے کہ سحری پانچ منٹ کے اندر اندر بند کر لینی ہے، اس سے عوام کے روزے محفوظ ہو سکیں گے۔

رمضان المبارک میں نمازِ فجر کی جلد ادائیگی کا حکم:

عام حالات میں تو فجر کی نماز میں افضل اور مستحب یہی ہے کہ اسے اندھیرے کی بجائے ذرا روشنی ہو جانے کے بعد ادا کی جائے، جس کے لیے بعض اہلِ علم حضرات نے طلوعِ آفتاب سے آدھا گھنٹہ پہلے کا وقت مقرر کیا ہے، اس میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ ذرا تاخیر سے ادا ہونے کی صورت میں اس میں لوگ کثرت

سے جماعت میں شریک ہوسکیں گے کیوں کہ اگر وقت داخل ہوتے ہی اندھیرے میں نماز ادا کی جائے تو قوی اندیشہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی جماعت رہ جائے، حالاں کہ تکثیرِ جماعت بھی مطلوب ہے۔ لیکن جہاں اندھیرے میں نماز ادا کرنے کی صورت میں جماعت میں زیادہ سے زیادہ افراد کی شرکت ہو جاتی ہو اور روشنی میں نماز ادا کرنے کی وجہ سے لوگوں کی جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو جیسا کہ رمضان المبارک میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے تو ایسی صورت میں لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے اندھیرے ہی میں فجر ادا کرنا افضل ہے۔
(فیض الباری، فتاویٰ محمودیہ، آپ کے مسائل اور ان کا حل)

- صحیح بخاری میں ہے:

٥٧٧- عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةٌ بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

- فیض الباری شرح صحیح بخاری للامام الکشمیری میں ہے:

٥٧٧- قوله: (كنت أَتَسحَّرُ في أهلي، ثُمَّ يكونُ سُرْعَةٌ بي أَنْ أُدْرِكَ صلاةَ الفجرِ مَعَ رَسولِ الله ﷺ) ولعل هذا التَّغْلِيس كان في رمضان خاصة، وهكذا ينبغي عندنا إذا اجتمعَ النَّاس، وعليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهد الأكابر. (باب وَقْتِ الفَجْر)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
30 شعبان المعظم 1441ھ/24 اپریل 2020

تحقیقِ دعائے افطار:
اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

تحقیقِ دعائے افطار: اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ!

افطار کی دعا:

اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ.

ترجمہ: اے اللہ! میں نے آپ ہی کے لیے روزہ رکھا اور آپ ہی کے رزق پر افطار کیا۔
(سنن ابی داود، پُر نور دعائیں از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم)

بعض حضرات اس دعا پر مشتمل روایت کو ضعیف قرار دے کر افطار کے وقت اس دعا کو پڑھنے سے منع کرتے ہیں، حالاں کہ یہ غلط فہمی ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

تحقیقِ دعا:

مذکورہ دعا سنن ابی داود میں موجود ہے:

٢٣٦٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: «اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ». (باب الْقَوْلِ عِنْدَ الإِفْطَارِ)

اسی طرح یہ دعا "السنن الصغریٰ للبیہقی، السنن الکبریٰ للبیہقی، شعب الایمان للبیہقی، مصنَّف ابن ابی شیبہ، معجم الصحابہ لابن القاسم البغوی اور الزہد لابن المبارک" وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

واضح رہے کہ یہ روایت معتبر ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔ جہاں تک اس روایت کے مرسل ہونے کا تعلق ہے تو مرسل ہونا کوئی عیب نہیں، بلکہ جمہور کے نزدیک مرسل روایت حجت ہے۔ اس لیے محض مرسل ہونے کی بنیاد پر اس روایت کو ضعیف قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا بالکل درست بلکہ یہ مسنون دعاؤں میں سے ہے۔

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

١٩٩٤- (وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ) تَابِعِيٌّ يَرْوِي عَنْهُ حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيُّ الْكُوفِيُّ، ذَكَرَهُ

الطِّيبِيُّ (قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ) أَيْ دَعَا، وَقَالَ ابْنُ الْمَلَكِ: أَيْ قَرَأَ بَعْدَ الْإِفْطَارِ، وَمِنْهُ: (اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ) قَالَ الطِّيبِيُّ: قَدَّمَ الْجَارَّ وَالْمَجْرُورَ فِي الْقَرِينَتَيْنِ عَلَى الْعَامِلِ دَلَالَةً عَلَى الِاخْتِصَاصِ إِظْهَارًا لِلِاخْتِصَاصِ فِي الِافْتِتَاحِ وَإِبْدَاءً لِشُكْرِ الصَّنِيعِ الْمُخْتَصِّ بِهِ فِي الِاخْتِتَامِ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ مُرْسَلًا) قَالَ فِي «التَّقْرِيبِ»: مُعَاذُ بْنُ زُهْرَةَ، وَيُقَالُ أَبُو زُهْرَةَ مَقْبُولٌ مِنَ الثَّالِثَةِ، فَأَرْسَلَ حَدِيثًا فَوَهِمَ مَنْ ذَكَرَهُ فِي الصَّحَابَةِ، قَالَ مِيرَكُ: عِبَارَةُ أَبِي دَاوُدَ هَكَذَا عَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ: بَلَغَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَهُ، لَا يُقَالُ لِمِثْلِهِ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ إِلَى آخِرِهِ، وَمُعَاذُ بْنُ زُهْرَةَ بْنِ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ، وَانْفَرَدَ بِإِخْرَاجِ حَدِيثِهِ هَذَا أَبُو دَاوُدَ، وَلَيْسَ لَهُ سِوَى هَذَا الْحَدِيثِ اهـ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: وَهُوَ مَعَ إِرْسَالِهِ حُجَّةٌ فِي مِثْلِ ذَلِكَ، عَلَى أَنَّ الدَّارَقُطْنِيَّ وَالطَّبَرَانِيَّ رَوَيَاهُ بِسَنَدٍ مُتَّصِلٍ لَكِنَّهُ ضَعِيفٌ، وَهُوَ حُجَّةٌ أَيْضًا. (كِتَابُ الصَّوْمِ)

فائدہ: واضح رہے کہ ایک اور معتبر روایت میں افطار کے وقت یہ دعا بھی وارد ہوئی ہے:

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

ترجمہ: پیاس جاتی رہی اور رگیں تر ہو گئیں اور ان شاءاللہ اجر ثابت ہو گیا۔

(سنن ابی داود حدیث: 2357)

اس حوالے سے بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ مذکورہ دو دعاؤں میں سے پہلی دعا افطار سے پہلے جبکہ دوسری دعا افطار کے بعد پڑھی جائے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

4 رمضان المبارک 1442ھ/17 اپریل 2021

مہر
کی کم از کم مقدار اور اس کا موجودہ وزن

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

مہر کی کم از کم مقدار اور اس کا موجودہ وزن:

نکاح میں مہر مقرر کرنے کی کم از کم مقدار دس شرعی دراہم ہے، اس سے کم مہر مقرر کرنا جائز نہیں۔ اس لیے مہر میں جو بھی چیز مقرر کی جائے اس کی قیمت دس شرعی دراہم سے کم نہیں ہونی چاہیے۔

شرعی درہم کا موجودہ وزن:

موجودہ دور کے حساب سے ایک شرعی درہم 3.0618 گرام چاندی کے برابر ہوتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ فقہ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شرعی درہم 14 قیراط کا ہوتا ہے اور ایک قیراط 0.2187 گرام کا ہوتا ہے، تو 0.2187 کو 14 سے ضرب دینے کی صورت میں 3.0618 گرام آتا ہے جو کہ درہم کا موجودہ وزن ہے۔

اقلِّ مہر دس دراہم کا موجودہ وزن گرام میں:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایک شرعی درہم 3.0618 گرام چاندی کے برابر ہوتا ہے تو اس کو 10 سے ضرب دینے کی صورت میں 30.618 گرام چاندی جواب آتا ہے جو کہ مہر کی کم از کم مقدار ہے۔

اقلِّ مہر دس دراہم کا موجودہ وزن تولہ میں:

تولہ کے اعتبار سے دس دراہم 2.625 تولہ چاندی بنتے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تولہ 11.664 گرام کے برابر ہوتا ہے، اور دس دراہم 30.618 گرام کے برابر ہوتے ہیں، تو 30.618 گرام کو تولہ میں لانے کے لیے اس کو 11.664 سے تقسیم کریں گے تو جواب میں 2.625 تولہ آئے گا جو کہ مہر کی کم از کم مقدار ہے۔

اقلِّ مہر دس دراہم کا موجودہ وزن ماشہ میں:

ماشہ کے اعتبار سے دس دراہم 31.5 ماشہ چاندی کے برابر ہوتے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک

ماشہ 0.972 گرام کا ہوتا ہے یعنی یہ گرام سے 28 ملی گرام چھوٹا ہوتا ہے، اور ما قبل میں یہ بات معلوم ہو چکی کہ دس دراہم 30.618 گرام کے برابر ہوتے ہیں، تو 30.618 گرام کو ماشہ میں لانے کے لیے اس کو 0.972 سے تقسیم کریں گے تو جواب میں 31.5 ماشہ آئے گا جو کہ مہر کی کم از کم مقدار ہے۔

خلاصہ:

ما قبل کی تفصیل کا حاصل یہ نکلا کہ مہر کی کم از کم مقدار دس شرعی دراہم ہیں جو کہ گرام کے حساب سے 30.618 گرام چاندی کے برابر بنتے ہیں جبکہ تولہ کے حساب سے 2.625 تولہ چاندی کے برابر ہوتے ہیں، اس لیے مہر میں جو بھی چیز مقرر کی جائے اس کی قیمت دس شرعی دراہم سے کم نہیں ہونی چاہیے۔ البتہ چاندی کی قیمت چونکہ تبدیل ہوتی رہتی ہے اس لیے جس دن نکاح ہو رہا ہو اس دن چاندی کی قیمت معلوم کر کے دس شرعی دراہم کی قیمت کا حساب لگا لیا جائے۔

- قیراط: 0.2187 گرام۔ (اوزانِ شرعیہ از مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)
- شرعی درہم: 14 قیراط (البحر الرائق) = 3.0618 گرام چاندی۔ (اوزانِ شرعیہ)
- مہر کی کم از کم مقدار: 10 درہم = 30.618 گرام چاندی = 2.625 تولہ چاندی = 31.5 ماشہ چاندی۔

مہر کی کم از کم مقدار کی موجودہ قیمت معلوم کرنے کا طریقہ:

مہر کی کم از کم مقدار دس دراہم ہے، اس کی موجودہ قیمت معلوم کرنے کے لیے چاندی کی قیمت معلوم کر لی جائے، اگر چاندی کے ایک تولہ کی قیمت معلوم ہے تو اس کو 2.625 سے ضرب دیا جائے جو کہ تولہ کے حساب سے دس دراہم کا وزن ہے، جو جواب آئے تو وہی مہر کی کم از کم مقدار کی قیمت ہے، جیسے اگر ایک تولہ چاندی کی قیمت 1054 روپے ہے تو اس کو 2.625 سے ضرب دینے سے 2766.75 روپے حاصل ہوں گے، یہی دس دراہم کی قیمت ہے۔

اور اگر دس گرام چاندی کی قیمت معلوم ہے تو ایسی صورت میں پہلے اس کو دس سے تقسیم کریں تو ایک گرام کی قیمت معلوم ہو جائے گی، پھر اس کو 30.618 سے ضرب دے دیں کیوں کہ یہی دس دراہم کا وزن ہے گرام کے حساب سے، تو دس دراہم کی قیمت سامنے آجائے گی، جیسے اگر دس گرام چاندی کی قیمت 900 روپے ہے تو اس کو دس سے تقسیم کریں گے تو 90 روپے ایک گرام کی قیمت حاصل ہو گی، اب اس کو 30.618 سے ضرب دیں کیوں کہ گرام میں دس دراہم کا یہی وزن بنتا ہے، تو یہ 2755.62 روپے آئیں گے جو کہ دس دراہم اقلّ مہر کی قیمت ہے۔

درہم کی قیمت معلوم کرنے کا طریقہ:

اگر آپ کو ایک تولہ چاندی کی قیمت معلوم ہے تو اس سے ایک درہم کی قیمت معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو 11.664 سے تقسیم کر کے ایک گرام کی قیمت حاصل کر لی جائے کیوں کہ ایک تولہ 11.664 گرام ہی کا ہوتا ہے، ایک گرام کی قیمت حاصل ہو جانے کے بعد اسے 3.0618 گرام میں ضرب دیا جائے کیوں کہ ایک درہم اتنے ہی گرام کا ہوتا ہے، تو جو جواب آئے وہی ایک درہم کی قیمت ہے۔

وضاحت: زیرِ نظر تحریر میں مہر کی کم از کم مقدار کا ذکر ہے، جہاں تک مہر فاطمی، مہر مثل یا مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کا تعلق ہے تو ان کی تفصیل کسی اور تحریر میں بیان ہو گی ان شاءاللہ۔

تنبیہ:

مہر کی کم از کم مقدار سے متعلق احناف کا یہ مذہب معتبر روایات سے ثابت ہے، ذیل میں احادیث مبارکہ، ان کی اسنادی حیثیت اور فقہی عبارات ذکر کی جاتی ہیں۔

احادیث مبارکہ اور فقہی عبارات

- مصنف ابن أبي شيبة:

١٦٦٣١: عَنْ دَاوُدَ الزعَافِري عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَا مَهْرَ بِأَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ.

- سنن الدارقطني:

٣٦٤٥: عَنْ عَطَاءٍ وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُنْكِحُوا النِّسَاءَ إِلَّا الْأَكْفَاءَ، وَلَا يُزَوِّجُهُنَّ إِلَّا الْأَوْلياءُ، وَلَا مَهْرَ دُونَ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ».

٣٦٤٦: عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا صَدَاقَ دُونَ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ».

٣٦٤٧: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ إِشْكَابٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ الأَوْدِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَا يَكُونُ مَهْراً أَقَلُّ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ.

٣٦٤٨: عَنْ دَاوُدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لَا صَدَاقَ أَقَلُّ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ.

- عمدة القاري:

قلت: قال أصحابنا: أقل المهر عشرة دراهم سواء كانت مضروبة أو غيرها حتى يجوز وزن عشرة تبرا وإن كانت قيمته أقل بخلاف السرقة؛ لما روي الدارقطني من حديث جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: «لا تنكحوا النساء إلا للأكفاء، ولا يزوجهن إلا الأولياء، ولا مهر دون عشرة دراهم». فإن قلت: فيه مبشر بن عبيد متروك الحديث، أحاديثه لا يتابع عليها، قاله الدارقطني، وقال البيهقي في «المعرفة»: عن أحمد بن حنبل أنه قال: أحاديث بشر بن عبيد موضوعة كذب. قلت: رواه البيهقي من طرق، والضعيف إذا روي من طريق يصير حسنا، فيحتج به، ذكره النووي في «شرح المهذب»، وعن علي رضي الله تعالى عنه أنه قال: أقل ما يستحلّ به المرأة عشرة دراهم. ذكره البيهقي.

(باب قول الله تعالى: «وآتوا النساء صدقٰتهن نحلة»....)

- فيض الباري شرح صحيح البخاري للإمام الكشميري رحمه الله:

وقال أبو حنيفة: لا مَهْر أقل من عشرةِ دراهمَ. إلا أنَّ في إسناده حجاجَ بن أَرطاة، وحَسّن الترمذيُّ حديثَه في غير واحد مِن المواضع من كتابه وإن كان المحدِّثون لا يعتبرون بتحسينه، أما أنا فأعتمد بتحسينه، وذلك؛ لأنَّ الناس عامّة ينظرون إلى صورةِ الإسناد فقط،

والترمذيُّ ينظر إلى حاله في الخارج أيضًا، وهذا الذي ينبغي، والقَصْر على الإسناد فقط قصور، والطَّعْن فيه أنه كان يَشْرب النبيذ. قلتُ: ولا جَرْح به عند أهل الكوفة؛ فإنه حلالٌ عندهم. وقالوا أيضًا: إنَّه كان مُتكبّرًا، قلتُ: دعوها فإنها كلمةٌ مُنْتِنة، واتركوا سائرَ الناس ...... وقالوا: إنه كان يَترك الجماعة. قلتُ: نعم هذا الجرح شديدٌ، إلّا أنه نُقل عن مالك أنه لم يأت المسجدَ النبويَّ إلى ثلاثينَ سنةً، فَسُئل عنه فأجاب: أنَّ كلّ أَحَدٍ لا يقدر على إظهارِ عُذْره، فحسنه العلماءُ على جوابه، كما في «التذكرة». قلتُ: نعم، وذلك لأنه كان إمَامًا عظيمًا آتاه الله عِلْمًا وحِكْمةً وقبولًا، فنكسوا رءوسهم، أما الحَجّاج فكان رَجُلًا من الرجال، فتكأكأوا عليه كالتكأكؤ على ذي جِنّة. ثُم الشيخُ ابنُ الهُمام أتى بحديثٍ في تقدير المَهْر في باب الكفاءة، وهذا من زياداتِه على الزَّيلعي، وقد زاد عليه في موضع آخَر، وإلَّا فجميع كتابِه مأخوذةٌ من الزَّيلعي، ولم يأت عليه بشيءٍ جديدٍ، ونقل الشيخُ تصحيحَه عن الحافظ بُرْهان الدِّين الحَلَبي، إلا أنه لم يكن عنده إسنادُه، ثُم ذكر الشَّيخ ابنُ الهُمام أنَّ بَعْضًا من أصحابه جاء بسندِه من عندِ الحافظ ابنِ حَجَر، والحديث بذلك السَّند ليس أَقَلَّ من الحَسَن. قلتُ: وأَكْبر ظَنِّي أن هذا البَعْضَ الذي جاء بسنده هو تلميذُه ابنُ أمير الحاج، وهو نِصاب القَطْع في باب السَّرقة عندنا، وله حديثٌ قويٌّ عند النَّسائي، والرأي فيه عندي أنَّ المَهْر وكذا نِصاب السَّرقة كانا قَليلين في أَوَّل الإسلام؛ لعسر حال المسلمين، فلما وَسَّع الله تعالى عليهم زِيد في المهر ونِصاب السرقة أيضًا، حتى استقرَّ الأَمْر على عشرةِ دراهمَ فيهما، فلا نَسْخ عندي، وحينئذٍ جاز أن يكون نَحْوُ خاتم حديد تمامَ المَهْر في زمن، ولك أن تحمله على المُعَجّل أيضًا. فالصُّورُ كلُّها معمولةٌ بها عندي، وإن انتهى الأَمْر إلى العشرةِ.

(باب قول الله تعالى: «وآتوا النساء صدقٰتهن نحلة»....)

- فتح القدير:

ولنا قوله ﷺ من حديث جابر رضي الله عنه: «ألا لا يزوج النساء إلا الأولياء، ولا يزوجن إلا من الأكفاء، ولا مهر أقل من عشرة دراهم»، رواه الدارقطني والبيهقي، وتقدم الكلام

عليه في الكفاءة فوجب الجمع فيحمل كل ما أفاد ظاهره كونه أقل من عشرة دراهم على أنه المعجل. (باب المهر)

- البحر الرائق:

قَوْلُهُ: (وَأَقَلُّهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ) أَيْ أَقَلُّ الْمَهْرِ شَرْعًا؛ لِلْحَدِيثِ: «لَا مَهْرَ أَقَلُّ من عَشَرَةِ دَرَاهِمَ»، وهو وَإِنْ كان ضَعِيفًا فَقَدْ تَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ، وَالْمَنْقُولُ في الْأُصُولِ أَنَّ الضَّعِيفَ إذَا تَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ فإنه يَصِيرُ حَسَنًا إذَا كان ضَعْفُهُ بِغَيْرِ الْفِسْقِ، وَلِأَنَّهُ حَقُّ الشَّرْعِ وُجُوبًا إظْهَارًا لِشَرَفِ الْمَحَلِّ فَيُقَدَّرُ بماله خَطَرٌ وهو الْعَشَرَةُ اسْتِدْلَالًا بِنِصَابِ السَّرِقَةِ.

- الدر المختار:

(أقله عشرة دراهم)؛ لحديث البيهقي وغيره: «لا مهر أقل من عشرة دراهم»، ورواية الأقل تحمل على المعجل (فضة وزن سبعة) مثاقيل كما في الزكاة (مضروبة كانت أو لا) ولو دينا أو عرضا قيمته عشرة وقت العقد، أما في ضمانها بطلاق قبل الوطء فيوم القبض. (وتجب) العشرة إن سماها أو دونها.

- الهندية:

أَقَلُّ الْمَهرِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ مَضْرُوبَةً أَوْ غَيْرَ مَضْرُوبَةٍ حَتَّى يَجُوزَ وَزْنُ عَشَرَةٍ تِبْرًا، وَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ أَقَلَّ، كَذَا فِي «التَّبْيِينِ»، وَغَيْرُ الدَّرَاهِمِ يَقُومُ مَقَامَهَا بِاعْتِبَارِ الْقِيمَةِ وَقْتَ الْعَقْدِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، حَتَّى لَوْ تَزَوَّجَهَا عَلَى ثَوْبٍ أَوْ مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ وَقِيمَتُهُ يَوْمَ الْعَقْدِ عَشَرَةٌ فَصَارَتْ يَوْمَ الْقَبْضِ أَقَلَّ لَيْسَ لَهَا الرَّدُّ، وَفِي الْعَكْسِ لَهَا مَا نَقَصَ، كَذَا فِي «النَّهْرِ الْفَائِقِ».

- البحر الرائق:

قَوْلُهُ: (وفي الدَّرَاهِمِ وَزْنُ سَبْعَةٍ وهو أَنْ تَكُونَ الْعَشَرَةُ منها وَزْنَ سَبْعَةِ مَثَاقِيلَ) وَالْمِثْقَالُ وهو الدِّينَارُ عِشْرُونَ قِيرَاطًا، وَالدِّرْهَمُ أَرْبَعَةَ عَشَرَ قِيرَاطًا، وَالْقِيرَاطُ خَمْسُ شُعَيْرَاتٍ، أَي الْمُعْتَبَرُ في الدَّرَاهِمِ إلَى آخِرِهِ، وَالْأَصْلُ فيه أَنَّ الدَّرَاهِمَ كانت مُخْتَلِفَةً في زَمَنِ النبي ﷺ، وفي زَمَنِ أبي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضي اللهُ عنهما على ثَلَاثِ مَرَاتِبَ فَبَعْضُهَا كان عِشْرِينَ قِيرَاطًا مِثْلَ الدِّينَارِ، وَبَعْضُهَا

كان اثْنَيْ عَشَرَ قِيرَاطًا ثَلَاثَةَ أَخْمَاسِ الدِّينَارِ، وَبَعْضُهَا عَشَرَةُ قَرَارِيطَ نِصْفَ الدِّينَارِ. فَالْأَوَّلُ وَزْنُ عَشَرَةٍ من الدَّنَانِيرِ، وَالثَّانِي وَزْنُ سِتَّةٍ أَيْ كُلُّ عَشَرَةٍ منه وَزْنُ سِتَّةٍ من الدَّنَانِيرِ، وَالثَّالِثُ وَزْنُ خَمْسَةٍ أَيْ كُلُّ عَشْرَةٍ منه وَزْنُ خَمْسَةٍ من الدَّنَانِيرِ، فَوَقَعَ التَّنَازُعُ بين الناس في الْإِيفَاءِ وَالِاسْتِيفَاءِ فَأَخَذَ عُمَرُ من كل نَوْعٍ دِرْهَمًا فَخَلَطَهُ فَجَعَلَهُ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ متساويه فَخَرَجَ كُلُّ دِرْهَمٍ أَرْبَعَةَ عَشَرَ قِيرَاطًا فَبَقِيَ الْعَمَلُ عليه إلَى يَوْمِنَا هذا في كل شَيْءٍ في الزَّكَاةِ وَنِصَابِ السَّرِقَةِ وَالْمَهْرِ وَتَقْدِيرِ الدِّيَاتِ، وَذَكَرَ في «الْمُغْرِبِ» أَنَّ هذا الْجَمْعَ وَالضَّرْبَ كان في عَهْدِ بَنِي أُمَيَّةَ. (باب زكاة المال)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

یکم جُمادی الثانیہ 1441ھ/27 جنوری 2020

حالتِ حمل میں طلاق واقع ہونے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

حالتِ حمل میں طلاق واقع ہونے کا حکم:

اگر شوہر اپنی بیوی کو حالتِ حمل میں طلاق دے دے تو اس صورت میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، کیوں کہ اوّل تو قرآن وسنت کی رو سے طلاق واقع ہونے کے معاملے میں حالتِ حمل کو کوئی استثنا حاصل نہیں جس سے یہ معلوم ہورہا ہو کہ حالتِ حمل میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ دوم یہ کہ قرآن وسنت سے حالتِ حمل میں طلاق دینے کی کوئی ممانعت ثابت نہیں۔ سوم یہ کہ بعض احادیث مبارکہ سے تو صراحت کے ساتھ حالتِ حمل میں طلاق واقع ہونے کا جواز ہی معلوم ہوتا ہے۔

باقی اس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوتی ہے؟ تو یہ عام حالات کی طرح شوہر کے الفاظ ہی پر موقوف ہے کہ شوہر نے جن الفاظ کے ساتھ حاملہ بیوی کو طلاق دی ہو تو انھی کے مطابق طلاق واقع ہوگی۔ اس لیے اگر ایسا کوئی واقعہ پیش آجائے تو اس کے بارے میں شوہر کے الفاظِ طلاق ذکر کرکے مستند اہلِ علم سے راہنمائی لے لی جائے۔ (مأخذ: فتاویٰ عثمانی: 2/ 318 مکتبہ معارف القرآن کراچی)

مذکورہ تفصیل سے اُن لوگوں کی غلطی معلوم ہوجاتی ہے کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ حاملہ عورت کو طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

عبارات

- صحيح مسلم:

٣٧٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ -وَاللَّفْظُ لأَبِي بَكْرٍ- قَالُوا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهْىَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا». (باب تَحْرِيمِ طَلَاقِ الْحَائِضِ بِغَيْرِ رِضَاهَا وَأَنَّهُ لَوْ خَالَفَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَيُؤْمَرُ بِرَجْعَتِهَا)

- مصنف ابن أبي شيبة:

١٨٢٩٩- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، (ح) وَعَنْ جَابِرٍ، عَنْ عَامِرٍ (ح)

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ عِقَال، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ وَأَبِي مَالِكٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالُوا: إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا وَهِيَ حَامِلٌ، لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.
(بَابُ مَنْ قَالَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا وَهِيَ حَامِلٌ، لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ)

- الموسوعة الفقهية الكويتية:

يَصِحُّ طَلَاقُ الْحَامِلِ رَجْعِيًّا وَبَائِنًا بِاتِّفَاقِ الْفُقَهَاءِ. وَيُعْتَبَرُ طَلَاقُهَا طَلَاقَ السُّنَّةِ إِنْ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً عَنْ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ، أَوْ ثَلَاثًا يَفْصِل بَيْنَ كُل تَطْلِيقَتَيْنِ بِشَهْرٍ عِنْدَ الْبَعْضِ. وَانْظُرْ (طَلَاقٌ). فَإِذَا طَلَّقَهَا رَجْعِيًّا صَحَّ رُجُوعُ الزَّوْجِ إِلَيْهَا أَثْنَاءَ الْعِدَّةِ. وَيَصِحُّ لَهُ نِكَاحُهَا بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ أَوْ إِذَا طَلَّقَهَا بَائِنًا بِطَلْقَةٍ أَوْ طَلْقَتَيْنِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا حَيْثُ لَا يَجُوزُ نِكَاحُهَا مُطْلَقًا إِلَّا بَعْدَ وَضْعِ الْحَمْل، وَلَا تَحِل لِمُطَلِّقِهَا ثَلَاثًا إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.
(حامل: طَلَاقُ الْحَامِلِ)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

15صفر المظفّر 1443ھ/23 ستمبر 2021

نابالغ کی طلاق واقع ہونے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نابالغ کی طلاق واقع ہونے کا حکم:

نابالغ لڑکا طلاق دینے کا اہل نہیں، کیوں کہ اس کے لیے بالغ ہونا شرط ہے، اس لیے نابالغ لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی، چاہے وہ سمجھ دار ہو یا نا سمجھ اور چاہے وہ بلوغت کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔

روایات اور فقہی عبارات

- مُصنف ابن أبي شيبة:

١٨٢٣٦- حَدَّثَنَا حَفْصُ عَنْ غِيَاثٍ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَا يَجُوزُ طَلَاقُ الصَّبِيِّ.

١٨٢٣٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَا يَجُوزُ طَلَاقُ الصَّبِيِّ.

١٨٢٤٨- حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُصْعَبٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ فِي طَلَاقِ الصَّبِيِّ: لَيْسَ بِشَيْءٍ.

١٨٢٤٩- حدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَأَلْتُ الْحَكَمَ وَحَمَّادًا عَنْ طَلَاقِ الصَّبِيِّ؟ فَقَالَا: لَا يَجُوزُ. (مَا قَالُوا فِي طَلاَقِ الصَّبِيِّ)

- السنن الكبرى للبيهقي:

١٥٥٠٤- أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُقْرِئُ: أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، ح: وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الرُّوذْبَارِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ دَاسَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ».

- الفتاوى الهندية:

وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ الصَّبِيِّ وَإِنْ كان يَعْقِلُ. (كِتَابُ الطَّلَاقِ: فَصْلٌ فِيمَنْ يَقَعُ طَلَاقُهُ وَفِيمَنْ لَا يَقَعُ طَلَاقُهُ)

• بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع:

فَصْلٌ: وَأَمَّا شَرَائِطُ الرُّكْنِ فَأَنْوَاعٌ بَعْضُهَا يَرْجِعُ إلَى الزَّوْجِ، وَبَعْضُهَا يَرْجِعُ إلَى الْمَرْأَةِ، وَبَعْضُهَا يَرْجِعُ إلَى نَفْسِ الرُّكْنِ، وَبَعْضُهَا يَرْجِعُ إلَى الْوَقْتِ. أَمَّا الذي يَرْجِعُ إلَى الزَّوْجِ فَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ عَاقِلًا حَقِيقَةً أو تَقْدِيرًا فَلَا يَقَعُ طَلَاقُ الْمَجْنُونِ وَالصَّبِيِّ الذي لَا يَعْقِلُ؛ لِأَنَّ الْعَقْلَ شَرْطُ أَهْلِيَّةِ التَّصَرُّفِ؛ لِأَنَّ بِهِ يَعْرِفُ كَوْنَ التَّصَرُّفِ مَصْلَحَةً، وَهَذِهِ التَّصَرُّفَاتُ ما شُرِعَتْ إلَّا لِمَصَالِحِ الْعِبَادِ .... وَقَوْلُهُ عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إلَّا طَلَاقَ الصَّبِيِّ وَالْمَعْتُوهِ».

• البحر الرائق شرح كنز الدقائق:

قَوْلُهُ: (لَا طَلَاقَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ) تَصْرِيحٌ بِمَا فُهِمَ سَابِقًا لِلْحَدِيثِ: «كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إلَّا طَلَاقَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ». وَالْمُرَادُ بِالْجَوَازِ النَّفَاذُ، كَذَا فِي «فَتْحِ الْقَدِيرِ»، وَالْأَوْلَى أَنْ يُرَادَ بِهِ الصِّحَّةُ لِيَدْخُلَ تَحْتَهُ طَلَاقُ الْفُضُولِيِّ فَإِنَّهُ صَحِيحٌ غَيْرُ نَافِذٍ. أَطْلَقَ الصَّبِيَّ فَشَمَلَ الْعَاقِلَ وَلَوْ مُرَاهِقًا؛ لِفَقْدِ أَهْلِيَّةِ التَّصَرُّفِ خُصُوصًا مَا هُوَ دَائِرٌ بَيْنَ النَّفْعِ وَالضَّرَرِ .... وَلَوْ طَلَّقَ الصَّبِيُّ ثُمَّ بَلَغَ فَقَالَ: أَجَزْت ذَلِكَ الطَّلَاقَ لَا يَقَعُ، وَلَوْ قَالَ: أَوْقَعْته وَقَعَ؛ لِأَنَّهُ ابْتِدَاءُ إيقَاعٍ، كَذَا فِي «الْخَانِيَّةِ». وَفِي «الْبَزَّازِيَّةِ»: لَوْ طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَةَ الصَّبِيِّ فَلَمَّا بَلَغَ الصَّبِيُّ قَالَ: أَوْقَعْت الطَّلَاقَ الَّذِي أَوْقَعَهُ فُلَانٌ يَقَعُ، وَلَوْ قَالَ: أَجَزْت ذَلِكَ لَا يَقَعُ. (كِتَابُ الطَّلَاقِ)

ایک ضمنی مسئلہ کی وضاحت:

مذکورہ مسئلے کے ضمن میں یہ مسئلہ بھی ذکر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاق دینے کے بعد جب حلالہ کی نوبت آتی ہے تو اس میں بعض لوگ نابالغ کے ساتھ مطلقہ کا نکاح کر دیتے ہیں تاکہ اس کے طلاق دینے کے بعد پہلے شوہر کے ساتھ مطلقہ کا دوبارہ نکاح ہو سکے۔ یہاں حلالے کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت ذکر کرنا مقصود نہیں، بلکہ نابالغ لڑکے کے ساتھ حلالے کا نکاح کرانے کے بارے میں عوامی غلط فہمی دور کرنا مقصود ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے تو نابالغ لڑکے کے ساتھ نکاح درست ہو جاتا ہے، البتہ حلالے کے نکاح میں ہمبستری بھی ضروری ہوتی ہے، اگرچہ صرف دخول کافی ہوتا ہے، انزال ضروری نہیں ہوتا،

اس لیے نابالغ لڑکا اگر مراہق یعنی قریب البلوغ نہ ہو تو عموماً وہ ہمبستری کے قابل نہیں ہوتا، لیکن اگر نابالغ لڑکا مراہق ہے تو وہ بِلا انزال ہمبستری کے قابل ہوتا ہے، اس لیے اس کا جماع اگرچہ حلالے کے نکاح میں کافی ہو جاتا ہے، لیکن اس تمام صورتحال میں یہ مسئلہ پیش آجاتا ہے کہ نابالغ لڑکا طلاق دینے کا اہل نہیں ہوتا یعنی اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اس لیے اگر وہ جماع کر بھی لے تب بھی وہ بلوغت سے پہلے طلاق نہیں دے سکتا۔ اس لیے نابالغ کے ساتھ حلالے کا نکاح کرانے سے پہلے مذکورہ تمام باتیں پیشِ نظر رہنی چاہییں۔ باقی قرآن وحدیث کی روشنی میں حلالے کے شرعی حیثیت معلوم کرنے کے لیے مستند اہلِ علم سے رابطہ فرمائیں۔

- الفتاوى الهندية:

وَإِنْ كان الطَّلَاقُ ثَلَاثًا في الْحُرَّةِ وَثِنْتَيْنِ في الْأَمَةِ لم تَحِلَّ له حتى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ نِكَاحًا صَحِيحًا وَيَدْخُلَ بها ثُمَّ يُطَلِّقَهَا أو يَمُوتَ عنها، كَذَا في «الْهِدَايَةِ». وَلَا فَرْقَ في ذلك بين كَوْنِ الْمُطَلَّقَةِ مَدْخُولًا بها أو غير مَدْخُولٍ بها، كَذَا في «فَتْحِ الْقَدِيرِ». وَيُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ الْإِيلَاجُ مُوجِبًا لِلْغُسْلِ وهو الْتِقَاءُ الْخِتَانَيْنِ، هَكَذَا في «الْعَيْنِيِّ شَرْحِ الْكَنْزِ»، أَمَّا الْإِنْزَالُ فَلَيْسَ بِشَرْطٍ لِلْإِحْلَالِ .... وفي «الْأَنْفَعِ»: الصَّبِيُّ الْمُرَاهِقُ في التَّحْلِيلِ كَالْبَالِغِ إذَا جَامَعَهَا قبل الْبُلُوغِ وَطَلَّقَهَا بَعْدَ الْبُلُوغِ؛ لِأَنَّ الطَّلَاقَ منه قبل الْبُلُوغِ غَيْرُ وَاقِعٍ، كَذَا في «التَّتَارْخَانِيَّة». فَسَّرَ الْمُرَاهِقَ في «الْجَامِعِ الصَّغِيرِ» فقال: غُلَامٌ لم يَبْلُغْ، وَمِثْلُهُ يُجَامِعُ جَامَعَ امْرَأَتَهُ وَجَبَ الْغُسْلُ عليها، وَأَحَلَّهَا لِلزَّوْجِ الْأَوَّلِ، وَمَعْنَى هذا الْكَلَامِ أَنْ تَتَحَرَّكَ آلَتُهُ وَيَشْتَهِيَ، كَذَا في «الْهِدَايَةِ».

(كِتَابُ الطَّلَاقِ: فَصْلٌ فِيمَا تَحِلُّ بِهِ الْمُطَلَّقَةُ وما يَتَّصِلُ بِهِ)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

23 ربیع الثانی 1443ھ/ 29 نومبر 2021

مذاق میں طلاق دینے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

مذاق میں بیوی کو طلاق دینے کا حکم:

احادیث مبارکہ کی رو سے بیوی کو طلاق دیتے وقت شوہر کا سنجیدہ ہونا ضروری نہیں، بلکہ مذاق میں بھی بیوی کو طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس لیے اگر شوہر نے بیوی کو مذاق یا گپ شپ میں طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ عثمانی :2/ 321)

اس سے اُن لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے کہ جو بیوی کو گپ شپ یا مذاق میں طلاق دے دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہ شرعی مسئلے سے لاعلمی ہے۔ اس لیے طلاق دینے کے معاملے میں بھرپور احتیاط کرنی چاہیے۔

وضاحت: مذاق میں طلاق دینے کی صورت میں کونسی طلاق واقع ہوتی ہے؟ تو یہ شوہر کے الفاظ ہی پر موقوف ہے کہ شوہر نے جن الفاظ کے ساتھ بیوی کو طلاق دی ہو گی تو انھی کے مطابق طلاق واقع ہو گی۔ اس لیے اگر ایسا کوئی واقعہ پیش آجائے تو اس کے بارے میں شوہر کے الفاظِ طلاق ذکر کر کے مستند اہلِ علم سے راہنمائی لے لی جائے۔

حدیث اور فقہی عبارات

- سنن الترمذي:

١١٨٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَرْدَكَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ مَاهَكَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ». هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. (بَابُ مَا جَاءَ فِي الجِدِّ وَالهَزْلِ فِي الطَّلَاقِ)

- البحر الرائق شرح كنز الدقائق

(وَيَقَعُ طَلَاقُ كُلِّ زَوْجٍ عَاقِلٍ بَالِغٍ)؛ لِصُدُورِهِ مِنْ أَهْلِهِ فِي مَحَلِّهِ ..... وَلَمْ يَشْتَرِطْ أَنْ يَكُونَ جَادًّا

فَيَقَعُ طَلَاقُ الْهَازِلِ بِهِ وَاللَّاعِبِ؛ لِلْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ: «ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالْعَتَاقُ». (كتاب الطلاق)

- الدر المختار:

بِخِلَافِ الْهَازِلِ وَاللَّاعِبِ فَإِنَّهُ يَقَعُ قَضَاءً وَدِيَانَةً؛ لِأَنَّ الشَّارِعَ جَعَلَ هَزْلَهُ بِهِ جِدًّا، «فَتْحٌ». (كتاب الطلاق)

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَأَهْلُهُ زَوْجٌ عَاقِلٌ إلَخْ) ..... وَأَفَادَ أَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ كَوْنُهُ مُسْلِمًا صَحِيحًا طَائِعًا عَامِدًا، فَيَقَعُ طَلَاقُ الْعَبْدِ وَالسَّكْرَانِ بِسَبَبٍ مَحْظُورٍ وَالْكَافِرِ وَالْمَرِيضِ وَالْمُكْرَهِ وَالْهَازِلِ وَالْمُخْطِئِ كَمَا سَيَأْتِي. (كتاب الطلاق)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

4 رجب المرجّب 1443ھ/ 6 فروری 2022

بیوی کو بہن کہنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

بیوی کو بہن کہنے کی مختلف صورتوں کا حکم:

1۔ بیوی کو بہن کہنا مکروہ اور ممنوع ہے، حدیث شریف سے اس کی ممانعت اور کراہت ثابت ہے، البتہ ایسا کہنے سے نہ تو طلاق واقع ہوتی ہے اور نہ ہی یہ ظہار کے حکم میں ہے، بلکہ یہ لغو اور ناپسندیدہ بات ہے، جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

2۔ مذکورہ مسئلے سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ: ’’اگر میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی میری بہن ہوگی‘‘، تو یہ الفاظ بھی طلاق اور ظہار کے نہیں ہیں، اس لیے وہ کام کرنے کی صورت میں طلاق یا ظہار میں سے کچھ بھی واقع نہیں ہوگا، البتہ ایسا کہنا بُرا اور ناپسندیدہ ہے، جس سے بچنا چاہیے۔ یہی حکم شوہر کے ان الفاظ کا بھی ہے کہ شوہر بیوی کو کہے کہ: ’’ایک دو تین تم میری ماں بہن ہو‘‘۔ یا: ’’اگر تم نے فلاں کام کیا تو تم میری ماں بہن ہوگی‘‘۔

3۔ بیوی کو بہن کہنا یا یہ کہنا کہ: ’’اگر میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی میری بہن ہوگی‘‘، تو اس جیسے الفاظ سے طلاق اس لیے واقع نہیں ہوتی کہ یہ الفاظ نہ تو صریح طلاق کے ہیں اور نہ ہی کنایہ طلاق کے، اس لیے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کرنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور یہ ظہار کے الفاظ بھی نہیں ہیں کیوں کہ اس میں حرفِ تشبیہ موجود نہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: جامعہ دار العلوم کراچی کا فتویٰ نمبر: ۲۰۳۲/ ۱، اور ۲۰۳۳/ ۷۳، فتاویٰ دار العلوم زکریا)

حدیث اور فقہی عبارات

- سنن أبي داود:

٢٢١٢- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَخَالِدٌ الطَّحَّانُ -الْمَعْنَى- كُلُّهُمْ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخَيَّةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُخْتُكَ هِيَ». فَكَرِهَ ذَلِكَ وَنَهَى عَنْهُ.

۲۲۱۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَزَّازُ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ -يَعْنِي ابْنَ حَرْبٍ- عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخَيَّةُ. فَنَهَاهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. (باب فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخْتِي)

• الفتاوى الهندية:

لو قال لها: أَنْتِ أُمِّي لَا يَكُونُ مُظَاهِرًا، وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ مَكْرُوهًا، وَمِثْلُهُ أَنْ يَقُولَ: يا ابْنَتِي، وَيَا أُخْتِي، وَنَحْوُهُ. (كِتَابُ الطَّلَاقِ: الْبَابُ التَّاسِعُ في الظِّهَارِ)

• الدر المختار:

(وَإِنْ نَوَى بِـ«أَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ أُمِّي»)، أَوْ «كَأُمِّي»، وَكَذَا لَوْ حَذَفَ «عَلَيَّ»، «خَانِيَّةٌ» (بِرًّا، أَوْ ظِهَارًا، أَوْ طَلَاقًا صَحَّتْ نِيَّتُهُ) وَوَقَعَ مَا نَوَاهُ؛ لِأَنَّهُ كِنَايَةٌ (وَإِلَّا) يَنْوِ شَيْئًا، أَوْ حَذَفَ الْكَافَ (لَغَا) وَتَعَيَّنَ الْأَدْنَى أَيِ الْبِرُّ، يَعْنِي الْكَرَامَةَ. وَيُكْرَهُ قَوْلُهُ: أَنْتِ أُمِّي، وَيَا ابْنَتِي، وَيَا أُخْتِي، وَنَحْوُهُ.

• رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: أَوْ حَذَفَ الْكَافَ) بِأَنْ قَالَ: أَنْتِ أُمِّي، وَمِنْ بَعْضِ الظَّنِّ جَعْلُهُ مِنْ بَابِ «زَيْدٌ أَسَدٌ»، «دُرٌّ مُنْتَقًى» عَنِ الْقُهُسْتَانِيِّ. قُلْت: وَيَدُلُّ عَلَيْهِ مَا نَذْكُرُهُ عَنِ «الْفَتْحِ» مِنْ أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ التَّصْرِيحِ بِالْأَدَاةِ. (قَوْلُهُ: لَغَا)؛ لِأَنَّهُ مُجْمَلٌ فِي حَقِّ التَّشْبِيهِ، فَمَا لَمْ يَتَبَيَّنْ مُرَادٌ مَخْصُوصٌ لَا يُحْكَمُ بِشَيْءٍ، «فَتْحٌ». (قَوْلُهُ: وَيُكْرَهُ إلَخْ) جَزَمَ بِالْكَرَاهَةِ لـ«الْبَحْرِ» وَ«النَّهْرِ»، وَالَّذِي فِي «الْفَتْحِ»: وَفِي «أَنْتِ أُمِّي» لَا يَكُونُ مُظَاهِرًا، وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ مَكْرُوهًا، فَقَدْ صَرَّحُوا بِأَنَّ قَوْلَهُ لِزَوْجَتِهِ: «يَا أُخَيَّةُ» مَكْرُوهٌ. وَفِيهِ حَدِيثٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُد أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخَيَّةُ، فَكَرِهَ ذَلِكَ، وَنَهَى عَنْهُ. وَمَعْنَى النَّهْيِ قُرْبُهُ مِنْ لَفْظِ التَّشْبِيهِ، وَلَوْلَا هَذَا الْحَدِيثُ لَأَمْكَنَ أَنْ يُقَالَ: هُوَ ظِهَارٌ؛ لِأَنَّ التَّشْبِيهَ فِي «أَنْتِ أُمِّي» أَقْوَى مِنْهُ مَعَ ذِكْرِ الْأَدَاةِ، وَلَفْظُ «يَا أُخَيَّةُ» اسْتِعَارَةٌ بِلَا شَكٍّ، وَهِيَ مَبْنِيَّةٌ عَلَى التَّشْبِيهِ، لَكِنَّ الْحَدِيثَ أَفَادَ كَوْنَهُ لَيْسَ ظِهَارًا حَيْثُ لَمْ يُبَيِّنْ فِيهِ

حُكْمًا سِوَى الْكَرَاهَةِ وَالنَّهْيِ، فَعُلِمَ أَنَّهُ لَا بُدَّ فِي كَوْنِهِ ظِهَارًا مِنَ التَّصْرِيحِ بِأَدَاةِ التَّشْبِيهِ شَرْعًا، وَمِثْلُهُ أَنْ يَقُولَ لَهَا: يَا بِنْتِي، أَوْ يَا أُخْتِي: وَنَحْوَهُ. اهـ. (كِتَابُ الطَّلَاقِ: بَابُ الظِّهَارِ)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
29 ربیع الثانی 1443ھ/5 دسمبر 2021

مَحرم عورت کے ساتھ نکاح
اور صحبت کی صورت میں حدّ جاری ہونے کا مسئلہ

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور فقہ حنفی سے متعلق پروپیگنڈے:

محرم عورت سے نکاح اور صحبت کی صورت میں حدّ کی سزا جاری نہ ہونے کے مسئلے کو بنیاد بنا کر ایک طویل عرصے سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ اور فقہ حنفی سے متعلق مختلف قسم کے پروپیگنڈے کیے جا رہے ہیں کہ:

- مذکورہ مسئلے میں حد کی سزا جاری نہ ہونے کا یہی مطلب ہے کہ گویا فقہ حنفی میں یہ عمل گناہ ہی نہیں، تو یہ کیسی فقہ ہے جو ایک حرام کام کو سندِ جواز فراہم کر کے فروغ دے رہی ہے!
- یہ کیسی فقہ ہے جو ایک صریح زنا کے عمل میں حد کی سزا جاری نہیں کر رہی!

الغرض اس طرح کے متعدد بے بنیاد پروپیگنڈے کیے جا رہے ہیں تاکہ سادہ لوح مسلمانوں میں انتشار اور اضطراب کی فضا پیدا کی جا سکے اور انھیں فقہ حنفی سے بدگمان کیا جا سکے، حالاں کہ یہ ساری صورتحال مذکورہ مسئلے سے متعلق فقہ حنفی کا موقف نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

بندہ سے مذکورہ مسئلے کے بارے میں وقتاً فوقتاً متعدد حضرات نے سوالات کیے کہ اس پروپیگنڈے اور الزامات کی حقیقت کیا ہے اور کیا واقعی یہ مسئلہ فقہ حنفی میں اسی طرح ہی ہے؟ تو بندہ نے یہی مناسب سمجھا کہ اس مسئلے کی مکمل حقیقت واضح کر دی جائے تاکہ مذکورہ مسئلے میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور فقہ حنفی سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو سکے اور ان پروپیگنڈوں کی حقیقت بھی واضح ہو سکے۔ ذیل میں اس مسئلے کی مکمل تفصیل اور مختلف پہلو ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ کی تفصیل:

اگر کسی شخص نے اپنی محرم عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس کے بعد اس عورت کے ساتھ جماع بھی کیا تو اس کا یہ عمل حرام، گناہ کبیرہ اور سنگین جرم ہے، البتہ جہاں تک اس شخص پر حدّ کی سزا جاری ہونے کا معاملہ ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر حد کی سزا واجب نہیں ہوتی، البتہ اگر اس شخص کو اس فعل کا

حرام ہونا معلوم تھا تو اس کو تعزیر کی بنیاد پر سزا دی جائے گی، جبکہ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک اگر اس شخص کو اس فعل کا حرام ہونا معلوم تھا تو اس پر حدّ کی سزا جاری کی جائے گی۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حدّ کی سزا جاری نہ ہونے کی وجہ:

مذکورہ مسئلہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حدّ کی سزا جاری نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں شبہ آگیا اور احادیث کی رُو سے یہ بات واضح ہے کہ شبہ آنے کی وجہ سے حدّ کی سزا ساقط ہو جاتی ہے جس کی تفصیل آگے مذکور ہے۔ مذکورہ مسئلہ میں شبہ یہ ہے کہ مَحرم عورت اپنی ذات میں محلِّ نکاح ہے، محرم عورت کے ساتھ نکاح ہماری شریعت میں تو حرام ہے، لیکن بعض پچھلی امتوں میں بعض محرم عورتوں کے ساتھ نکاح جائز تھا، مذکورہ مسئلے میں اس شخص نے اپنی محرم عورت کے ساتھ بغیر نکاح کے صحبت نہیں کی بلکہ نکاح کر کے صحبت کی ہے، یہ کام بھی یقیناً حرام اور سنگین جرم ہے جیسا کہ ہر مسلمان اس سے باخبر ہے، اس لیے اس کام کے گناہ کبیرہ اور سنگین جرم ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں، اور نہ ہی کسی مسلمان کی غیرت یہ گوارہ کر سکتی ہے، اور ایسے شخص کے ذمّے لازم ہے کہ وہ اپنی محرم عورت سے الگ ہو جائے اور اس حرام کام سے توبہ کرے۔

اس تمام تفصیل کے بعد اہم نکتہ یہ ہے کہ اگر محرم عورت کے ساتھ نکاح کر کے جماع کرنے کو زنا قرار دے کر اس پر حدِّ زنا جاری کی جائے تو اس پر سوال یہ اُٹھتا ہے کہ اگر یہ فعل زنا ہے تو زنا تو کسی بھی شریعت میں جائز نہیں ہوا، جبکہ بعض محرم عورتوں کے ساتھ نکاح اور اس کی بنیاد پر صحبت کرنا بعض پچھلی امتوں میں جائز تھا، تو اس مذکورہ مسئلے میں اس شخص کے اس گھناؤنے کام، سنگین جرم اور حرام کام کو زنا کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟؟ اور پھر اس کی بنیاد پر زنا کی حدّ کیسے جاری کی جا سکتی ہے؟؟ گویا کہ شریعت کی نظر میں زنا ایک خاص اصطلاح ہے اور زنا کی سزا جاری کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس عمل کو زنا ثابت کیا جائے، کیوں کہ عین ممکن ہے کہ ایک عمل سنگین جرم اور حرام تو ہو لیکن شریعت کی نظر میں وہ زنا نہ ہو!

یہی وہ شبہ ہے جس کی بنیاد پر امام اعظم رحمہ اللہ مذکورہ مسئلے میں اس شخص پر زنا کی حدّ تو جاری نہیں

کرتے لیکن تعزیر کی حیثیت سے سخت سزا دینے کے قائل ہیں۔

جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں مزید وضاحت ہے:

قَوْلُهُ: (وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا فَوَطِئَهَا لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ الْحَدُّ) وَيُعَزَّرُ إنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَلِكَ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَعِنْدَهُمَا: يُحَدُّ إذَا كَانَ عَالِمًا بِذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ عَقْدٌ لَمْ يُصَادِفْ مَحِلَّهُ فَيَلْغُوَ، وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَيْسَ بِزِنًا؛ لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى لَمْ يُبِح الزِّنَا فِي شَرِيعَةِ أَحَدٍ مِن الْأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ أَبَاحَ نِكَاحَ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ فِي شَرِيعَةِ بَعْضِ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّمَا عُزِّرَ؛ لِأَنَّهُ أَتَى مُنْكَرًا.

اسی طرح ہدایہ میں ہے کہ:

(وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا فَوَطِئَهَا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَلَكِنْ يُوجَعُ عُقُوبَةً إذَا كَانَ عَلِمَ بِذَلِكَ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ: عَلَيْهِ الْحَدُّ إذَا كَانَ عَالِمًا بِذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ عَقْدٌ لَمْ يُصَادِفْ مَحَلَّهُ فَيَلْغُو كَمَا إذَا أُضِيفَ إلَى الذُّكُورِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ مَحَلَّ التَّصَرُّفِ مَا يَكُونُ مَحَلًّا لِحُكْمِهِ، وَحُكْمُهُ الْحِلُّ وَهِيَ مِن الْمُحَرَّمَاتِ. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ: أَنَّ الْعَقْدَ صَادَفَ مَحَلَّهُ؛ لِأَنَّ مَحَلَّ التَّصَرُّفِ مَا يَقْبَلُ مَقْصُودَهُ، وَالْأُنْثَى مِنْ بَنَاتِ آدَمَ قَابِلَةٌ لِلتَّوَالُدِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ، وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَنْعَقِدَ فِي جَمِيعِ الْأَحْكَامِ، إلَّا أَنَّهُ تَقَاعَدَ عَنْ إفَادَةِ حَقِيقَةِ الْحِلِّ فَيُورِثُ الشُّبْهَةَ؛ لِأَنَّ الشُّبْهَةَ مَا يُشْبِهُ الثَّابِتَ لَا نَفْسَ الثَّابِتِ، إلَّا أَنَّهُ ارْتَكَبَ جَرِيمَةً وَلَيْسَ فِيهَا حَدٌّ مُقَدَّرٌ فَيُعَزَّرُ.

جیسا کہ بطورِ مثال سمجھیے کہ ہماری شریعت میں مخلوق کو سجدہ تعظیمی کرنا حرام اور گناہ کبیرہ تو ہے لیکن اس کو شرک نہیں کہہ سکتے، اس لیے کہ بعض پچھلی امتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا، تو اگر سجدہ تعظیمی کو شرک قرار دیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعض پچھلی امتوں میں شرک جائز تھا، حالاں کہ شرک تو کسی بھی امت میں جائز نہیں ہوا، اس لیے سجدہ تعظیمی کو شرک نہ ماننے کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ یہ جائز ہو گیا بلکہ شرک کی نفی کی گئی ہے، نہ کہ اس کے حرام ہونے کی۔

مذکورہ مسئلے کو سمجھنے کے لیے چند اہم باتیں:

مذکورہ مسئلے کو مزید سمجھنے کے لیے چند باتیں ذہن نشین کر لینی چاہیے تاکہ اس مسئلے کے مختلف پہلو واضح ہو جائیں:

1۔ حدود کی سزائیں منصوص اور متعین ہیں:

زنا کی صورت میں سنگسار اور رجم جبکہ چوری کی صورت میں ہاتھ کاٹنے جیسی سزائیں جن کو حدود کہا جاتا ہے یہ قرآن وسنت کی رو سے منصوص اور متعین سزائیں ہیں، ان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی کہ ہم اپنی طرف سے کسی کو حدّ کی سزا جاری کر دیں یا کسی بھی سنگین جرم پر حد کی سزا جاری کر دیں، کیوں کہ حد کی سزائیں مخصوص ہیں، صرف انھی مخصوص جرائم کی صورت میں حدود کی سزائیں جاری ہو سکتی ہیں بس۔ البتہ وہ جرائم جن کے بارے میں حدود کی سزائیں ثابت نہیں تو ان میں تعزیر کے نام سے سزا جاری کی جاتی ہے نہ کہ حدّ کے نام سے، اور تعزیر کی سزامیں بڑی ہی وسعت ہے کہ قاضی اور حاکم جرم کی نوعیت اور مصلحت کے پیشِ نظر کوئی بھی سزا تجویز کر سکتا ہے۔

اس اہم نکتے کے بعد یہ سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ زیرِ بحث مسئلے میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک شبہ کی بنیاد پر حد کی سزا تو جاری نہیں کی جاسکتی، البتہ تعزیر کی بنیاد پر شدید سے شدید تر سزا جاری کی جاسکتی ہے جیسا کہ خود صاحبِ ہدایہ نے وضاحت فرمائی ہے۔

2۔ حدود کی سزاؤں سے متعلق شرعی نقطہ نظر:

حدود کی سزاؤں سے متعلق شریعت کا نقطہ نظر یہ ہر گز نہیں کہ جرم کو بہر صورت ثابت کر کے اس پر ضرور حدّ جاری کرنی ہے، بلکہ شریعت نے ترغیب دی ہے کہ حدود کی سزائیں جاری کرنے میں جلدی نہ کی جائے بلکہ حتی الامکان کوشش یہ ہو کہ ایسا کوئی شبہ پیدا ہو جائے کہ وہ جرم حدود کی سزاؤں کے دائرے میں داخل نہ ہو، بلکہ اگر شبہ سے حد کی سزا ساقط ہو سکتی ہے تو ساقط کر دی جائے کہ وہ جرم ثابت ہی نہ ہو، جیسا کہ

درج ذیل دلائل سے اس بات کا بخوبی ثبوت ہو جاتا ہے:

شبہ کی بنیاد پر حدود کی سزاؤں کا ساقط ہونا:

شبہ پیدا ہو جانے کی صورت میں حدود کی سزاؤں کا ساقط ہونا متعدد دلائل سے ثابت ہے:

حضور اقدس ﷺ سے ثبوت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جہاں تک تم سے ہو سکے لوگوں سے حدود کی سزا ساقط کرنے کی کوشش کرو، جب کسی مسلمان کے لیے بَری ہونے کا راستہ پاؤ تو اسے چھوڑ دیا کرو، کیوں کہ حاکم اگر معاف کر دینے میں خطا کر جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ حد جاری کرنے میں غلطی کر جائے۔‘‘

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

١٧٥١٣- عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ادْرَءُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنْ وَجَدْتُمْ لِلْمُسْلِمِ مَخْرَجًا فَخَلُّوا سَبِيلَهُ؛ فَإِنَّ الإِمَامَ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ».

یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوفاً بھی ثابت ہے، چنانچہ ’’مصنف ابن ابی شیبہ‘‘ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جہاں تک تم سے ہو سکے لوگوں سے حدود کی سزا ساقط کرنے کی کوشش کرو، جب کسی مسلمان کے لیے بَری ہونے کا راستہ پاؤ تو اسے چھوڑ دیا کرو، کیوں کہ حاکم اگر معاف کر دینے میں خطا کر جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ حدّ جاری کرنے میں غلطی کر جائے۔

٢٩٠٩٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ زِيَادٍ الْبَصْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ادْرَؤُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِذَا وَجَدْتُمْ لِلْمُسْلِمِ مَخْرَجًا فَخَلُّوا سَبِيلَهُ؛ فَإِنَّ الإِمَامَ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شبہات کی بنیاد پر حدّ ساقط کر دوں مجھے یہ زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں شبہات کی بنیاد پر حدّ جاری کر دوں۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٩٠٨٥- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَن مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لأَنْ أُعَطِّلَ الْحُدُودَ بِالشُّبُهَاتِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُقِيمَهَا فِي الشُّبُهَاتِ.

2۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک تم سے ہو سکے حدود کی سزا ساقط کرنے کی کوشش کرو۔

- مصنف عبدالرزاق میں ہے:

١٣٦٤١- عبد الرزاق عن الثوري عن الأعمش عن إبراهيم: أن عمر بن الخطاب قال: ادرؤا الحدود ما استطعتم.

حضرت معاذ، حضرت ابن مسعود اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ثبوت:

حضرت معاذ، حضرت ابن مسعود اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب تم پر حد مشتبہ ہو جائے تو اسے ساقط کر دو۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٩٠٨٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ مُعَاذًا وَعَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ وَعُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ قَالُوا: إِذَا اشْتَبَهَ عَلَيْك الْحَدُّ فَادْرَأْهُ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک تم سے ہو سکے لوگوں سے حدود کی سزا ساقط کرنے کی کوشش کرو۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٩٠٩٠- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: ادْرَؤُوا الْقَتْلَ وَالْجَلْدَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ.

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

١٣٦٤٠- عبد الرزاق عن الثوري ومعمر عن عبد الرحمن بن عبد الله عن القاسم بن عبد الرحمن قال: قال بن مسعود: ادرؤا الحدود والقتل عن عباد الله ما استطعتم.

حضرت امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام فرماتے تھے کہ جہاں تک تم سے ہو سکے لوگوں سے حدود کی سزا ساقط کرنے کی کوشش کرو۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٩٠٨٨- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: كَانُوا يَقُولُونَ: ادْرَؤُوا الْحُدُودَ عَنْ عِبَادِ اللهِ مَا اسْتَطَعْتُمْ.

امام زہری تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام زہری تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شبہ کی بنیاد پر حدود ساقط کر دیا کرو۔

٢٩٠٨٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى عَن بُرْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: ادْفَعُوا الْحُدُودَ لِكُلِّ شُبْهَةٍ.

3۔ کسی جُرم پر حدّ کی سزا کا جاری نہ ہونا اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں:

زیرِ بحث مسئلے میں ایک اہم نکتہ یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کسی جرم اور گناہ کی پاداش میں حدّ کی سزا جاری نہ ہونے کا معنی یہ ہر گز نہیں کہ وہ کام جائز ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں، اس لیے کرنے میں حرج نہیں، بلکہ حدّ جاری نہ ہونا یا تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس میں کوئی ایسا شبہ آگیا ہے جس کی بنیاد پر حدّ ساقط ہو جاتی ہے، یا

وہ جرم ایسا ہوتا ہے جس کے لیے حدّ کی سزا ثابت ہی نہیں ہوتی، ان صورتوں میں تعزیر کی سزا جاری کی جاتی ہے۔ یہ تو دنیا میں سزا کی حد تک معاملہ ہے، باقی جہاں تک گناہ یا حرام ہونے کا معاملہ ہے تو یقیناً وہ حرام اور گناہ کا مرتکب ہوا ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، امام اعظم رحمہ اللہ بھی زیرِ بحث مسئلے میں حد کو ساقط مانتے ہیں نہ کہ گناہ کو، اس لیے زیرِ بحث مسئلے میں احناف پر یہ اعتراض کرنا کہ حدّ جاری نہ کرکے احناف اس گناہ کو سندِ جواز فراہم کررہے ہیں؛ سراسر الزام اور جھوٹا پروپیگنڈا ہے۔

حدّ کی سزا کی نفی کے فلسفے کو سمجھنے کے لیے ایک مثال:

زیرِ بحث مسئلے میں امام اعظم رحمہ اللہ جو حد کی سزا کی نفی کررہے ہیں تو اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے جانور کے ساتھ بدفعلی کی اس پر حد کی سزا جاری نہیں ہوگی۔

٢٩٠٩٩- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَن حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: لَيْسَ عَلَى مَنْ أَتَى بَهِيمَةً حَدٌّ.

یہی بات ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے:

٢٩٠٩٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ وَأَبُو الأَحْوَصِ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَنْ أَتَى بَهِيمَةً فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ.

ان جلیل القدر صحابہ کرام کے ان ارشادات کا واضح مطلب یہی ہے کہ جانور کے ساتھ بدفعلی حرام اور سنگین جرم تو ہے لیکن اس گناہ کے مرتکب شخص پر حد کی سزا جاری نہیں کی جاسکتی کیوں کہ اس کے لیے شریعت میں حد کی سزا مقرر نہیں، البتہ حدود کی سزاؤں کے علاوہ اس پر تعزیر کی شدید سے شدید تر سزا جاری کی جاسکتی ہے اور اسی طرح اس حرام کام سے توبہ کرنا بھی اس شخص کے ذمے واجب ہوگا۔ اس لیے زیرِ بحث مسئلے میں امام اعظم رحمہ اللہ پر اعتراض کرنے والے ان صحابہ کرام سے متعلق کیا فرمائیں گے؟؟ کیا حد کی سزا کی نفی کرنے سے اس فعل کو سندِ جواز فراہم ہوگیا؟ یا اس پر کوئی سزا ہی لاگو نہ ہوگی؟ معاذ اللہ۔

اس لیے ان جلیل القدر صحابہ کرام کے ارشادات کا وہی مطلب ہے جو امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب کا ہے کہ زیرِ بحث مسئلے میں امام اعظم رحمہ اللہ شبہ کی بنیاد پر صرف حد کی سزا کی نفی کر رہے ہیں، نہ کہ دیگر سزاؤں کی، اسی طرح حد کی سزا کی نفی کرنے سے گناہ کی نفی نہیں کر رہے ہیں، بلکہ محرم عورت کے ساتھ نکاح اور اس کی بنیاد پر جماع کرنا تو بالاجماع حرام اور سنگین جرم ہے، جس کا کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اہم نکتہ:

قرآن وسنت سے ایسی کوئی صریح دلیل دستیاب نہ ہو سکی جس سے محرم عورت کے ساتھ نکاح اور صحبت کے نتیجے میں حدّ کی سزا جاری ہونے کا ثبوت ہوتا ہو۔ جہاں تک اُس روایت کا تعلق ہے جس میں محرم عورت سے نکاح کرنے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا، جیسا کہ "سنن ابی داود" میں ہے:

٤٤٥٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنْ أَبِي الْجَهْمِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَطُوفُ عَلَى إِبِلٍ لِي ضَلَّتْ إِذْ أَقْبَلَ رَكْبٌ أَوْ فَوَارِسُ مَعَهُمْ لِوَاءٌ فَجَعَلَ الأَعْرَابُ يُطِيفُونَ بِي لِمَنْزِلَتِي مِنَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَتَوْا قُبَّةً فَاسْتَخْرَجُوا مِنْهَا رَجُلاً فَضَرَبُوا عُنُقَهُ فَسَأَلْتُ عَنْهُ فَذَكَرُوا أَنَّهُ أَعْرَسَ بِامْرَأَةِ أَبِيهِ.

تو اس روایت کے حوالے سے چند باتیں سمجھنے کی ضرورت ہے:

1۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدّ کی سزا نہ تھی بلکہ یہ بطورِ تعزیر کے تھی جس میں ایسی سخت سزا تجویز کی گئی، کیوں کہ حدِّ زنا کی سزا میں یا تو رجم یعنی سنگسار کرنا ہے یا کوڑے لگانا ہے، قتل کرنا تو زنا کی حد نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو ائمہ کرام محرم عورت کے ساتھ نکاح اور صحبت کرنے والے شخص پر حدِّ زنا جاری کرنے کا حکم لگاتے ہیں وہ بھی اس کے قتل کے قائل نہیں بلکہ وہ رجم یا کوڑوں ہی کی سزا کے قائل ہیں۔

2۔ امام طحاوی رحمہ اللہ دوسرا احتمال یہ ذکر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس روایت میں مذکور وہ شخص محرم عورت کے ساتھ نکاح کرنے جیسے قطعی حرام کام کو حلال سمجھا ہو جیسا کہ جاہلیت میں رواج تھا، جس کے نتیجے میں وہ مرتد ہو گیا ہو اور اس کو ارتداد کی سزا میں قتل کر دیا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کو

جب اس شخص کو قتل کرنے کے لیے بھیجا تو ساتھ میں جھنڈا بھی دیا، جو کہ محاربہ کی علامت ہے، جس سے ارتداد کی سزا کی طرف اشارہ ہوتا ہے کیوں کہ زنا کی سزا کے لیے بھیجنے میں جھنڈا دینے کا کیا مطلب؟!

3۔امام طحاوی رحمہ اللہ ایک اور اہم نکتہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایت میں تو صرف اس بات کا ذکر ہے کہ اس شخص نے صرف محرم عورت سے نکاح کیا تھا، اس میں تو صحبت کا ذکر ہی نہیں، پھر بھی اس شخص کو قتل کر دیا گیا، تو کیا محرم عورت کے ساتھ صرف نکاح کرنے سے حدِّ زنا کی سزا جاری ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں، اس لیے اس روایت سے اس بات پر ہر گز استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ محرم عورت سے نکاح اور صحبت کے نتیجے میں حدِّ زنا جاری ہو سکتی ہے، کیوں کہ روایت اس کے موافق نہیں ہے۔

اس روایت میں محرم عورت سے صرف نکاح کی صورت میں قتل کرنے کا حکم دینا بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ اس شخص نے اس نکاح جیسے قطعی حرام عمل کو حلال سمجھا تھا، جس کے نتیجے میں اس پر ارتداد کی سزا جاری کرتے ہوئے اس کو قتل کر دیا گیا۔

- شرح معانی الآثار میں ہے:

٤٨٨٥- حَدَّثَنَا فَهْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ فِي رَجُلٍ تَزَوَّجَ ذَاتَ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَدَخَلَ بِهَا قَالَ: لَا حَدَّ عَلَيْهِ. وَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ عَلَى الَّذِينَ احْتَجُّوا عَلَيْهِمَا بِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ فِي تِلْكَ الْآثَارِ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقَتْلِ وَلَيْسَ فِيهَا ذِكْرُ الرَّجْمِ وَلَا ذِكْرُ إِقَامَةِ الْحَدِّ. وَقَدْ أَجْمَعُوا جَمِيعًا أَنَّ فَاعِلَ ذَلِكَ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ قَتْلٌ، إِنَّمَا يَجِبُ عَلَيْهِ -فِي قَوْلِ مَنْ يُوجِبُ عَلَيْهِ الْحَدَّ- عَلَيْهِ الرَّجْمُ إِنْ كَانَ مُحْصَنًا. فَلَمَّا لَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ ﷺ الرَّسُولَ بِالرَّجْمِ، وَإِنَّمَا أَمَرَهُ بِالْقَتْلِ ثَبَتَ بِذَلِكَ أَنَّ ذَلِكَ الْقَتْلَ لَيْسَ بِحَدٍّ لِلزِّنَا، وَلَكِنَّهُ لِمَعْنًى خِلَافَ ذَلِكَ، وَهُوَ أَنَّ ذَلِكَ الْمُتَزَوِّجَ فَعَلَ مَا فَعَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى الِاسْتِحْلَالِ كَمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَصَارَ بِذَلِكَ مُرْتَدًّا، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُفْعَلَ بِهِ مَا يُفْعَلُ بِالْمُرْتَدِّ. وَهَكَذَا كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ وَسُفْيَانُ رَحِمَهُمَا اللهُ يَقُولَانِ فِي هَذَا الْمُتَزَوِّجِ إِذَا كَانَ أَتَى فِي ذَلِكَ عَلَى الِاسْتِحْلَالِ أَنَّهُ يُقْتَلُ. فَإِذَا كَانَ لَيْسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَا يَنْفِي مَا يَقُولُ أَبُو حَنِيفَةَ وَسُفْيَانُ لَمْ يَكُنْ فِيهِ حُجَّةٌ عَلَيْهِمَا؛ لِأَنَّ مُخَالِفَهُمَا لَيْسَ

بِالتَّأْوِيلِ أَوْلَى مِنْهُمَا. وَفِي ذَلِكَ الْحَدِيثِ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَقَدَ لِأَبِي بُرْدَةَ الرَّايَةَ»، وَلَمْ تَكُنِ الرَّايَاتُ تُعْقَدُ إِلَّا لِمَنْ أَمَرَ بِالْمُحَارَبَةِ، وَالْمَبْعُوثُ عَلَى إِقَامَةِ حَدِّ الزِّنَا غَيْرُ مَأْمُورٍ بِالْمُحَارَبَةِ. وَفِي الْحَدِيثِ أَيْضًا أَنَّهُ بَعَثَهُ إِلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةَ أَبِيهِ وَلَيْسَ فِيهِ أَنَّهُ دَخَلَ بِهَا. فَإِذَا كَانَتْ هَذِهِ الْعُقُوبَةُ وَهِيَ الْقَتْلُ مَقْصُودًا بِهَا إِلَى الْمُتَزَوِّجِ لِتَزَوُّجِهِ دَلَّ ذَلِكَ أَنَّهَا عُقُوبَةٌ وَجَبَتْ بِنَفْسِ الْعَقْدِ لَا بِالدُّخُولِ، وَلَا يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا وَالْعَاقِدُ مُسْتَحِلٌّ لِذَلِكَ. فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَهُوَ عِنْدَنَا عَلَى أَنَّهُ تَزَوَّجَ وَدَخَلَ بِهَا قِيلَ لَهُ: وَهُوَ عِنْدَ مُخَالِفِكَ عَلَى أَنَّهُ تَزَوَّجَ وَاسْتَحَلَّ. فَإِنْ قَالَ: لَيْسَ لِلِاسْتِحْلَالِ ذِكْرٌ فِي الْحَدِيثِ قِيلَ لَهُ: وَلَا لِلدُّخُولِ ذِكْرٌ فِي الْحَدِيثِ، فَإِنْ جَازَ أَنْ تَحْمِلَ مَعْنَى الْحَدِيثِ عَلَى دُخُولٍ غَيْرِ مَذْكُورٍ فِي الْحَدِيثِ جَازَ لِخَصْمِكَ أَنْ يَحْمِلَهُ عَلَى اسْتِحْلَالٍ غَيْرِ مَذْكُورٍ فِي الْحَدِيثِ.

الحمدللہ کہ ما قبل کی تفصیل سے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب بخوبی واضح ہو جاتا ہے اور ان تمام پروپیگنڈوں اور الزامات کا بھی جواب ہو جاتا ہے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

21ذوالحجہ 1441ھ/12اگست 2020

تحقیقِ حدیث:

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید!

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

تحقیقِ حدیث: وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید!

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔"

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

مذکورہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد کتبِ احادیث میں مروی ہے جیسے: السنن الصغریٰ للبیہقی، السنن الکبریٰ للبیہقی، شعب الایمان للبیہقی، مسند احمد، سنن الدار قطنی اور مستدرک حاکم وغیرہ۔

تحقیقِ حدیث:

مذکورہ حدیث متعدد جلیل القدر محدثین کرام کے نزدیک معتبر اور قابلِ قبول ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے "مستدرک حاکم" میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے یعنی ان کے نزدیک بھی صحیح ہے:

٧٥٦٥- أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَانَا». وَقَالَ مَرَّةً: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يَذْبَحْ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَانَا».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: صحيح.

2۔ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے

کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:

وَأَقْرَبُ مَا يُتَمَسَّكُ بِهِ لِلْوُجُوبِ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يقربن مصلانا»، أخرجه بن مَاجَهْ وَأَحْمَدُ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ، لَكِنِ اخْتُلِفَ فِي رَفْعِهِ وَوَقْفِهِ، وَالْمَوْقُوفُ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ، قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهُ. (كتاب الأضاحي)

3۔امام عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے "فیض القدیر" میں امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے:

قال أحمد: يكره أو يحرم تركها؛ لخبر أحمد وابن ماجه: «من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا» (طب عن ابن عباس) قال ابن حجر: رجاله ثقات، لكن في رفعه خلف.

(حرف الهمزة)

اسی طرح اپنی ایک اور کتاب "التیسیر بشرح الجامع الصغیر" میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

(من كان له سعة ولم يضح فلا يقر بن مصلانا) أخذ بظاهره أبو حنيفة فأوجبها على من ملك نصابا، وقال البقية: سنة. (ه ك عن أبي هريرة) وإسناده صحيح. (حرف الميم)

4۔امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمہ اللہ نے "ارشاد الساری" میں امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہی بات نقل فرمائی ہے جو کہ موافقت کی علامت ہے:

قال ابن حجر: وأقرب ما يتمسك به للوجوب حديث أبي هريرة رفعه: «من وجد سعة فلم يضحّ فلا يعبرنّ مصلانا» أخرجه ابن ماجه، ورجاله ثقات، لكنه اختلف في رفعه ووقفه، والموقوف أشبه بالصواب، قاله الطحاوي وغيره. (كتاب الأضاحي)

5۔امام محدث عینی رحمہ اللہ نے "عمدۃ القاری" میں امام حاکم کے حوالے سے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

ووجه الوجوب ما رواه ابن ماجه عن عبد الرحمن الأعرج عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا»، وأخرجه الحاكم وقال: صحيح الإسناد. (كتاب الأضاحي)

6۔امام محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ نے بھی "شرح الزرقانی علی الموطأ" میں اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا

ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:

وَأَقْرَبُ مَا يُتَمَسَّكُ بِهِ لِلْوُجُوبِ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ الْحَنَفِيَّةُ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا» أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ، لَكِنِ اخْتُلِفَ فِي رَفْعِهِ وَوَقْفِهِ، وَالْوَقْفُ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ، قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهُ.
(بَاب الضَّحِيَّةِ عَمَّا فِي بَطْنِ الْمَرْأَةِ وَذِكْرِ أَيَّامِ الْأَضْحَى)

7۔ علامہ شمس الدین محمد سفارینی رحمہ اللہ نے بھی ''کشف اللثام'' میں مسند احمد میں روایت کردہ اس حدیث کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:

وأقرب ما يتمسك به للوجوب حديثُ أبي هريرة رفعه: «من وجد سَعَةً، فلم يُضَحِّ، فلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانا»، أخرجه الإمام أحمد، وابن ماجه، ورجالُ الإمام أحمد ثقات، لكنه اختلف في رفعه ووقفه، والموقوف أشبه بالصواب، قاله الطحاوي وغيره. (باب الأضاحي)

چند وضاحتیں:

1۔ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ متعدد جلیل القدر محدثین کرام کے نزدیک مذکورہ حدیث کے راوی ثقہ ہیں، اس لیے یہ روایت معتبر، قابلِ قبول اور قابلِ استدلال ہے۔ اسی طرح متعدد محدثین کرام اور فقہاء عظام رحمہم اللہ نے اس حدیث کو بطورِ استدلال پیش کیا ہے، یہ بھی ان کے نزدیک اس حدیث کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

2۔ اس حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے، متعدد محدثین کرام نے اس کے موقوف ہونے کو درست قرار دیا ہے، جبکہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو محض موقوف قرار دینے کی بات درست نہیں کیوں کہ یہ مرفوع حدیث ہی کے حکم میں ہے۔ گویا کہ اول تو اگر اس کو موقوف تسلیم کر لیا جائے تب بھی محض اس بنا پر حدیث کو غیر معتبر قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ یہ کوئی جرح اور

عیب نہیں، دوم یہ کہ یہ مرفوع حدیث ہی کے حکم میں ہے کیوں کہ ایسی بات قیاس واجتہاد سے نہیں کہی جاسکتی،اس لیے یہ بات صحابی نے حضور اقدس ﷺ سے سن کر ہی بیان فرمائی ہے۔

• مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

وَمِمَّا يُؤَيِّدُ الْوُجُوبَ خَبَرُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً لِأَنْ يُضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا»، وَأَمَّا قَوْلُ ابْنِ حَجَرٍ: «إِنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ» فَمَدْفُوعٌ؛ لِأَنَّ مِثْلَ هَذَا الْمَوْقُوفِ فِي حُكْمِ الْمَرْفُوعِ.
(بَابٌ فِي الْأُضْحِيَّةِ)

3۔ حضرات احناف اس جیسی روایات کی رو سے قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں، چوں کہ یہ روایت معتبر ہے اس لیے اس روایت کو غیر معتبر قرار دے کر احناف کے مذہب کو غلط قرار دے دیناواضح طور پر غلط ہے،اور چوں کہ قربانی کی اہمیت اور تاکید دیگر متعدد روایات سے بھی ثابت ہوتی ہے اس لیے زیرِ نظر روایت کو غیر معتبر قرار دے کر احناف کے مذہب کو غلط قرار دینے کی آڑ میں مسلمانوں کے دلوں سے قربانی کے عمل کی اہمیت ختم کرنے کی مروجہ کوششیں بے بنیاد اور قابلِ مذمت ہیں۔اس کی تفصیل کے لیے بندہ کی کتاب ”قربانی شریعت کے مطابق کیجیے“ ملاحظہ فرمائیں۔

4۔آجکل جو حضرات قربانی کے وجوب یاتاکید سے متعلق وارد ہونے والی تمام روایات کو غیر معتبر قرار دے کر مسلمانوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر کے ان کے دلوں سے قربانی کی اہمیت ختم کرناچاہتے ہیں،ان کی چالوں کو سمجھناچاہیے اور ان سے دور رہناچاہیے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیوحاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

8ذوالحجہ 1442ھ/19جولائی 2021

حلال جانور

کے مردہ جنین کی حلّت اور حرمت کا مسئلہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

حلال جانور کے مردہ جنین کی حلّت اور حرمت کا مسئلہ:

حلال جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکل آئے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو کھانا حلال نہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب کے دلائل درج ذیل ہیں:

1۔ جب کوئی جانور شرعی طریقے سے ذبح کیے بغیر طبعی طور پر مر جائے تو اسے مَیتہ یعنی مردار کہا جاتا ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں اسے کھانا حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالی سورۃ المائدہ آیت نمبر 3 میں فرماتے ہیں:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ.

ترجمہ: ”تم پر مردار جانور اور خون اور سوَر کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو، اور وہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، اور جسے چوٹ مار کر ہلاک کیا گیا ہو، اور جو اوپر سے گر کر مرا ہو، اور جسے کسی جانور نے سینگ مار کر ہلاک کیا ہو، اور جسے کسی درندے نے کھالیا ہو، الاّ یہ کہ تم (اس کے مرنے سے پہلے) اس کو ذبح کر چکے ہو۔“ (آسان ترجمہ قرآن)

جب جانور ذبح کرنے کے بعد بچہ پیٹ سے مردہ نکل آئے تو یہ میتہ ہی کے حکم میں ہے کیوں کہ اسے شرعی طریقے سے ذبح نہیں کیا گیا اور اللہ تعالی کا یہ حکم ہر طرح کے مردار کو شامل ہے، جس میں کوئی استثنا نہیں، اس لیے وہ بچہ بھی اسی حکم میں شامل ہو کر حرام قرار پائے گا جو ماں کے پیٹ سے مردہ نکل آئے۔ آگے اللہ تعالی نے صراحت سے ”اَلْمُنْخَنِقَةُ“ کا لفظ ذکر فرمایا، جس کا مطلب ہے: وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، اس لفظ سے مزید وضاحت کے ساتھ اس مردہ جنین بچے کا حکم معلوم ہو جاتا ہے کیوں کہ جب اس کی ماں ذبح کی گئی جس کی بنا پر سانس کی آمد ورفت کا سلسلہ رک گیا تو دَم گھٹنے سے اس بچے کی موت واقع ہو گئی۔

یہ آیت نہایت ہی مضبوط دلیل ہے امام اعظم رحمہ اللہ کے موقف کی۔

2۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کی تائید جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول سے بھی ہوتی ہے جو

کہ ان سے امام اعظم ہی نے امام حماد رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَ يَرْوِي عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لا تَكُونُ ذَكَاةُ نَفْسٍ ذَكَاةَ نَفْسَيْنِ.

ترجمہ: ایک جانور کا ذبح دو جانوروں کا ذبح شمار نہیں ہوتا۔

(موطأامام محمد: بَابُ ذَكَاة الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ)

یہی قول امام ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المحلّی بالآثار" میں بھی روایت کیا ہے۔

3۔ جنین یعنی پیٹ کا بچہ ایک مستقل جاندار ہے جو کہ ایک مستقل زندگی رکھتا ہے، اس میں بہنے والا خون بھی ہے، اس لیے یہ بچہ ماں کے ذبح کے تابع کیسے ہو سکتا ہے؟؟ بلکہ اس کے حلال ہونے کے لیے اس کو بھی مستقل طور پر ذبح کرنا ضروری ہے۔

4۔ اگر جنین زندہ نکل آئے تو اسے کھانے کے لیے ذبح کیا جائے گا، جو کہ ایک واضح بات ہے، لیکن اگر مردہ نکل آئے تو ایسی صورت میں وہ قرآن کی رُو سے میتہ یعنی مردار ہے جو کہ "اَلْمُنْخَنِقَةُ" میں بھی داخل ہے، کیوں کہ جنین ماں کے ذبح کرنے سے نہیں مرا بلکہ جب ماں کو ذبح کیا گیا تو سانس کی آمد ورفت بند ہونے کی وجہ سے دَم گھٹنے سے اس کی موت آئی تو یہ قرآن کی رو سے "اَلْمُنْخَنِقَةُ" میں داخل ہو کر میتہ یعنی مردار کہلائے گا، اور چوں کہ آیت میں کوئی استثنا موجود نہیں اس لیے جنین بھی میتہ میں داخل ہو کر مردار ہو گا اور حرام کہلائے گا۔ البتہ قرآن کریم میں جو استثنا ہے وہ یہ ہے کہ "إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ"، کہ تم (اس کے مرنے سے پہلے) اس کو ذبح کر چکے ہو، گویا کہ ایسے جانور کے حلال ہونے کے لیے شرعی طریقے سے ذبح ضروری ہے، جبکہ مردہ جنین کو ذبح نہیں کیا گیا تو اس لیے وہ حرام ہے۔

5۔ ذبح کا مقصد دمِ مسفوح یعنی بہنے والے خون کا اِخراج ہے، جب اس خون کا اخراج نہ ہو تو اس جانور کو حرام ہی کہیں گے جیسا کہ مردار جانور میں یہی صورتحال ہوتی ہے، اور جنین اگر مردہ پیدا ہو تو اس سے بھی خون کا اخراج نہیں ہو پاتا، تو پھر اس کو کیسے حلال کہا جا سکتا ہے؟؟ قرآن کریم نے تو "إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ" سے ذبح ہی کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، جبکہ مردہ جنین میں مستقل ذبح ہوتی ہی نہیں۔

تنبیہ: حلال جانور جب شرعی طور پر ذبح کیے بغیر مر جائے تو اس کو میتہ یعنی مردار کہتے ہیں جس کا حرام ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہے، البتہ مچھلی اور ٹڈی اس سے مستثنیٰ ہیں کیوں کہ ان کو کھانے کے لیے ذبح کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ یہ ذبح کیے بغیر بھی مر جائیں تو ان کا کھانا حلال ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ”ہمارے لیے دو طرح کے مردار اور دو طرح کے خون حلال قرار دیے گئے ہیں، دو مردار سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہے جبکہ دو خون سے مراد جگر اور تلّی ہے۔“

٥٧٢٣- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ».

یہ حدیث سنن کبریٰ بیہقی، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، شعب الایمان للبیہقی، سنن ابن ماجہ، مسند عبد بن حمید اور مسند الامام الشافعی سمیت متعدد کتب میں موجود ہے۔

حدیث: ”ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ“ کا مطلب:

جہاں تک سنن ابی داود کی اس حدیث کا تعلق ہے کہ: ”ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ“ تو امام اعظم رحمہ اللہ اس حدیث کو تسلیم کرتے ہیں، اس حدیث کو چھوڑ نہیں رہے، اور نہ ہی اس کے خلاف کرتے ہیں، بلکہ اس پر عمل کرتے ہیں، البتہ ان کے نزدیک اس حدیث کا وہ مطلب نہیں جو کہ مراد لیا جاتا ہے، بلکہ امام اعظم اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ ماں کے پیٹ سے نکلنے والے بچے کا ذبح اسی طرح ہے جس طرح کہ اس کی ماں کا ذبح ہے، یعنی کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس حدیث میں جنین یعنی بچے کی ذبح کو تشبیہ دی گئی ہے ماں کے ذبح کے ساتھ۔ امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ قول حدیث کے معنی کو دیکھتے ہوئے زیادہ مضبوط ہے، اس تاویل کی وجوہات یہ ہیں:

1۔ اگر حدیث میں یہ تاویل نہ کی جائے تو اس کا ٹکراؤ لازم آئے گا قرآن کریم کی مذکورہ آیت کے ساتھ، اور ظاہر ہے کہ حدیث کا ایسا معنی بیان کرنا درست نہیں جو کہ قرآن سے ٹکرائے۔

2۔امام اعظم رحمہ اللہ کے موقف کے مذکورہ بالا دلائل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس حدیث میں تاویل کی جائے اور اسے قرآن کریم کے مدّمقابل پیش نہ کیا جائے بلکہ ایسا مطلب بیان کیا جائے جو کہ باہمی جوڑ اور موافقت پیدا کرے،اور یہ بات دین میں کوئی نئی نہیں بلکہ قرآن وسنت سے واقف ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔

3۔اگر یہ بات مان لی جائے کہ حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ماں کے ذبح کرنے سے جنین بھی ذبح شمار ہوتا ہے، تو یہ اس لیے بھی درست نہیں کہ پھر الفاظ اس کے اُلٹ یوں ہوتے: ذَكَاةُ أُمِّهِ ذَكَاةُ الْجَنِينِ، کہ ماں کا ذبح بچے کا بھی ذبح شمار ہوگا، جبکہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ، جس سے خود معلوم ہو رہا ہے کہ اس آیت سے مقصود تشبیہ دینا ہے، جیسا کہ عربی سے واقف حضرات بخوبی جان سکتے ہیں۔

4۔"ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ" کی حدیث سے مراد زندہ جنین ہے کہ اس کو بھی اس طرح ذبح کیا جائے گا جیسا کہ ماں کو ذبح کیا گیا ہے، گویا کہ اس حدیث میں مردہ جنین کا ذکر ہی نہیں،اس لیے کوئی اشکال نہیں، کیوں کہ اگر اس سے مراد مردہ جنین لیں گے تو یہ حدیث قرآن کریم کی صریح آیت کے خلاف ہوگی جو کہ درست نہیں۔

ایک اہم بات:

ایک اہم بات یہ ہے کہ اس حدیث میں تاویل صرف امام اعظم نے نہیں کی بلکہ جو حضرات جنین کے حلال ہونے کے قائل ہیں ان میں بھی باہمی اختلاف ہے، چنانچہ امام ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب "المحلّی بالآثار" میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، امام ابن ابی لیلی، امام زہری، امام شعبی، امام نافع، امام عکرمہ، امام مجاہد، امام عطا، امام یحیی بن سعید رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اگر جنین کے اعضا مکمل طور پر بن چکے ہوں یعنی کامل الخلقت ہو تو اس کا کھانا حلال ہے۔(مَسْأَلَة ذَكَاة الْجَنِينِ)

امام اعظم رحمہ اللہ پر طعن وملامت کرنے والے حضرات ان مذکورہ حضرات کے بارے میں کیا فرمائیں گے کہ کیا انھوں نے بھی حدیث کے خلاف بات کی؟؟ کیوں کہ جس حدیث کی بنا پر مردہ جنین کو حلال تسلیم کیا

جارہاہے اس میں تو مطلق بات آئی ہے کہ جنین حلال ہے،اس میں یہ تفصیل تو نہیں کہ اگر جنین کے اعضا مکمل طور پر بن چکے ہوں یعنی کامل الخلقت ہو تو اس کا کھانا حلال ہے ورنہ حرام۔جب ان حضرات کے اس قول کو حدیث کے خلاف قرار نہیں دیا جاسکتا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کو کیسے حدیث کے خلاف قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ وہ بھی حدیث کا مطلب کچھ اور بیان فرمارہے ہیں۔

خلاصہ:

الحمدللہ امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف قرآن کی صریح آیت اور شرعی دلائل کے مطابق ہے کہ مردہ جنین کا کھانا حلال نہیں اور اسی میں احتیاط ہے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

2ذوالحجہ 1441ھ/24جولائی 2020

کیا گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی اس کے اہل و عیال کی طرف سے کافی ہے؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

آجکل یہ غلط فہمی عام ہے کہ بہت سے لوگ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے کافی سمجھتے ہیں کہ جب گھر کے بڑے نے اپنی قربانی کرلی اور اسی میں گھر کے افراد کی نیت بھی کرلی (یا بعض کے بقول نیت نہ بھی کی) تو گھر کے تمام افراد کی طرف سے یہ قربانی کافی ہے، ایسی صورت میں گھر کے دیگر صاحبِ نصاب افراد کے ذمے قربانی کرنا واجب نہیں رہتا۔ اور اس کے لیے ''مسند احمد'' کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ: ''حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ و سفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربان کرتے۔'' ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے اپنے اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے ایک ہی دنبے کی قربانی فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔

واضح رہے کہ یہ غلط فہمی ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مسئلے کی تفصیل سے وضاحت کی جائے تاکہ اس غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے، جس کے لیے پہلے مسئلہ کی صحیح صورتحال بیان کی جاتی ہے۔

قربانی کے نصاب میں ذاتی ملکیت کا اعتبار:

احناف سمیت متعدد ائمہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے قربانی واجب ہے۔ میاں بیوی، والدین اولاد، بہنوں اور بھائیوں میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ حساب لگایا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہوگی، اسی طرح اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہوگی، یہی حکم بہنوں، بھائیوں اور دیگر افراد کا بھی ہے۔ اسی طرح قربانی واجب ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے مال کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب

کے بقدر مال آجائے تو اسی کے ذمّے قربانی واجب ہے اور جس کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال نہ ہو تو اس کے ذمے قربانی واجب نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی، ردالمحتار)

یہ متعدد روایات اور شرعی دلائل واصول سے اخذ شدہ ایک عام ضابطہ ہے جس میں کوئی استثنا نہیں۔

2۔ جو شخص صاحبِ نصاب ہو اس کے ذمّے اسی کی قربانی واجب ہے، اس کے ذمے کسی اور کی قربانی واجب نہیں، ہاں اگر یہ شخص دوسرے کی اجازت سے اس کی طرف سے قربانی کرلے تو بھی جائز ہے۔

(ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ رحیمیہ)

گھر کے افراد کو اپنی ذاتی قربانی میں شریک کرنے کی دو صورتیں:

گھر کا سربراہ اپنی ذاتی قربانی میں گھر کے دیگر افراد کو بھی شریک کرنا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ قربانی تو گھر کے سربراہ ہی کی طرف سے ہو البتہ ثواب میں گھر والوں کو بھی شریک کیا جائے تو یہ صورت جائز ہے، اور حضور اقدس ﷺ کا گھر والوں کو قربانی میں شریک کرنے کا یہی مطلب ہے، جیسا کہ آگے تفصیل مذکور ہے۔

2۔ گھر کا سربراہ گھر والوں کو اپنی واجب قربانی میں شریک کرنا چاہے کہ گھر والوں کی طرف سے بھی قربانی ادا ہو جائے تو ایسی صورت میں گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے ہرگز کافی نہ ہوگی، بلکہ گھر کے صاحبِ نصاب افراد میں سے ہر ایک کے ذمے الگ سے قربانی کرنی واجب ہے۔ یہی روایات اور شرعی دلائل کا تقاضا ہے، اس لیے اسی پر عمل ہونا چاہیے۔

گھر کے سر براہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہ ہونے کی وجوہات

ما قبل کی تفصیل سے صحیح مسئلہ واضح ہوگیا کہ گھر کے سر براہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہیں اگرچہ وہ سب کی طرف سے قربانی کی نیت کرے، اس کی متعدد وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔“

● سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

مذکورہ حدیث سے مأخوذ چھ اہم فوائد:

1۔ صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے پر مذکورہ وعید سے قربانی کی اہمیت اور تاکید بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔

2۔ قربانی نہ کرنے پر مذکورہ وعید سے قربانی کے واجب ہونے کی طرف بھی اشارہ ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ وعید واجب جیسے احکام ترک کرنے پر ہی وارد ہو سکتی ہے۔ (البحر الرائق)

3۔ اس حدیث سے زیرِ بحث مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ گھر کے سر براہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہیں کیوں کہ اس حدیث میں ”مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ“ کے الفاظ عام ہیں جو کہ گھر کے تمام افراد کو شامل ہیں، اس میں یہ تخصیص نہیں کہ گھر کا سربراہ اگر اپنی قربانی کرلے تو یہ گھر کے دیگر افراد کی طرف سے بھی کافی ہو جائے گی اور اس صورت میں گھر کے دیگر صاحبِ نصاب افراد قربانی نہ کرنے کی اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے، کیوں کہ اس کے لیے صحیح اور صریح دلیل ہونی چاہیے جو کہ موجود نہیں۔

4۔اس حدیث میں ''مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ'' کے الفاظ سے اور دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک پر اس کی ذاتی ملکیت کی بنیاد پر قربانی واجب ہوتی ہے، جیسا کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور حج ہے، اس لیے اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ جس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال موجود ہو اس کے ذمے قربانی واجب ہو گی اور جس کے پاس نصاب نہیں اس پر قربانی واجب نہیں، یہ ایک عام شرعی اصول ہے، اس لیے جس طرح یہ دیگر مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے اسی طرح یہی اصول گھر کے افراد پر بھی لاگو ہو گا کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے کافی نہیں۔

5۔ایک لطیف بات یہ ہے کہ اگر گھر کے سربراہ کی اپنی قربانی سب گھر کی طرف سے کافی ہوتی تو حدیث کی اس وعید کا مصداق صرف وہی گھر ہو گا جس میں گھر کے سربراہ سمیت گھر کا کوئی بھی فرد قربانی نہ کرے، لیکن جہاں گھر کے سربراہ نے قربانی کی اور سب کی نیت کر لی تو اس طرح وہ مکمل گھر اس وعید سے محفوظ ہو گیا حالاں کہ انھوں نے صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہیں کی، ظاہر ہے کہ یہ مطلب اور فرق کیسے مراد لیا جا سکتا ہے جبکہ حدیث میں عموم ہے، کوئی استثنا نہیں؟؟

6۔اس حدیث میں ''وُسعت'' کی قید سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قربانی ہر ایک پر واجب نہیں بلکہ وُسعت اور استطاعت والے شخص ہی پر واجب ہے، اور صاحبِ وسعت سے مراد صاحبِ نصاب ہونا ہے۔

دوسری وجہ:

نماز، زکوٰۃ، حج، سجدہ تلاوت سمیت دیگر فرائض اور واجبات جس طرح ہر ایک کے ذمے ذاتی حیثیت سے لازم ہوتے ہیں، کسی شخص کے ایسے ذاتی اعمال دوسروں کی طرف سے کافی نہیں ہوتے تو اسی طرح قربانی بھی ہر ایک کے ذمے ذاتی حیثیت سے واجب ہوتی ہے، کسی کی ذاتی قربانی دوسروں کی طرف سے کافی نہیں ہو جاتی۔

تیسری وجہ:

گھر کے سربراہ کے اپنے ایک حصے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہو جانے کی بات اُن روایات

کے بھی خلاف ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک بکری یا دنبہ صرف ایک ہی شخص کی طرف سے کافی ہو سکتا ہے، اس میں شرکت جائز نہیں، یہ روایات سے اخذ شدہ عام اصول ہے، اس لیے یہی اصول گھر کے افراد پر بھی لاگو ہو گا کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے کافی نہیں۔

چوتھی وجہ:

یہ حضرات جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس میں چوں کہ دنبے کا ذکر ہے اس لیے اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر گھر کے سربراہ کی ایک بکری یا دنبے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہے تو پھر کسی بڑے جانور میں گھر کے سربراہ کے ایک حصے کی قربانی بھی سب کی طرف سے کافی ہو گی، تو جب ایک ہی بڑے جانور میں سات افراد اس طرح شریک ہوں کہ اُن میں سے ایک یا زیادہ افراد گھر کے سربراہ کے طور پر شریک ہو جائیں اور گھر کے افراد کی بھی نیت کرلیں تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں شرکاء کی تعداد سات سے زیادہ ہو جائے گی جو کہ خود روایات کے خلاف ہے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٣٢٤٨- عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ.

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

٩٨٨٤- عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ فِي الأَضَاحِيِّ.

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٣٦- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً، وَأَنَا مُوسِرٌ بِهَا، وَلَا أَجِدُهَا فَأَشْتَرِيَهَا، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَبْتَاعَ سَبْعَ شِيَاهٍ فَيَذْبَحَهُنَّ.

زیرِ بحث مسئلے سے متعلق ایک حدیث اور اس کا صحیح مطلب:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ گھر کے افراد میں سے جو جو افراد صاحبِ نصاب ہوں تو ہر ایک کے ذمے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہے، گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے ہر گز کافی نہیں۔

اس مسئلہ سے متعلق بعض حضرات جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ ما قبل میں ذکر ہو چکی ہے کہ مسند احمد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ و سفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک مینڈھا اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا مینڈھا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربان کرتے۔

٢٥٨٤٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوأَيْنِ قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ.

حدیث کا صحیح مطلب:

اس حدیث میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے اہل وعیال کی طرف سے جو قربانی فرماتے تھے وہ گھر والوں کی واجب قربانی ہی ہوتی تھی، بلکہ اس حدیث کا درست مطلب یہی ہے کہ قربانی تو حضور اقدس ﷺ ہی کی جانب سے ہوا کرتی تھی البتہ اس کے ثواب میں اپنے گھر والوں کو بھی شریک فرمالیا کرتے تھے کہ ان کو بھی ایصالِ ثواب کر دیا کرتے، اور یہ صورت بالکل جائز ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب مراد لینے کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اس صورت میں اس کا دیگر دلائل اور شرعی اصول سے ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا جن کی تفصیل ما قبل میں بیان ہو چکی، دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنی امت کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے، تو اس سے واضح طور پر

معلوم ہو جاتا ہے کہ امت کی طرف سے قربانی کرنے کا مقصد سوائے ثواب پہنچانے کے اور کیا ہو سکتا ہے؟؟ تو اسی طرح ازواج مطہرات کی جانب سے کی جانے والی قربانی کا مقصد بھی یہی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنے سے متعلق چند مزید روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذبح (یعنی قربانی) کے دن دو سینگوں والے خصی دنبے ذبح کرنے چاہے تو ان کو قبلہ رخ کیا اور پھر یہ دعا پڑھی:

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

پھر فرمایا کہ: "اے اللہ! یہ قربانی تیری طرف سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لیے ہے، تو اس کو محمد اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے ذبح فرمایا۔

- سنن ابی داود میں ہے:

٢٧٩٧- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ، فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: «إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ، بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ»، ثُمَّ ذَبَحَ.

2۔ مسند احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے دنبہ اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور یوں فرمایا کہ: "بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اے اللہ! یہ قربانی میری جانب سے ہے اور میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔"

١٤٨٣٧- عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو: أَخْبَرَنِي مَوْلَايَ الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عِيدَ الْأَضْحَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ فَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي».

کیاان روایات کی رو سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ چوں کہ حضور اقدس ﷺ نے امت کی طرف سے بھی قربانی فرمادی ہے جس کے نتیجے میں سب کی طرف سے واجب قربانی ادا ہو گئی، اس لیے اب امت میں سے کسی کو بھی قربانی کرنے کی ضرورت نہیں، ظاہر ہے کہ یہ بات ہر گز درست نہیں کیوں کہ ایک تو یہ شرعی دلائل کے بھی خلاف ہے، دوم یہ کہ پھر تو قربانی سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات کالعدم اور بے معنیٰ قرار پائیں گی اور قربانی جیسی عظیم عبادت معطّل ہو کر رہ جائے گی، معاذ اللہ۔ اس لیے جب امت کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں ایصالِ ثواب ہی کا معنیٰ مراد لیا جاتا ہے تو گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں بھی ایصالِ ثواب ہی مراد لیا جائے گا، جیسا کہ ’’عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری‘‘ میں ہے:

قَالَ ابْن بطال فِي «الْمَغَازِي» للْبُخَارِيّ: عَن بُرَيْدَة: أَن النَّبِي ﷺ كَانَ بعث عليًّا إِلَى الْيمن قبل حجَّة الْوَدَاع ليقْبض الْخمس، فَقدم من سعايته، فَقَالَ النَّبِي ﷺ: «بِمَا أَهللْت يَا عَليّ؟» قَالَ: بِمَا أهل بِهِ رَسُول الله ﷺ. قَالَ: «فاهدِ وامكث حرَامًا كَمَا كنت»، قَالَ: فأهدى لَهُ عَليّ هَديا، قَالَ: فَهَذَا تَفْسِير قَوْله: «وأشركه فِي الْهَدْي» أَن الْهَدْي الَّذِي أهداه عَليّ عَن النَّبِي ﷺ وَجعل لَهُ ثَوَابه فَيحْتَمل أَن يفرده بِثَوَاب ذَلِك الْهَدْي، كُله فَهُوَ شريك لَهُ فِي هَدْيه؛ لِأَنَّهُ أهداه عَنهُ تَطَوّعا من مَاله، وَيحْتَمل أَن يشركهُ فِي ثَوَاب هدي وَاحِد يكون بَينهمَا، كَمَا ضحى ﷺ عَنهُ وَعَن أهل بَيته بكبش، وَعَمن لم يضح من أمته وأشركهم فِي ثَوَابه، وَيجوز الِاشْتِرَاك فِي هدي التَّطَوُّع.
(بابُ الاشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ والْبُدْنِ)

اس بحث کی تفصیل ’’اعلاء السنن‘‘ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
12ذوالقعدہ1441ھ/4جولائی2020

ختمِ قرآن کے موقع پر دعاؤں کی قبولیت

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

ختمِ قرآن کے موقع پر دعاؤں کی قبولیت کی حقیقت:

1۔ ختمِ قرآن یعنی قرآن کریم مکمل ہونے کا موقع دعاؤں کی زیادہ قبولیت کے اوقات میں سے ہے، اس لیے جب کوئی شخص قرآن کریم ختم کرلے تو اس موقع پر دعاؤں کا خصوصی اہتمام کرنا درست بلکہ بہتر ہے، حتی کہ بعض اہلِ علم نے اس موقع پر دعا کرنے کو مستحب بھی قرار دیا ہے۔

2۔ مذکورہ تفصیل میں نمازِ تراویح میں کیا جانے والا ختمِ قرآن بھی داخل ہے، اس لیے شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس موقع پر بھی دعاؤں کا خاص اہتمام کرنا بہتر ہے۔

- چنانچہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے ایک فتویٰ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ:

"متعدد روایات میں آیا ہے کہ ختمِ قرآن مجید کے موقع پر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور بعض حضرات نے اس وقت دعا کرنے کو مستحب کہا ہے، اسی لیے ہمارے اکابر و مشایخ کا ختمِ قرآن کے بعد دعا کا معمول ہے۔"

(فتویٰ نمبر: 1831/ 48، مؤرخہ: 1/ 1/ 38ھ)

روایات اور عبارات

ذیل میں مذکورہ مسئلے کے حوالے سے چند روایات اور عبارات ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جس شخص نے قرآن کریم مکمل کرلیا تو اس (وقت اس) کی دعا قبول ہوتی ہے۔"

- المعجم الكبير:

٦٤٧- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ هَارُونَ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّرْجُمَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى صَلَاةَ فَرِيضَةٍ فَلَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، وَمَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ فَلَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ.

(باب العين: عرباض بن سارية السلمي)

• مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:

١١٧١٢- عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى صَلَاةَ فَرِيضَةٍ فَلَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، وَمَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ فَلَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ».

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَهُوَ ضَعِيفٌ.(بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ)

اس حدیث سے جہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ختمِ قرآن کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے، وہاں بعض محدثین کرام نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ ختمِ قرآن کے موقع پر ختم کرنے والے کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے، چاہے تو وہ دنیا میں مانگ لے یا آخرت کے لیے ذخیرہ کر لے۔

• التيسير بشرح الجامع الصغير:

(من صلى صَلَاة فَرِيضَة فَلهُ) أَي عَقبهَا (دَعْوَة مستجابة وَمن ختم الْقُرْآن فَلهُ دَعْوَة مستجابة) فإما أَن تعجل فِي الدُّنْيَا وإما أَن تدخر لَهُ فِي الْآخِرَة. (طب عَن الْعِرْبَاض) بِالْكَسْرِ ابْن سَارِيَة. وَفِيه عبد الرَّحْمَن بن سُلَيْمَان ضَعِيف.

2۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''ہر بار قرآن کریم کے ختم کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے۔''

3۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''ختم کرنے والے کے لیے ختمِ قرآن کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے اور جنت میں ایک درخت عطا ہوتا ہے۔''

• شعب الإيمان:

١٩١٩- أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ: حدثنا أَبُو بَكْرٍ الْإِسْمَاعِيلِيُّ: حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى بْنِ يَاسِينَ: حَدَّثَنِي حَمْدُونَ بْنُ عَبَّادٍ: حدثنا يَحْيَى بْنُ هَاشِمٍ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَعَ كُلِّ خَتْمَةٍ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ»، فِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ وَاللهُ أَعْلَمُ.

وَرُوِيَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ ضَعِيفٍ عَنْ أَنَسٍ:

١٩٢٠- أَخْبَرَنَاهُ أَبُو طَاهِرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَهْرَوَيْهِ: أَخْبَرَنا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ

الْبُرْقَانِيُّ بِمَرْوَ: أَخْبَرَنا عَمْرُو بْنُ عِمْرَانَ بن فتح: حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ: حدثنا أَبِي: حدثنا أَبُو عِصْمَةَ هُوَ نُوحُ الْجَامِعُ مَرْوَزِيٌّ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «لَهُ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ وَشَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ». (تعظيم القرآن)

مذکورہ روایات پر اگرچہ کلام ہوا ہے لیکن یہ مجموعی طور پر باہمی تقویت کا ذریعہ بن کر قابلِ قبول ہو جاتی ہیں، مزید یہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی اس کی تائید ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

4۔ حضرت ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے تو اپنے اہل وعیال کو جمع فرماتے اور اُن کے لیے دعا کرتے۔

- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:

١١٧١٣- عَنْ ثَابِتٍ: أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ إِذَا خَتَمَ الْقُرْآنَ جَمَعَ أَهْلَهُ وَوَلَدَهُ فَدَعَا لَهُمْ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ. (بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ عمل بھی ختمِ قرآن کے موقع پر دعاؤں کی قبولیت کی خبر دیتا ہے۔

5۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہر بار قرآن کریم ختم کرنے کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے۔

- فتح الباري شرح صحيح البخاري:

وَقَالَ الْحَاكِم أَبُو عبد الله الْحَافِظ أَخْبرنِي مُحَمَّد بن خَالِد: حَدثنَا مقسم بن سعد قَالَ: كَانَ مُحَمَّد بن إِسْمَاعِيل البُخَارِيّ إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ يجْتَمع إِلَيْهِ أَصْحَابه فيصلي بهم وَيقْرَأ فِي كل رَكْعَة عشْرين آيَة وَكَذَلِكَ إِلَى أَن يخْتم الْقُرْآن وَكَانَ يقْرَأ فِي السحر مَا بَين النّصْف إِلَى الثُّلُث من الْقُرْآن فيختم عِنْد السحر فِي كل ثَلَاث لَيَال، وَكَانَ يخْتم بِالنَّهَارِ فِي كل يَوْم ختمة، وَيكون خَتمه عِنْد الْإِفْطَار كل لَيْلَة، وَيَقُول: عِنْد كل ختمة دَعْوَة مستجابة. (مقدمة)

6۔ "الموسوعة الفقهية الكويتية" میں ہے:

وَيُسَنُّ الدُّعَاءُ عَقِبَ خَتْمِ الْقُرْآنِ؛ لِحَدِيثِ الطَّبَرَانِيِّ وَغَيْرِهِ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ مَرْفُوعًا:

«مَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ فَلَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ». (قُرْآنٌ: خَتْمُ الْقُرْآنِ)

7۔"الموسوعة الفقهية الكويتية" میں ہے:

الدُّعَاءُ بَعْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَبَعْدَ خَتْمِهِ:

دَل عَلَى اسْتِجَابَةِ الدُّعَاءِ بَعْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَبَعْدَ خَتْمِهِ مَا رُوِيَ مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَال: سَمِعْتُ رَسُول اللهِ ﷺ يَقُول: «مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَل اللهَ بِهِ فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ». وَحَدِيثِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ: «مَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ فَلَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ». (مَوَاطِنُ الإْجَابَةِ)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
20 شعبان 1443ھ/24 مارچ 2022

حرم میں موجود شخص کے لیے عمرہ کہاں سے افضل ہے؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

حرم کی حدود میں موجود شخص کے لیے عمرہ کا احرام کہاں سے باندھنا افضل ہے؟

1۔ جو شخص حرم کی حدود میں موجود ہو اور وہ عمرہ کرنا چاہے تو احرام باندھنے کے لیے اُس کو حرم سے باہر یعنی حلّ کی حدود میں جانا ضروری ہے، ایسی صورت میں وہ شخص کسی بھی طرف سے حرم سے باہر حلّ کی حدود میں چلا جائے تو وہیں سے اس کے لیے عمرہ کا احرام باندھنا درست ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرم میں موجود شخص عمرہ کا احرام چاہے جعرانہ سے باندھے یا تنعیم یعنی مسجد عائشہ سے؛ دونوں ہی جائز اور درست ہے، البتہ احناف کے نزدیک افضل یہ ہے کہ ایسا شخص تنعیم یعنی مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم یعنی مسجد عائشہ سے عمرہ کرائے۔ (صحیح البخاری) حضور اقدس ﷺ کا یہ حکم دینا مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھنے کے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

جہاں تک خود حضور اقدس ﷺ کے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ حضور اقدس ﷺ کا فعل ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں حضور اقدس ﷺ کا حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دینا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم یعنی مسجد عائشہ سے عمرہ کرائے، یہ قول ہے، اور قول مقدّم ہوتا ہے فعل پر۔ اس لیے احناف کے نزدیک مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھنے کی قولی حدیث مقدّم ہے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنے کی فعلی حدیث پر، اور اسی سے مسجد عائشہ سے عمرہ کے احرام باندھنے کا افضل ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔

2۔ ماقبل کی تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جو لوگ حرم میں موجود شخص کے لیے جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھنے پر زور دیتے ہوئے تنعیم یعنی مسجد عائشہ سے عمرے کا احرام باندھنے سے منع کرتے ہیں وہ صریح غلطی کا شکار ہیں، ایسے لوگوں کو اپنے اس نامناسب طرزِ عمل کی اصلاح کرنی چاہیے، کیوں کہ ماقبل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسجد عائشہ سے احرام باندھنے کی جس قولی حدیث کا ذکر ہوا اُس سے مسجد عائشہ سے عمرہ کے احرام باندھنے کا جائز ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور افضل ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔

روایات اور فقہی عبارت

- صحيح البخاري:

٣١٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ، فَزَعَمَتْ أَنَّهَا حَاضَتْ وَلَمْ تَطْهُرْ حَتَّى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ وَإِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «انْقُضِي رَأْسَكِ، وَامْتَشِطِي، وَأَمْسِكِي عَنْ عُمْرَتِكِ». فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي نَسَكْتُ. (بَاب امْتِشَاطِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ)

١٥١٨- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، اعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ، فَقَالَ: «يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، اذْهَبْ بِأُخْتِكَ فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ». فَأَحْقَبَهَا عَلَى نَاقَةٍ فَاعْتَمَرَتْ.

(بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ)

- الدر المختار:

(وَ) الْمِيقَاتُ (لِمَنْ بِمَكَّةَ) يَعْنِي مَنْ بِدَاخِلِ الْحَرَمِ (لِلْحَجِّ الْحَرَمُ وَلِلْعُمْرَةِ الْحِلُّ) لِيَتَحَقَّقَ نَوْعُ سَفَرٍ، وَالتَّنْعِيمُ أَفْضَلُ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: يَعْنِي إلَخْ) أَشَارَ إلَى مَا فِي «الْبَحْرِ» مِنْ قَوْلِهِ: «وَالْمُرَادُ بِالْمَكِّيِّ مَنْ كَانَ دَاخِلَ الْحَرَمِ، سَوَاءٌ كَانَ بِمَكَّةَ أَوْ لَا، وَسَوَاءٌ كَانَ مِنْ أَهْلِهَا أَوْ لَا». اهـ. فَيَشْمَلُ الْآفَاقِيَّ الْمُفْرِدَ بِالْعُمْرَةِ وَالْمُتَمَتِّعَ وَالْحَلَالَ مِنْ أَهْلِ الْحِلِّ إذَا دَخَلَ الْحَرَمَ لِحَاجَةٍ كَمَا فِي «اللُّبَابِ». ..... (قَوْلُهُ: وَالتَّنْعِيمُ أَفْضَلُهُ) هُوَ مَوْضِعٌ قَرِيبٌ مِنْ مَكَّةَ عِنْدَ مَسْجِدِ عَائِشَةَ، وَهُوَ أَقْرَبُ مَوْضِعٍ مِنَ الْحِلِّ، ط، أَيِ الْإِحْرَامُ مِنْهُ لِلْعُمْرَةِ أَفْضَلُ مِنَ الْإِحْرَامِ لَهَا مِنَ الْجِعْرَانَةِ، وَغَيْرِهَا مِنَ الْحِلِّ عِنْدَنَا وَإِنْ كَانَ ﷺ أَحْرَمَ

مِنْهَا؛ لِأَمْرِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بِأَنْ يَذْهَبَ بِأُخْتِهِ عَائِشَةَ إِلَى التَّنْعِيمِ لِتُحْرِمَ مِنْهُ. وَالدَّلِيلُ الْقَوْلِيُّ مُقَدَّمٌ عِنْدَنَا عَلَى الْفِعْلِيِّ. وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ بِالْعَكْسِ.

(كِتَابُ الْحَجِّ: مطلب فِي الْمَوَاقِيت)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

23 شوال المکرم 1443ھ/ 25 مئی 2022